باب دوم

علمِ غیب کی بحث

اس باب میں علم غیب کے متعلق اہلِ بدعت کے متضاد عقائد کو بیان کیا جائے گا، اس حوالے سے فوائد شتیٰ اور جانبین کے دلائل کو ذکر کیا جائے گا!!

علمِ غیب کی تعریف

قارئین کرام! علم غیب خاصہ باری تعالی ہے۔شریعت کہ اصطلاح میں اس علم کو علم غیب کہا جاتا ہے:

''جو ذاتی ،ازلی کلی تمام کلیات پر حاوی ہو''

بالفاظ دیگر علم غیب اللہ تعالی کا خاصہ ہے۔کسی انسان کو اس کے حاصل کرنے پر قدرت ہی نہیں ہے۔مخلوق کو عطاء کیا ہوا علم یا کوئی جزئی علم''علم غیب'' نہیں۔ہمارے اکابرین سے اگر کسی نے ''اخبارِ غیب'' یا ''بعض معلومات'' پر''علم غیب'' کا اطلاق کیا ہے تو اس سے مراد یا تو ''علم غیب لغوی'' ہے یا ''تعبیر کی خطاء'' ہے۔جس کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آجائے گی۔

غرض علم غیب اصطلاحی میں تین قیود ہوں گی:

(۱)ذاتی یعنی کسی کا عطا کردہ نہ ہو عطائی کا یعنی دینے کا ذکر آجائے تو علم غیب نہ رہے گا۔

(۲)کلی حاوی ہو۔حاوی سے مراد یعنی''تمام غیوب''اس لئے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ کلی و جزئی تو معلومات کی صفات ہیں۔

(۳)ازلی ہو۔لہذا علم حادث بھی علم غیب نہیں کہلاتا۔

یہ علم غیب اللہ رب العزت کا خاصہ ہے لہذا کسی مخلوق کیلئے اسے ثابت کرنا خواہ کلی طور پر یا جزئی طور پر صریح شرک ہے اور ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفیؒ لکھتے ہیں:

''اَلْعِلْمُ الْمُخْتَصُّ بِہٖ ھُوَ عِلْمُ الْغَیْبِ''(تفسیر مظہری،ج 1ص 358)

جو علم اللہ کے ساتھ خاص ہے وہ علم غیب ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَکَذٰلِکَ بَیَّنَ اَنَّہٗ ھُوَ الْمُخْتَصُّ بِعِلْمِ الْغَیْبِ۔(تفسیر کبیر،ج12،ص448)

(جیسا کہ قدرت کاملہ کے ساتھ وہ خاص ہے)اسی طرح علم غیب بھی اسی کے ساتھ خاص ہے اور یہ اسی کا خاصہ ہے۔

کلّی کی بحث اور اہلِ بدعت کی جہالتیں

جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیب کلی ہے تو بعض اہل بدعت اعتراض کرتے ہیں کہ تم نے اللہ کے علم کو محدود و متناہی کر دیا کیونکہ "کل" تو تحدید کیلئے آتا ہے قرآن میں و کلّ شیئ احصیناہ. ان اللہ علی کل شیئ قدیر۔

اسی طرح رضاخانیوں کے مولانا اشرف سیالوی صاحب کا بیان میں نے سنا جو کہتا ہے:

"ایک جگہ میں گیا جب وہ سنتے ہیں کہ اشرف سیالوی آرہا ہے تو ان کے گھنٹ قسم کے تو بڑے خرانٹ قسم کے مولوی تھے وہ آگئے تو پوچھتے ہیں کہ نبی پاک کو یہ علم کلی ہے یا جزئی؟ میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ سوال ہی غلط ہے لغو ہے۔ کلی بھی ہے جزئی بھی ہے یہ کوئی تقابل نہیں کلی جزئی کا۔ کہا وہ کیسے؟ میں نے کہا کلی مصداق کے اعتبار سے کتنے قسم پر ہے؟ وہ کہنے لگے نوع جنس فصل، خاصہ، عرض عام۔ میں نے کہا یہ تو مفہوم ہے۔ میں نے کہا مصداق کے اعتبار سے کتنے قسم پر ہے؟ وہ جواب نہ دے سکے۔ میں نے کہا چلو میں دے دیتا ہوں۔ میں نے کہا کلی مصداق کے اعتبار سے سات قسم پر ہے (۱) جس کا کوئی فرد ممکن نہ ہو محال ہو جیسے لاشئی لاممکن (۲) کوئی فرد بھی بالفعل نہ ہو لیکن ممکن ہو پایا جا سکتا ہو جیسے عنقا پرندہ (۳) ایک فرد پایا جائے دوسرا محال ہو جیسے واجب الوجود۔ (اس کے بعد سیالوی صاحب نے اسی طرح گڈ مڈ کر کے بقیہ اقسام بیان کی) شمس ہے قمر ہے تو ایک ایک فرد موجود ہے۔ دوسرا ممکن ہے کوکب سیار چلنے والے تارے۔ انسان بھی کلی ہے جو اس وقت ۶ ارب بیس یا پچاس کروڑ کے قریب ہیں لیکن اسے کلی غیر متناہی لاتقف ہے۔ جتنے آج ہیں وہ گنے جا سکتے ہیں مگر کل اور پیدا ہو جائیں گے۔ اسے کلی بھی کہتے ہیں اور غیر تقف بھی ایک حد پر رکتی نہیں اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور ایک کلی ہے جو بالفعل غیر متناہی پر مشتمل ہے جیسے اللہ کی معلومات۔ تو کلی بھی ہے اور اللہ کے لحاظ سے جزئی بھی ہے"۔

جواب: یہ کہنا کہ کلی متناہی ہوتا ہے لہذا اللہ کے علم کو کلی کہہ کر تم نے اللہ کے علم کو متناہی مان لیا یہ فتوی تو سب سے پہلے اشرف سیالوی پر لگ رہا ہے جو کلی کی ساتویں قسم میں اللہ

کے علم کو شامل کر رہا ہے۔

امام رازی سورہ فاتحہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الْحَمْدُلِلّٰهِ إِشَارَةٌ'' إِلَى كَوْنِهِ مُسْتَحِقًا لِلْحَمْدِ وَلَا يَكُونُ مُسْتَحِقًا لِلْحَمْدِ إِلَّا إِذَا كَانَ قَادِرًا عَلَى كُلِّ الْمُمْكِنَاتِ عَالِمًا بِكُلِّ الْمَعْلُومَاتِ

(تفسیر کبیر، ج1،ص157)

سورہ بقرہ آیت 22،21 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَذَلِكَ تَنْبِيهٌ عَلَى كَوْنِهِ تَعَالَى عَالِمًا بِكُلِّ الْمَعْلُومَاتِ لِأَنَّهُ تَعَالَى مُخْبِرٌ عَنِ الْمُغَيَّبَاتِ فَتَقَعُ تِلْكَ الْاَشْيَاءُ عَلَى وَفْقِ ذَلِكَ الْخَبَرِ فَلَوْلَا كَوْنُهُ عَالِمًا بِالْمُغَيَّبَاتِ وَإِلَّا لَمَا وَقَعَ كَذَلِكَ

(تفسیر کبیر، ج2،ص325)

الْمَسْأَلَةُ الثَّالِثَةُ: الْعَلِيمُ مِنْ صِفَاتِ الْمُبَالَغَةِ التَّامَّةِ فِي الْعِلْمِ وَالْمُبَالَغَةُ التَّامَّةُ لَا تَتَحَقَّقُ إِلَّا عِنْدَ الْإِحَاطَةِ بِكُلِّ الْمَعْلُومَاتِ وَمَا ذَاكَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فَلَا جَرَمَ لَيْسَ الْعَلِيمُ الْمُطْلَقُ إِلَّا هُوَ فَلِذَلِكَ قَالَ إِنَّكَ انتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ عَلَى سَبِيلِ الْحَصْرِ.

(تفسیر کبیر، ج2،ص425، سورہ بقرہ آیت33)

یہ صرف ایک تفسیر کی چند حوالے دیے اس حوالے سے حوالہ جات کا ڈھیر لگایا جا سکتا ہے۔ اس میں واضح اور صاف طور پر اللہ کے علم کی طرف ''کل'' کی نسبت کی گئی ہے۔

ثانیا یہ بھی اہل بدعت کا دجل ہے کہ علم غیب ہی اللہ کا کل علم ہے۔ اس لئے کہ علم غیب یہ اللہ کے علم کا حصہ ہے۔ کیونکہ اللہ کا علم موجود، معدوم و ممتنع سب پر ہے۔ اور یہ غیب بھی ہماری نسبت سے ہے ورنہ اللہ کی نسبت سے کوئی شے غیب نہیں۔

ثالثا اشرف سیالوی صاحب نے محض جھوٹ سے کام لیا کہ میرے پاس دیوبندی مولوی آئے تھے اس لئے کہ جس کلی کا وہ ذکر کر رہے ہیں وہ ہم درجہ ثانیہ میں مرقاۃ پڑھاتے ہوئے بتلا دیتے

ہیں۔ یقیناً یہ کوئی رضاخانی تھے اور اغلب گمان یہ ہے کہ موصوف نے اپنی منطق دانی جھاڑنے کیلئے یہ جھوٹ گھڑا۔

نبی کے علم کو موصوف نے جس کلی کے تحت داخل کیا اس کے بارے میں خود کہا لاتقفی یعنی اس کے افراد ایک حد پر رکتے نہیں بڑھتے چلے جاتے ہیں قرار دیا۔ حالانکہ ہم آگے بتلائیں گے کہ خان صاحب نبی کریم ﷺ کا علم غیب اس معنی میں نہیں لیتے بلکہ وہ تو نبی ﷺ کے علم غیب کو بالفعل محدود مانتے ہیں جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے جہنم میں داخلہ کے ساتھ۔

نیز اس معنی میں تو مخلوق کا علم بھی کلی ہے اس لئے کہ مثلاً میں آج ہوں تو یقیناً آج کے دن تو میری معلومات ایک جگہ پر جا کر رک جائیں گی لیکن کل اور اضافہ ہو جائے گا ھلم جرا اور میری موت تک لاتقفی تو اس معنی میں تو ہر آدمی کلی علم رکھتا ہے۔

رابعاً ایک اور دھوکا یہ کیا کہ کلی و جزئی کا سوال حضور ﷺ کے علم غیب سے ہوتا ہے اس نے اسے "علم" کی طرف موڑ دیا۔ حالانکہ علم غیب اور مخلوق کے علم حادث میں بون بعید ہے جیسا کہ علم غیب کی تعریف سے واضح ہوا۔

پھر سوال یہ بھی ہے کہ آیا یہ جو سوال ہوتا ہے کہ علم غیب کلی ہے یا جزئی؟ آیا اس سے مراد "منطقی کلی" ہے یا "کلی و جزئی حکمی" ہے؟ جو بمعنی موجود ہے ۔سلم میں ہے جعل الكليات و الجزئيات ۔اب سلم کی اس عبارت میں اگر منطقی کلی مراد ہو تو منطقی کلی جزئی یہ تو مفہوم کی اقسام ہے اور مفہوم کہتے ہیں ما حصل فی العقل (جن سات قسموں کا سیالوی صاحب نے مفہوم ہونے کا انکار کیا ہے یہ بھی ان کی جہالت ہے یہ قسم بھی مفہوم ہی کی ہے لیکن باعتبار مصداق گویا مصداق امر اضافی ہے)۔

اب عالم میں ایسے چیزیں بھی ہیں جو نہ کلیات ہیں نہ جزئیات کیونکہ وہ ما حصل فی العقل نہیں جیسے جنت کی نعمتیں تو کیا اللہ اس کا خالق نہ ہوگا؟ کیونکہ جنت کی نعمتیں تو ما حصل فی العقل نہیں اس لئے کہ ان کے بارے میں آتا ہے لاَ عَیْنٌ رَأَتْ وَلاَ اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلاَ خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ تو جنت کی نعمتیں تو ما حصل فی العقل نہ ہوئیں تو کلی و جزئی بھی نہ ہوئیں اور رب ان کا خالق یعنی جاعل بھی نہ ہوا معاذ اللہ۔ تو یہاں جواب دیا جاتا ہے کہ یہاں جعل الكليات والجزئيات میں کلی جزئی منطقی

مراد نہیں بلکہ کلی مراد ہے۔

(نوٹ): کلی کی باعتبار افراد کے وجود و عدم چھ (۶) قسمیں ہیں۔ جیسا کہ محقق طوسی نے "شرح الاشارات" میں بیان کیا۔ جبکہ سیالوی صاحب کے "فضل امام خیر آبادی" نے "مرقاۃ" میں کلی کی اس اعتبار سے صرف پانچ قسمیں بتلائی ہیں جو ان کا تسامح ہے۔ سیالوی صاحب تو اب اس دنیا میں نہیں رہے لیکن ان کے متبعین سے گزارش ہے کہ اپنی منطق دانی کا یہ روب ہم پر مت ڈالیں۔ آپ لوگوں کی منطق دانی کا تو یہ حال ہے کہ میں نے قریباً پاکستان کے تمام معروف علمائے دیوبند کے خلاف لکھنے والے مولویوں کو فون کیا جن میں سے بعض نیٹ پر بھی موجود ہیں اور ان سے کہا کہ جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کیا جاتا ہے یہ ثبوت بمنزلہ بشرط الشیئ ہے لا بشرط الشیئ ہے یا لا شئی بشرط ہے۔ تو سب کی طبیعت خراب ہوگئی تھی اور کسی ایک کو بھی جواب دینے کی جرات نہ ہوسکی۔

علمِ غیب کی تعریف پر چند حوالہ جات

اب اس تعریف پر چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) وَالْغَیْبُ مَالَمْ یَقُمْ عَلَیْہِ دَلِیْل "وَّلَا اطَّلَعَ عَلَیْہِ مَخْلُوْق"
(تفسیر مدارک، ج 2، ص 617، جاء الحق، ص 104)

علم غیب وہ ہے کہ جس پر نہ تو کوئی دلیل قائم ہو اور نہ کسی مخلوق کو اس پر مطلع کیا گیا ہو۔

(۲) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِنَّ عِلْمَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ ھُوَ بِاِعْلَامٍ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی لَھُمْ وَ عِلْمُنَا بِذَالِکَ ھُوَ بِاِعْلَامِھِمْ لَنَا وَ ھٰذَا غَیْرُ عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی الَّذِیْ تَفَرَّدَ بِہٖ وَ ھُوَ صِفَۃٌ "مِنْ صِفَاتِہِ الْقَدِیْمَۃِ الْاَزَلِیَّۃِ الدَّائِمَۃِ الْاَبَدِیَّۃِ الْمُنَزَّھَۃِ عَنِ التَّغَیُّرِ وَسِمَاتِ الْحُدُوْثِ وَالنَّقْصِ وَالْمُشَارَکَۃِ وَالْاِنْقِسَامِ بَلْ ھُوَ عِلْم "وَاحِد" عَلِمَ بِھَا جَمِیْعَ الْمَعْلُوْمَاتِ کُلِّیَّاتِھَا وَ جُزْئِیَّتِھَا مَا کَانَ مِنْھَا وَمَا یَکُوْنُ لَیْسَ بِضُرُوْرِیٍّ وَّلَا کَسْبِیٍّ وَلَا حَادِثٍ بِخِلَافِ عِلْمِ سَائِرِ الْمَخْلُوْقِ اِذَا تَقَرَّرَ ذَالِکَ فَعِلْمُ اللّٰہِ الْمَذْکُوْر ھُوَ الَّذِیْ یُمْدَحُ بِہٖ وَ اُخْبِرَ فِی الْاٰیَتِیْنِ بِاَنَّہٗ

لَایُشَارِکُہٗ فِیْہِ اَحَد'' فَلَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اَحَد'' اِلَّا ھُوَ وَمَاسِوَاہُ اِنْ عَلِمُوْا جُزْئِیَّاتٍ مِنْہُ فَھُوَ بِاِعْلَامِہٖ وَ اِطِّلَاعِہٖ لَھُمْ وَ حِیْنَئِذٍ لَا یُطْلَقُ اَنَّھُمْ یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ اِذْلَا صِفَۃَ لَھُمْ یَقْتَدِرُوْنَ بِھَا عَلَی الْاِسْتِقْلَالِ بِعِلْمِہٖ وَ اَیْضًا ھُمْ عَلِمُوْا وَاِنَّمَا عُلِّمُوْا

(مجموعۃ رسائل ابن عابدین، سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی، ج 2، ص 313)

بے شک انبیاء اور اولیاء کا علم انہیں خدا تعالیٰ کے بتلانے سے ہوتا ہے اور ہمیں جو علم ہوتا ہے وہ انبیاء و اولیاء کے بتلانے سے ہوتا ہے اور یہ علم اس علم خداوندی سے مختلف ہے جس کے ساتھ صرف ذات باری تعالیٰ متصف ہے خدا تعالیٰ کا علم اس کی ان صفات قدیمہ ازلیہ دائمہ و ابدیہ میں سے ایک صفت ہے جو تغیر اور علامات حدوث سے منزہ ہے اور کسی کی شرکت اور نقص انقسام سے بھی پاک ہے وہ علم واحد ہے جس سے خدا تعالیٰ تمام معلومات کلیہ و جزئیہ ماضیہ و مستقبلہ کو جانتا ہے نہ وہ بدیہی ہے نہ نظری اور نہ حادث بخلاف تمام مخلوق کے علم کے کہ وہ بدیہی و نظری اور حادث ہے جب یہ بات ثابت ہوگئی تو خدا تعالیٰ کا علم مذکور جس کے ساتھ وہ لائق ستائش ہے اور جس کی مذکورہ دو آیتوں میں خبر دی گئی ہے ایسا ہے کہ اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں سو غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے خدا تعالیٰ کے سوا اگر بعض حضرات نے غیبی باتیں جانیں تو وہ خدا تعالیٰ کے بتلانے اور اطلاع دینے سے جانیں۔

اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ علم غیب رکھتے ہیں کیونکہ یہ ان کی کوئی ایسی صفت نہیں جس سے وہ مستقل طور پر کسی چیز کو جان لیا کریں اور یہ بات بھی ہے کہ انہوں نے اسے خود نہیں جانا اس لئے اسے علم غیب نہیں کہا جا سکتا۔

(۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَلْوُجْدَانُ الصَّرِیْحُ یَحْکُمُ بِاَنَّ الْعَبْدَ عَبْد'' وَّاِنْ تَرَقّٰی وَاَنَّ الرَّبَّ رَبّ'' وَّ اِنْ تَنَزَّلَ وَ اَنَّ الْعَبْدَ قَطُّ لَا یَتَّصِفُ بِالْوُجُوْبِ وَبِالصِّفَاتِ اللَّازِمَۃِ لِلْوُجُوْبِ وَلَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اَنْ یُّنْطَبَعَ شَیْءٌ'' فِیْ لَوْحِ صَدْرِہٖ وَلَیْسَ

ذَالِکَ عِلْماً بِالْغَیْبِ اِنَّمَا ذَالِکَ الَّذِیْ یَکُوْنُ مِنْ ذَاتِہٖ وَاِلاَّ فَالْاَنْبِیَاءُ وَالْاَوْلِیَاءُ یَعْلَمُوْنَ لاَمَحَالَۃَ بَعْضَ مَا یَغِیْبُ عَنِ الْعَامَّۃِ

(تفہیمات الٰہیہ، ج 1 ص 245)

وجدان صریح بتلاتا ہے کہ بندہ کتنی ہی روحانی ترقی کیوں نہ کرلے بندہ ہی رہتا ہے اور رب اپنے بندوں کے کتنا قریب کیوں نہ ہوجائے وہ رب ہی رہے گا بندہ واجب الوجود کی صفات یاوجوب کی صفات لازمہ سے کبھی متصف نہیں ہوتا علم غیب وہ جانتا ہے جو ازخود ہو (کسی دوسرے کے بتلانے سے نہ ہو) ورنہ انبیاء واولیاء یقیناً ایسی بہت سی باتیں جانتے ہیں جو دوسرے عام لوگوں کی رسائی میں نہ ہو۔

(۴) صاحب بزازیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمَا اَعْلَمَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِخِیَارِ عِبَادِہٖ بِالْوَحْیِ اَوِ الْاِلْہَامِ الْحَقِّ لَمْ یَبْقَ بَعْدَ الْاِعْلَامِ غَیْباً

(فتاوی بزازیہ، ج 1 ص 80)

(۵) اسی طرح علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَالتَّحْقِیْقُ اَنَّ الْغَیْبَ مَا غَابَ عَنِ الْحَوَاسِ وَالْعِلْمِ الضَّرُوْرِیِّ وَالْعِلْمِ الْاِسْتِدْلَالِیِّ وَقَدْ نَطَقَ الْقُرْآنُ بِنَفْیِ عِلْمِہٖ عَمَّنْ سِوَاہُ تَعَالٰی فَمَنِ ادَّعٰی اَنَّہٗ یَعْلَمُہٗ کَفَرَ وَ مَنْ صَدَّقَ الْمُدَّعِیَ کَفَرَ وَ اَمَّامَا عُلِمَ بِحَاسَّۃٍ اَوْ ضَرُوْرَۃٍ اَوْ دَلِیْلٍ فَلَیْسَ بِغَیْبٍ وَّلاَ کُفْرَ فِیْ دَعْوَاہُ لَا فِیْ تَصْدِیْقِہٖ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ

(شرح نبراس 574)

اور تحقیق غیب وہ ہے جو حواس ظاہری سمع و بصر سے غائب ہو اور علم ضروری وحی والہام اور علم استدلالی علامات و دلائل پر اس کی بنیاد نہ ہو کتاب اللہ اور ارشادات واحادیث میں اللہ کے سوا جس علم غیب کی نفی فرمائی گئی ہے وہ یہی علم غیب ہے اور اس کا مدعی و مصدق

بالاتفاق کافر ہے لیکن جو امور سمع و بصر سے محسوس و مدرک ہوں یا وحی یا الہام یا علامات و دلائل سے معلوم ہوں وہ غیب نہیں اور نہ ان سے متعلق علم علم غیب ہے۔

(۶) علامہ نسفی لکھتے ہیں:

مَا يُدْرَكُ بِالدَّلِيلِ لَا يَكُوْنُ غَيْباً

(تفسیر نسفی، ج2 ص723)

دلیل کے ساتھ جس کا ادراک ہو وہ علم غیب نہیں۔

دلیل سے مراد وہ اسباب ثلاثہ جو مخلوق کیلئے علم کا سبب ہیں جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(۷) علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ [النمل 65]

ولَعَلَّ الحَقَّ أنْ يُقالَ: إنَّ عِلْمَ الغَيْبِ المَنفِيَّ عَنْ غَيْرِهِ جَلَّ وعَلا هو ما كانَ لِلشَّخْصِ لِذاتِهِ أيْ بِلا واسِطَةٍ في ثُبُوتِهِ لَهُ وهَذا مِمّا لا يُعْقَلُ لِأحَدٍ مِن أهْلِ السَّماواتِ والأرْضِ لِمَكانِ الإمْكانِ فِيهِمْ ذاتًا وصِفَةً وهو يَأْبى ثُبُوتَ شَيْءٍ لَهم بِلا واسِطَةٍ ولَعَلَّ في التَّعْبِيرِ عَنِ المُسْتَثْنى مِنهُ بِمَن فِي السَّماواتِ والأرْضِ إشارَةً إلى عِلَّةِ الحُكْمِ وما وقَعَ لِلْخَواصِّ لَيْسَ مِن هَذا العِلْمِ المَنفِيِّ في شَيْءٍ ضَرُورَةَ أنَّهُ مِنَ الواجِبِ عَزَّ وجَلَّ أفاضَهُ عَلَيْهِمْ بِوَجْهٍ مِن وُجُوهِ الإفاضَةِ فَلا يُقالُ: إنَّهم عَلِمُوا الغَيْبَ بِذَلِكَ المَعْنى ومَن قالَهُ كَفَرَ قَطْعًا وإنَّما يُقالُ: إنَّهم أُظْهِرُوا أوِ اطَّلَعُوا. بِالبِناءِ لِلْمَفْعُولِ عَلى الغَيْبِ أوْ نَحْوَ ذَلِكَ مِمّا يُفْهِمُ الواسِطَةَ في ثُبُوتِ العِلْمِ لَهُمْ ويُؤَيِّدُ ما ذُكِرَ أنَّهُ لَمْ يَجِئْ في القُرْآنِ الكَرِيمِ نِسْبَةُ عِلْمِ الغَيْبِ إلى غَيْرِهِ تَعالى أصْلًا وجاءَ الإظْهارُ عَلى الغَيْبِ لِمَنِ ارْتَضى سُبْحانَهُ مِن رَسُولٍ لا يُقالُ: يَجُوزُ عَلى هَذا أنْ يُقالَ: أعْلَمَ فُلانٌ الغَيْبَ بِالبِناءِ

لِلْمَفْعُولِ أيْضًا عَلى مَعْنىٰ أنَّ اللّٰهَ تَعالىٰ أعْلَمَهُ وعَرَّفَهُ ذٰلِكَ بِطَرِيقٍ مِن طُرُقِ الإعْلامِ والتَّعْرِيفِ ومَتىٰ جازَ هٰذا جازَ أنْ يُقالَ: عَلِمَ فُلانٌ الغَيْبَ بِقَصْدِ نِسْبَةِ عِلْمِهِ الحاصِلِ مِن إعْلامِهِ إلَيْهِ لِأنّا نَقُولُ: لا كَلامَ في جَوازِ أُعْلِمَ بِالبِناءِ لِلْمَفْعُولِ وإنَّما الكَلامُ في قَوْلِكَ: ومَتىٰ جازَ هٰذا جازَ أنْ يُقالَ إلخ فَنَقُولُ: إنْ أُرِيدَ بِالجَوازِ في تالِي الشَّرْطِيَّةِ الجَوازُ مَعْنًى أي الصِّحَّةُ مِن حَيْثُ المَعْنىٰ فَمُسَلَّمٌ لٰكِنْ لَيْسَ كُلُّ ما جازَ مَعْنًى بِهٰذا المَعْنىٰ جازَ شَرْعًا اسْتِعْمالُهُ وإنْ أُرِيدَ الجَوازُ شَرْعًا بِمَعْنىٰ عَدَمِ المَنْعِ مِنِ اسْتِعْمالِهِ فَهُوَ مَمْنُوعٌ لِما فِيهِ مِنَ الإيهامِ والمُصادَمَةِ لِظَواهِرِ الآياتِ كَآيَةِ قُلْ لا يَعْلَمُ مَن في السَّماواتِ والأرْضِ الغَيْبَ إلا اللّٰهُ وغَيْرِها وقَدْ سَمِعْتُ عَنِ الإمامِ الرَّبّانِيِّ قَدَّسَ سِرَّهُ النُّورانِيَّ أنَّهُ حَطَّ كُلَّ الحَطِّ عَلىٰ مَن قالَ اللّٰهُ سُبْحانَهُ: »لا يَعْلَمُ الغَيْبَ« مُتَأوِّلًا لَهُ بِما تَقَدَّمَ لِما فِيهِ مِنَ المُصادَمَةِ لِلنُّصُوصِ القُرْآنِيَّةِ وغَيْرِها وفي ذٰلِكَ مِن سُوءِ الأدَبِ ما فِيهِ وقَدْ شَنَّعُوا أيْضًا عَلىٰ مَن قالَ: أكْرَهُ الحَقَّ وأُحِبُّ الفِتْنَةَ وأفِرُّ مِنَ الرَّحْمَةِ مُرِيدًا بِالحَقِّ المَوْتَ وبِالفِتْنَةِ المالَ أوِ الوَلَدَ وبِالرَّحْمَةِ المَطَرَ لِما في ظاهِرِهِ مِنَ الشَّناعَةِ والبَشاعَةِ ما لا يَخْفىٰ.

فالعِلْمُ بِهِ لِكَوْنِهِ بِواسِطَةِ الأسْبابِ لا يَكُونُ مِن عِلْمِ الغَيْبِ المَنْفِيِّ عَنْ غَيْرِهِ تَعالىٰ في شَيْءٍ وكَذا كُلُّ عِلْمٍ بِخَفِيٍّ حَصَلَ بِواسِطَةِ سَبَبٍ مِنَ الأسْبابِ كَعِلْمِنا بِاللّٰهِ تَعالىٰ وصِفاتِهِ العَلِيَّةِ وعِلْمِنا بِالجَنَّةِ والنّارِ ونَحْوِ ذٰلِكَ

وبِالجُمْلَةِ عِلْمُ الغَيْبِ بِلا واسِطَةٍ كُلًّا أوْ بَعْضًا مَخْصُوصٌ بِاللّٰهِ جَلَّ وعَلا لا يَعْلَمُهُ أحَدٌ مِنَ الخَلْقِ أصْلًا.

(تفسیر روح المعانی ج20 ص11)

اس پوری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ مخلوق کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ واسطہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے یعنی سبب کے ذریعہ لہذا اس پر علم غیب کا اطلاق جائز نہیں کہ اس میں ایہام ہے علم غیب کہتے ہی اسے ہیں جو بغیر سبب و واسطہ کے ہو یعنی ذاتی ہو۔ یہ بہت اہم عبارت ہے اس سے علم غیب اصطلاحی ولغوی پر بہترین روشنی پڑتی ہے۔

پس پتہ چلا کہ غیب کی بات معلوم ہونے میں اگر کوئی اس کا بتلانے والا ہو تو اسے علم غیب نہیں نہ علم غیب کی کوئی قسم ہے۔

(۸) علامہ ابن کمال باشا حنفی لکھتے ہیں:

وَالْغَيْبُ مَالَمْ يقم عليه دليل ولم يُنْصَب له امارة'' ولم يَتَعَلَّقْ به علمُ مخلوق

(رسالۃ فی تحقیق الغیب مندرجہ رسائل ابن کمال باشا، ج 1 ص 254)

(۹) ہم نے علم غیب میں ایک شرط کلی ہونا بھی بتلائی تھی اس پر امام رازی رحمہ اللہ کا حوالہ ملاحظہ ہو:

وَذَلِكَ تَنْبِيهٌ عَلَى كَوْنِهِ تَعَالَى عَالِمًا بِكُلِّ الْمَعْلُومَاتِ لِأَنَّهُ تَعَالَى مُخْبِرٌ عَنِ الْمُغَيَّبَاتِ فَتَقَعُ تِلْكَ الْاشْيَاءُ عَلَى وَفْقِ ذَلِكَ الْخَبَرِ فَلَوْلَا كَوْنُهُ عَالِمًا بِالْمُغَيَّبَاتِ وَإِلَّا لَمَا وَقَعَ كَذَلِكَ

(تفسیر کبیر، ج 2، ص 325)

(۱۰) ما حصل فی العقل ہو جائے یعنی اس پر اسباب قائم ہو جائیں تو وہ علم غیب نہیں اس پر امام قرطبی کی ایک عبارت ملاحظہ ہو۔ آپ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:

وَرُوِيَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى الحجاجِ مُنجِّم فَاَعْتَقَلَهُ الحَجَّاجُ ثم أخذ حَصيات فعدَّهنَّ ثم قال: كَمْ فِي يَدَيَّ من حصاة فَحَسِبَ المنجم ثم قال: كذا فأصاب ثم إعتقله فأخذ حصيات لم يَعُدَّهُنَّ فقال: كم في يدي فحسب فأخطأ ثم حسب فأخطأ ثم قال: أيها الأميرُ أظنُّك لا تعْرِفُ

عَدَدَهَا قال: لا قال: فإني لا أُصِيبُ قال: فما الفرقُ قال: إنَّ ذلك أحْصَيْتَهُ فَخَرَجَ عَن حَدِّ الغَيْبِ وهذا لمِ تُحْصِه فهو غيب ولا يعلم من في السماوات والأرض الغيب إلا الله

(تفسیر قرطبی، ج7،ص302،سورۃ النمل، آیت65)

فائدہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی چھپی ہوئی بات کو معلوم کرلینا علم غیب نہیں جیسا رضاخانیوں کا نظریہ ہے۔ ورنہ کبھی بھی شرح عقائد میں کاہنوں اور نجومیوں کے علم غیب کے دعوے پر کفر کا فتویٰ نہ لگتا۔

شرح عقائد میں ہے:

و تصديق الكاهن بما يخبر به عن الغيب كفر

(شرح عقائد مع حواشی،ص615)

(۱۱) علامہ تفتازانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الاستغراق ضربان حقيقي وهو ان يراد كل فرد مما يتناوله اللفظ بحسب اللغة نحو عالم الغيب الشهادة

(مطول،ص137)

یعنی استغراق کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی کے لفظ ہی سے تمام افراد کی شمولیت کا ارادہ کیا گیا ہو جیسے عالم الغیب والشہادۃ

معلوم ہوا کہ علم غیب کہتے ہی اسے ہیں جو کلی حاوی ہو بعض ہو کسی اعتبار سے جزئی ہو وہ ہر گز علم غیب نہیں۔

(۱۲) مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

"غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو انسان نہ تو آنکھ ناک کان وغیرہ حواس سے محسوس کرسکے اور نہ بلا دلیل بداہتہ عقل میں آسکے"۔

(جاء الحق،ص46)

(۱۳) بذریعہ آلات چھپی ہوئی چیز معلوم کی جاوے وہ علم غیب نہیں مثلاً کسی آلہ کے ذریعہ سے عورت کے پیٹ کا بچہ معلوم کرتے ہیں یا کہ ٹیلیفون اور ریڈیو سے دور کی آواز سن لیتے ہیں اس کو علم غیب نہ کہیں گے کیونکہ غیب کی تعریف میں عرض کر دیا گیا کہ جو حواس سے معلوم نہ ہو سکے...... جبکہ آلہ نے اس کو ظاہر کر دیا تو اب غیب کہاں رہا؟۔

(جاء الحق ص 48)

نوٹ: مفتی صاحب کے اس قول "جبکہ آلہ نے اس کو ظاہر کر دیا تو اب غیب کہاں رہا؟" کو بار بار پڑھیں گویا "ظہور" علم غیب کی نفی ہے۔ گویا "اظہار غیب" ہو گیا تو "علم غیب" نہ رہا۔ یارب سبحان۔

(۱۴) نواب احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

"علم جب غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد "ذاتی" ہوتا ہے"۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ سوم ص 283)

(۱۵) نواب احمد رضا خان صاحب کی ایک کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق ... ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے کشاف میں ہے اَلْمُرَادُ بِهِ الْخَفِيُّ الَّذِيْ لَا يَنفُذُ فيه ابتداءً اِلاَّ عِلْمُ اللَّطِيفِ الخبير ولهذا لا يجوز ان يُّطلقَ فيقال فلان يعلم الغيب غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے جس میں ابتدا صرف اللہ تعالیٰ کا علم نافذ ہوتا ہے اس لئے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں کہ فلاں شخص غیب کو جانتا ہے...... علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں وانما لم يجز اطلاق في غَيْرِهٖ تعالى لانه يُتَبَادرُ منه تَعَلُّقُ عِلْمٍ به ابتداءً فيكون مناقضاً وَاَمَّا اذا قُيِّدَ قيل اعلمه الله تعالى الغيب او اطلعه عليه فلا محذورَ فيه (اللہ تعالیٰ کے غیر کیلئے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداء سے ہے تو یہ تو قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا لیکن جب اس کو مقید کیا

جائے اور یوں کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالی نے غیب کی خبر دی ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج9،ص 81 دار العلوم امجدیہ)

(۱۶) بدعتی شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی کہتے ہیں:

"حضور اقدس ﷺ کو اللہ عزوجل نے جمیع ماکان و مایکون کا علم عطا فرمایا تھا۔ حضور ﷺ بلاشبہ غیب جانتے تھے۔ مگر حضور پر لفظ 'عالم الغیب' کا اطلاق درست نہیں۔ لفظ 'عالم الغیب' اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ دوسرے پر اس کا اطلاق درست نہیں اس کی مثال لفظ 'رحمن' ہے اس کے باوجود کہ حضور ﷺ 'رحمۃ للعالمین' قرآن میں حضور کو 'رحیم' فرمایا گیا پھر بھی حضور کو 'رحمن' کہنا جائز نہیں اس لئے یہ لفظ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے ویسے ہی لفظ 'عالم الغیب' ہے کہ اس کے باوجود جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہیں حضور کو 'عالم الغیب' کہنا درست نہیں کہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 455.454، دائرۃ البرکات گھوسی، دسمبر 2011)

(۱۷) بدعتی مناظر مولانا عبد المجید سعیدی لکھتے ہیں:

"ہم پر یہ افترا کیا ہے کہ ہم اللہ کا مخصوص نام 'عالم الغیب' علی الاطلاق حضور سید عالم ﷺ کو دیتے ہیں۔۔۔ کیونکہ ہم حضور سید عالم ﷺ کے خداداد علم غیب کے قائل ہیں مگر "عالم الغیب" کے لفظ بہیئت ترکیبیہ علی الاطلاق آپ ﷺ پر بولنے کے قائل نہیں۔ یہ ایک دقیق علمی بحث ہے جو حکم و اطلاق کے عنوان سے اہل علم میں معروف ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض امور بعض ذوات کیلئے ثابت ہوتے ہیں لیکن ان کے مفہوم کو ادا کرنے والے بعض الفاظ کسی شرعی مضائقہ کی بنا پر نہیں بولے جاتے جس کی مثالیں دلائل شرعیہ میں موجود ہیں از انجملہ ایک یہ کہ اللہ تعالی ہر چیز کا خالق ہے چنانچہ وہ خود فرماتا ہے اللہ خالق کل شیئ مگر اس کے باوجود لائق نفرت چیزوں کو اللہ سے نسبت دیکر اسے ان کا خالق کہنا مثلاً خالق الخنازیر والقردۃ وغیرہ کا اطلاق بالاتفاق درست نہیں مثلاً تمام

Sca

انبیا و رسل کرام بالخصوص سید عالم ﷺ بہت عزت اور بزرگی کے مالک ہیں مگر ان میں سے کسی کے نام کے ساتھ ''عزوجل'' کہنا بالاتفاق درست نہیں۔ اسی طرح ہر شخص کسی نہ کسی شکل میں کسی نہ کسی پر رحم کرتا ہے مگر اس کی بنیاد پر کسی کو ''رحمن'' کہنا ہرگز جائز نہیں کہ اس کا جو حقیقی معنی و مفہوم ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔۔۔ یہی فلسفہ عالم الغیب کے لفظوں میں ہے اس میں علم ذاتی ازلی ابدی مطلق محیط تفصیلی کا بیان ہے جو کسی کیلئے ماننا اسے الہ ماننا ہے''۔

(علم النبی ﷺ پر اعتراضات کا قلع قمع ص 20، کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان)

سوال یہ ہے کہ آخر کس اصول و دلیل سے لفظ ''عالم الغیب'' اللہ کے ساتھ خاص ہے؟ وہ دلیل و اصول پیش کیا جائے۔ اسی دلیل و اصول سے ہم ان شاء اللہ ''علم غیب'' کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا بیان کریں گے جیسا کہ ماقبل میں حوالے گزر بھی چکے۔ جب لفظ ''عالم الغیب'' اللہ کے ساتھ خاص ہے اور جیسا کہ باوجود حضور ﷺ کے ''رحیم'' و ''رحمۃ للعالمین'' ہونے کے حضور ﷺ کو ''رحمن'' نہیں کہہ سکتے اسی طرح باوجود حضور ﷺ کو ''انباء الغیب'' حاصل ہونے کے حضور ﷺ کے علم کو ''علم غیب'' نہیں کہہ سکتے۔ جب عالم الغیب سے متبادر مفہوم ''علم ذاتی ازلی ابدی مطلق محیط تفصیلی'' ہے تو یہی مفہوم ''علم غیب'' سے بھی متبادر ہے جس پر ہم دلائل ماقبل میں دے چکے ہیں خود آپ کے اعلیٰ حضرت بھی تفسیر کشاف کے حوالے سے اس کو تسلیم کر چکے ہیں تو آخر ان الفاظ کا اطلاق نبی کریم ﷺ پر ناجائز کیوں نہیں؟

بہرحال خلاصہ کلام یہ کہ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ وہ علم جو حواس کے ذریعہ سے حاصل ہو یا عقل سے معلوم ہو یا دلیل کے ساتھ ہو اسے ''علم غیب'' نہیں کہا جاتا بلکہ علم غیب کہتے ہی اسے ہیں جو ذاتی ہو۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام اور مخلوق کے علم پر ''علم غیب'' نہیں بولا جاتا۔ چنانچہ بریلویوں کے پیر طریقت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مرحوم لکھتے ہیں:

''پہلے غیب کا معنی بتائے جاتے ہیں غیب نام ہے اس چیز کا جو حواس ظاہرہ و باطنہ کے ادراک اور علم بدیہی استدلالی سے غائب ہو اور یہ علم حضرت حق سبحانہ کے ساتھ مختص ہے جو کہ

ان آیات میں مراد ہے اگر اس علم غیب کا کوئی مدعی ہو اپنے نفس کیلئے یا کسی غیر کیلئے تو کافر ہے مگر جو خبر رسول اللہ ﷺ دیتے ہیں وہ یا تو بذریعہ وحی حاصل ہوتی ہے یا اللہ تعالی اس کا علم ضروری نبی کے اندر پیدا فرما دیتے ہیں تو یہ "علم غیب" میں داخل نہیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ، ص 114)

اسی واسطے علم غیب کا خاصہ خداوندی کہا گیا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثُمَّ لِيَعْلَمَ أَنَّهُ يَجِبُ أَنْ يُنْفَى عنهم صِفَاتُ الوَاجِبِ جَلَّ مجدُه مِنَ العِلْمِ بِالْغَيْبِ وَالْقُدْرَةِ عَلَى خَلْقِ الْعَالَمِ إِلَى غَيْرِ ذَالِكَ وَلَيْسَ ذَالِكَ بِنَقْصٍ

(تفہیمات الٰہیہ، ج 1، ص 24)

پھر جان لیجئے کہ لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے واجب الوجود جل مجدہ کی صفات کی نفی کی جائے جیسے علم غیب اور عالم کی تخلیق وغیرہ اور ان امور کی نفی ہرگز ان کی شان میں کمی نہیں کرتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بیٹے اور جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں:

"یا رتبہ آئمہ و اولیاء برابر رتبہ انبیاء و مرسلین گرداند و انبیاء و مرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس و ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند"۔

(تفسیر عزیزی، ج 1، ص 52)

شرک و کفر کی باتوں میں سے ہے کہ آئمہ و اولیاء کا رتبہ انبیاء علیہم السلام کے برابر جاننا اور انبیاء علیہم السلام کیلئے لوازم الوہیت جیسے علم غیب کا عقیدہ رکھنا یا ہر ایک کی پکار ہر ایک جگہ سے سن لینا یا تمام مقدورات پر ان کی قدرت (مختار کل) ماننا۔

بدعتی شیخ الحدیث مولانا فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ پر علم غیب کا لفظ نہیں استعمال کرنا چاہئے آج تک کسی عالم یا مفسر نے حضور علیہ الصوۃ والسلام کیلئے علم غیب کا استعمال نہیں کیا اس لئے کہ عالم الغیب اللہ تعالی کے

اسماء میں سے ہے لہٰذا یہ صفت مخلوق پر استعمال کرنے سے شرک فی الاسماء ہوگا اسی لئے حضور علیہ السلام کیلئے علم غیب ثابت کرنا شرک ہے"۔

(غایۃ المامول فی علم الرسول ص 347)

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ علم غیب شریعت کی اصطلاح میں وہ علم ہے جو اللہ کے ساتھ خاص ہے جو کہ ازلی دائمی اور کلی ہے جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہے۔ ہاں بعض اوقات ان علوم غیبیہ میں سے بعض غیب کی باتوں کا علم بطور اخبار یا اطلاع انبیاء علیہم السلام کو وحی کی جاتی ہے جسے اطلاع علی الغیب، انباء الغیب، اخبار الغیب کہا جاتا ہے قرآن و حدیث میں کہیں بھی مخلوق کے علم پر علم غیب کا اطلاق نہیں کیا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ

(سورہ سبا، آیت 14، پارہ 22)

ترجمہ: پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے، کھاتا رہا ان کا عصا سو جب وہ گر پڑے تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ علم غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

غور فرمایئے اس آیت میں صرف ایک واقعہ سے لاعلمی (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت) پر علم غیب کی نفی کا حکم لگایا گیا۔ معلوم ہوا کہ علم غیب میں کلی ہونا اور دائمی ہونا ضروری ہے۔

اس اصطلاح پر آل بدعت بھی ہم سے متفق ہیں

ہم نے علم غیب کا جو شرعی معنی بیان کیا اس پر بریلوی حضرات بھی ہم سے متفق ہیں چنانچہ بریلوی پیر محمد چشتی پشاوری صاحب لکھتے ہیں:

"علم غیب کا لفظ اس کے شرعی مفہوم کیلئے موضوع ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ

ہے"۔(اصول تکفیر،ص 389)

مزید لکھتا ہے:

"علم غیب کا اپنے شرعی مفہوم کے اعتبار سے اللہ تعالی کی صفت مختصہ ہونے کی بنا پر اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف مطلقا یعنی فلان یعلم الغیب جیسے استعمال کا ناجائز ہونا صرف اہل سنت کی چار دیواری کا مسئلہ نہیں بلکہ کل مکاتب فکر اسلام کے نزدیک متفقہ ہے"۔

(اصول تکفیر،ص 393)

پس جب شرعی معنی میں یہ اللہ کی صفت خاصہ ہے تو جس طرح کسی پر رسول کا اطلاق کر کے اس کے لغوی معنی مراد لینا جائز نہیں صلوۃ یا حج کی حرمت کا فتوی دے کر اس سے مراد لغوی معنی لینا جائز نہیں اسی طرح مخلوق کے علم کو "علم غیب" کہنا بھی جائز نہ ہوگا۔

مخلوق کے علم کو علمِ غیب کیوں نہیں کہہ سکتے؟

ماقبل کی ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ علم غیب وہ ہے جو ذاتی ہو ازلی ہو قدیم ہو حادث نہ ہو جزئی نہ ہو ذو واسطہ نہ ہو عطائی نہ ہو۔ پس مخلوق کو علم غیب حاصل ہونے کی کوئی سبیل نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق کو جو بھی علم و معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ سبب و واسطہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ آپ نے پڑھا ہوگا شرح العقائد میں کہ:

اسباب العلم للمخلوق ثلاثۃ الحواس الخمسۃ الخبر الصادق العقل

یعنی مخلوق کو جو بھی علم حاصل ہو اس کے حصول کے ذرائع تین ہیں حواس خمسہ ظاہرہ، خبر صادق اور عقل۔ پس مخلوق کو جو بھی علم حاصل ہو وہ ان تین واسطوں سے حاصل ہوگا اور ظاہر ہے کہ علم غیب کی تعریف میں آپ نے پڑھا کہ اس میں سے کوئی بھی واسطہ نہیں یہی ذاتی کا مطلب ہے۔ وحی کشف، الہام یہ خبر صادق میں داخل ہیں تو نبی کا علم وحی کے ذریعہ ہوتا ہے لہذا وہ علم غیب نہ ہوا۔ اب دیکھیں ماقبل میں ذکر کردہ علامہ آلوسی حنفی کی اس عبارت کو دوبارہ پڑھیں کس قدر صریح ہے ہمارے موقف پر:

فَالعِلْمُ بِهِ لِكَوْنِهِ بِوَاسِطَةِ الأَسْبَابِ لَا يَكُونُ مِنْ عِلْمِ الغَيْبِ المَنْفِيِّ عَنْ

غَيْرِهٖ تعالىٰ فِي شَيْءٍ

ذاتی وعطائی کی تقسیم تقسیم الشیئ الی نفسہ والیٰ غیرہ ہے

یہ بات سمجھ لینے کے بعد کہ علم غیب ہوتا ہی ذاتی ہے عطائی علم غیب نہیں ہوتا اب جو لوگ علم
یب کی تقسیم کرتے ہیں:

(۱) علم غیب ذاتی (۲) علم غیب عطائی

تو اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں ایک تو تقسیم الشیئ الی نفسہ کیونکہ علم غیب ہوتا
ذاتی ہے تو اس کی ذاتی کی طرف تقسیم کا کیا مطلب؟ اور عطائی علم غیب ہوتا ہی نہیں لہذا اس کی
رف تقسیم تقسیم الشیئ الی غیرہ ہے۔ اور یہ دونوں یعنی تقسیم الشی الی نفسہ
یر واہل علم کے ہاں باطل ہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ایک عبارت اور علمِ غیب لغوی

یاد رکھئے کہ انباء الغیب، اخبار الغیب، اظہار الغیب، اطلاع علی الغیب، علم غیب لغوی یہ سب
ترادف الفاظ ہیں۔ یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو حاصل ہیں اور پیارے نبی کریم ﷺ کا حصہ ان
ں سب سے وافر ہے جو اس کا انکار رہے وہ کافر، زندیق و ملحد ہے۔

مگر ان غیوب یا اس علم پر "علم غیب" کا اطلاق ہرگز نہیں ہوتا اور یہ کھلا الحاد و زندقہ ہے۔
یونکہ اصطلاح میں علم غیب اسی کو کہتے ہیں جو ذاتی ازلی اور کلی ہو۔ اگر ایک شخص کہے کہ میں نبی
کریم ﷺ کیلئے اخبار غیب مانتا ہوں لیکن اس پر اطلاق علم غیب کا کروں گا تو یہ درست نہیں اور
ی طرح ہے جیسے کوئی مسجد سے اعلان کرے کہ لا صلوۃ لا صلوۃ اور مراد یہ لے کہ صلوۃ سے
ادمیہ ی شرعی اصطلاح یعنی نماز نہیں بلکہ "تحریک صلوین" ہے۔ ایک شخص اپنے پیر کو معاذ اللہ
"رسول" کہے اور مراد یہ لے کہ اس رسول سے مراد لغوی رسول یعنی "پیغام رساں، ڈاکیہ، مینجر"
ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ کھلی تلبیس اور الحاد ہے اس کی اجازت قطعاً نہیں دی جا سکتی۔ ہمارے اکابر
ں جن کتب میں علم غیب کا اطلاق مخلوق کیلئے کیا گیا ہے تو وہاں تاویل کریں گے اور ان کی

عبارتوں کو قرآن وحدیث کے مطابق کریں گے اور حسن ظن رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا تسامح تھا اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

اس موقع پر اہل بدعت مفسر شہیر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں مناسب ہے کہ یہاں اس پر گفتگو کر لی جائے۔

بعض تفاسیر میں حضرت خضر علیہ السلام کیلئے علم غیب کا لفظ آیا ہے۔اس سلسلے میں اولاً گزارش ہے کہ وہ روایت قرآن وحدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔قرآن وحدیث کی بنیاد پر اقوال میں تاویل کی جائے گی نہ کہ اقوال کی بنیاد پر قرآن وحدیث میں۔ثانیاً آج سے کچھ عرصہ قبل راقم نے ایک رسالہ میں اس کا جواب دیا تھا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں نقل کر دوں۔

قریباً ایک سال سے ہمارے مضمون وچیلنج سے مفرور اور حال ہی میں حضرت مفتی ندیم صاحب مدظلہ العالی کے ہاتھوں ندائے غیر اللہ کے موضوع پر شرمناک شکست کھانے والے مولوی ایاز باچا سیفی صاحب نے اپنی رسوائی پر پردہ ڈالنے کیلئے سوات مناظرہ کے نام سے ایک غیر معروف مولوی کے ساتھ علم غیب پر مناظرہ کا ڈھونگ رچایا جس میں نہ متکلم کا پتہ نہ معاون کا نہ صدر کا عجیب طرفہ تماشہ ہوا ہے اسی مناظرے میں ایاز سیفی صاحب بار بار تفسیر ابن کثیر سے حضرت ابن عباسؓ کا ایک موضوعی اثر پیش کرتے ہیں بعد میں اسی اثر کے متعلق انہوں نے متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب کو بھی فون کیا حضرت مفتی ندیم صاحب محمودی مدظلہ العالی نے اپنے ایک بیان میں اس جعلی و موضوعی روایت کی خوب خبر لی ہے جس کے جواب میں اہل بدعت سوائے لغوی کی لغوی و اصطلاحی و اصطلاحی کی لغوی و اصطلاحی گردان کے کچھ نہ بول سکے مناسب معلوم ہوا کہ افادہ عام کیلئے اس روایت کا تحریری طور پر بھی ایک محققانہ جائزہ لے لیا جائے تاکہ دوبارہ اہل بدعت کو اس روایت کو پیش کرنے کی جرات ہی نہ ہو۔

تفسیر ابن کثیر کی عبارت

کان رجلا یعلم علم الغیب (تفسیر ابن کثیر، ج5، ص175)

الجواب بعون الوھاب:

روایت کے راویوں پر ایک نظر

اس روایت کا پہلا راوی محمد بن اسحق ہے جو مختلف فیہ راوی ہے اس کے بارے میں تفصیلی جرح کیلئے امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ کی کتاب احسن الکلام کا مطالعہ کریں یا پھر مفتی ندیم صاحب محمودی کا بیان سماعت فرمالیں۔

جن حضرات نے محمد بن اسحق کی توثیق کی ہے وہ مغازی کے متعلق ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ مغازی میں تو اس کی روایت لے لی جائے گی البتہ حلال وحرام میں اس سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا یحیی بن معین بھی یہی کہتے ہیں کہ میں فرائض میں اس کی روایت سے احتجاج کو پسند نہیں کرتا۔

(الجرح والتعدیل، ج7 ص193 مطبوعہ حیدرآباد دکن)

جب اس کی روایت حلال وحرام میں معتبر نہیں تو عقائد کے باب میں کیسے پیش کی جاسکتی ہے؟

ہم یہاں اختصاراً اتمام حجت کیلئے بریلوی حضرات کے مناظر اعظم مولوی نظام الدین ملتانی صاحب جس کا شمار مفتی عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے "تذکرہ اکابر اہلسنت" میں اپنے اکابر میں سے کیا ہے کی جرح پیش کررہے ہیں:

"تمام محدثین نے مانا ہے جس کو یحیی بن قطان چھوڑ دیں گے ہم بھی اس کو چھوڑ دیں گے اور یحیی بن قطان نے محمد بن اسحق کے بارے میں لکھا ہے: اشھد ان محمد بن اسحق کذاب اور میزان الاعتدال اور مالک نے اس کو دجال کہا ہے اور سلیمان تیمی نے کذاب اور علامہ بدرالدین عینی نے اس کو مدلس لکھا ہے اور امام نووی نے لکھا ہے لیس فیہ الا التدلیس دیکھو بناء جلد اول ص711 اور اسی صفحہ میں لکھتا ہے کہ جب مدلس

عن سے روایت کرے تو وہ روایت قابل تسلیم نہیں ہوا کرتی: وهو الذی قلنا مدلس اذا قال عن فلان لا يحتج بحديثه عند جميع المحدثين مع انه قد كذبه مالك و ضعفه احمد و قال لا يصح الحديث عنه.....الخ یعنی ہم کہتے ہیں کہ جب مدلس عن فلاں کہے تو حدیث اس کی حجت نہ ہوگی نزدیک تمام محدثین کے اور امام مالک نے محمد بن اسحق کو کذاب کہا ہے اور امام احمد نے ضعیف کہا ہے اس سے حدیث بیان کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور کہا ابوزرعہ نے اس کا اعتبار کسی شے میں نہیں کیا جاسکتا"۔

(انوار شریعت۔ ج2 ص49)

مولانا نظام الدین ملتانی اور اس کی انوار شریعت سے استدلال کرتے ہوئے مولوی سید احمد علی شاہ سیفی لکھتا ہے:

"اس کے علاوہ مولانا نظام الدین بریلوی نے بھی اشارہ کو منع لکھا ہے حالانکہ وہ اپنے وقت کے مناظر تھے اور اشارہ کرنے کے بارے میں کئی دلائل نقل کیے ہیں (جامع الفتاوی ج2 ص 113 حصہ چہارم المعروف انوار شریعت)"۔

(مجموعہ رسائل حصہ دوم ص 354)

آپ کے امین باجوڑی سیفی نے احمد علی شاہ کو جید اہلسنت عالم اور پیر سیف الرحمن کا مرید لکھا ہے۔ (الشدائد علی المکائد ص 4 مطبوعہ باجوڑ ایجنسی)

معلوم ہوا کہ نظام الدین ملتانی بریلوی صاحبان اور سیفی صاحبان دونوں کا معتبر آدمی ہے۔ یہی مولانا نظام الدین ملتانی اپنے ایک اور فتوی میں لکھتے ہیں:

"محمد بن اسحق بن یسار راوی ہے جو قابل سند بیان کرنے کے نہیں کیونکہ اس کے حق میں یحیی بن قطان جن کو تمام محدثین نے مانا ہے وہ محمد بن اسحق کے متعلق لکھتے ہیں: اشهد ان محمد بن اسحق كذاب یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحق بڑا جھوٹا ہے اور امام مالک نے اس کو دجال لکھا ہے اور سلیمان بن دارقطنی نے اس سے دلیل پکڑنے کو

منع کیا ہے اور صاحب تقریب نے اس کو مدلس لکھا ہے"۔
(فتاوی نظامیہ ص 228 مطبوعہ لاہور)

حسن بن عمارہ

اس روایت کا دوسرا راوی ہے:
امام شعبہ کسی ایسی روایت سے احتجاج نہیں کرتے جس میں حسن بن عمارہ ہوتے۔ یحی بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے۔ امام احمد بن حنبل سمیت کئی محدثین کہتے ہیں متروک الحدیث۔
(تاریخ بغداد ج 9 ص 361)

قال النسائی حسن بن عمارہ متروک الحدیث
(الضعفاء والمتروکین ص 169)

متروک الحدیث کی جرح محمد بن اسحاق پر بھی ہے اور یہ جرح مفسر ہے (تدریب)
شعبہ کہتے ہیں کہ حسن بن عمارہ سے روایت جائز نہیں وہ حدیث رسول پر جھوٹ بولتا ہے۔
(الضعفاء الکبیر ج 4 ص 237)

ابن عیینہ نے اس کو ضعیف قرار دیا عبداللہ ابن مبارک نے اس کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔
(الکامل فی ضعفاء ج 3 ص 280)

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں منکر الحدیث. اس کی احادیث موضوعی ہیں. لا یکتب حدیثہ
(تہذیب التہذیب، ج 1 ص 204)

قال ابو حاتم و مسلم و النسائی و و الدار قطنی متروک الحدیث
(تہذیب التہذیب، ج 1 ص 205)

میزان الاعتدال ج 1 ص 341 میں بھی اس پر تفصیلی جرح موجود ہے۔
ایسے ضعیف اور موضوعی راویوں سے جعلی روایت پیش کرنے پر اور پھر سوات مناظرے میں ایاز نیئی کا یہ کہنا کہ ابن عباس ؓ کی یہ روایت مدرک بالقیاس نہیں اس لئے حکما مرفوع ہے کچھ تو ان لوگوں کو شرم کرنی چاہیے۔

مولانا ایاز سیفی صاحب کی اپنی رائے

کچھ دن قبل محمد بن اسحق کے متعلق مولانا ایاز سیفی صاحب کو فون کیا گیا (ریکارڈنگ محفوظ ہے) اور ان کے سامنے فون کا مدعیٰ پیش کیا گیا تو موصوف فرماتے ہیں جی آپ اشکال پیش کر سکتے ہیں جب ان سے کہا گیا کہ محمد بن اسحق کو امام مالکؒ نے کذاب و دجال کہا ہے آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے تو سوال گندم جواب چنا دیتے ہوئے کہا کہ بہت سے فقہاء نے اس کی روایتوں سے "استحباب" کو ثابت کیا گیا جب کہا گیا کہ فقہاء کو چھوڑیں اپنی رائے دیں تو ایک دم سے بھپر گئے کہ میں کسی کی دعوت پر آیا ہوں تم شاگرد ہو استاذوں کو بلاؤ موصوف سے کہا گیا کہ طالب علم ہیں اسی لئے تو فون کیا اگر طالب علم کو جواب دینا جائز نہیں تو کل سے مدرسے بند کر دو کہ تم طالب علم ہو تمہیں کیا پتہ...... جس کے بعد ایاز صاحب نے فون کال کاٹ دی۔

بہر حال اس سے کم سے کم اتنا تو معلوم ہوا کہ سیفی صاحب کے نزدیک بھی محمد بن اسحق کی روایت سے زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت کیا جا سکتا ہے حلال و حرام فرض و واجب کے وہ بھی قائل نہیں تو پھر اس روای کو عقیدہ کے مسئلہ میں پیش کرنا جس کیلئے نص قطعی چاہئے کیا صریحا دجل وفریب نہیں؟

بر سبیل تسلیم

اگر بالفرض اس روایت کو درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ عبارت مولانا احمد رضا خان صاحب کے اصول پر کفریہ عبارت ہے

اہل علم حضرت ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں "علم الغیب" ہے مرکب غیر مفید ہے یعنی علم کی اضافت غیب کی طرف ہے۔ اور یہ جملہ مرکب اضافی ہے اور مولانا احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

"علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصا جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے"۔

(ملفوظات حصہ سوم ص 36 رضوی کتب خانہ بریلی)

عبارت مووّل ہے

کسی کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا ہمارے نزدیک کفریہ عقیدہ ہے اور مولانا احمد رضا خان کی مندرجہ بالا عبارت کی رو سے تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت آپ کے مذہب میں بھی "کفریہ" ہوئی کیونکہ اس سے علم غیب ذاتی متبادر ہو رہا ہے۔ لہذا اس عبارت کو ظاہر پر محمول نہیں کیا جائے گا بلکہ تاویل کی جائے گی۔ اور تاویل یہ کہ اس عبارت میں علم غیب سے مراد علم غیب اصطلاحی نہیں جو کلی ذاتی ازلی ہو بلکہ مراد علم غیب لغوی ہے یعنی غیب کی کسی بات کا علم، (ثبوت بفرد ما) اور ظاہر ہے کہ غیب کی کسی بات کا جان لینا بطور انباء الغیب یا اخبار الغیب کسی کے ہاں بھی کفر نہیں۔ علم غیب لغوی و اصطلاحی کی یہ تفریق ہماری خانہ زاد نہیں بلکہ آپ کے مسلک کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی صاحب جن کے بارے میں مفتی منیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

"مصنفاتِ علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر علماء اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مد اللہ ظلہما نے مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے مستند و متفق علیہا قرار دیا ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے ہیں"۔

(تفہیم المسائل۔ ج 3۔ ص 17۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز طبع دوم ۲۰ ؟)

معلوم ہوا کہ نہ صرف اشرف سیالوی بلکہ تبیان القرآن و شرح مسلم بھی بریلوی مسلک میں حجت استناد کا درجہ رکھتی ہیں۔ اسی تبیان القرآن میں مولانا غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق ...... ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے کشاف میں ہے اَلْمُرَادُ بِهِ الْخَفِيُّ الَّذِیْ لَا يَنْفُذُ فيه ابتداءً اِلاَّ عِلْمُ اللَّطِيفِ الخبير ولهذا لا يجوز ان يُّطلقَ فيقال فلان يعلم الغيب غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے جس میں ابتدا صرف اللہ تعالیٰ کا علم نافذ ہوتا ہے اس لئے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں کہ

فلاں شخص غیب کو جانتا ہے...... علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں
وانما لم یجز اطلاق فی غَیْرِہٖ تعالی لانه یُتَبَادرُ منه تَعَلُّقُ عِلْمٍ به ابتداءً فیکون مناقضاً وآمّا اذا قُیِّدَ قیل اعلمه الله تعالی الغیب او اطلعه علیه فلا محذورَ فیه (اللہ تعالیٰ کے غیر کیلئے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداء سے ہے تو یہ تو قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا لیکن جب اس کو مقید کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبر دی ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج9،ص 81 دار العلوم امجدیہ)

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں...... علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصا جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے''۔ (ملفوظات حصہ سوم ،ص 34 مدینہ پبلشنگ کراچی)

اعلیٰ حضرت بریلوی اور شبیر احمد عثمانی دونوں نے ہی یہ تصریح کی ہے کہ علوم اولین وآخرین کے حامل ہونے اور بکثرت غیوب پر مطلع ہونے کے باوجود نبی ﷺ کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا ہر چند کے ازروئے لغت اور معنی صحیح ہے لیکن اصطلاحا صحیح نہیں ہے''۔

(تبیان القرآن ج4،ص 487)

معلوم ہوا کہ اگر کسی کی عبارت میں ''علم الغیب'' کا لفظ آجائے تو اس سے مراد اصطلاحی علم غیب نہیں ہوگا جس میں آپ کا اور ہمارا کفر و اسلام کا اختلاف ہے بلکہ لغوی اعتبار سے غیب کی باتوں کا بطور انباء معلوم ہونا مراد ہوگا مگر چونکہ یہ اطلاق بھی ایہام شرک وکفر سے خالی نہیں اس لئے اس کے اطلاق کی اجازت نہیں دی جائے گی اور اگر کسی کتاب میں اس کا اطلاق ہو تو اسے تعبیر کی غلطی پر محمول کیا جائے گا۔

نواب احمد رضا خان صاحب کے بارے میں سیفیوں کے آفتاب ہدایت سید احمد علی شاہ لکھتے ہیں:

"آج کے عہد میں اس قسم کے اختلافی مسائل میں ہم اہل سنت کیلئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول فیصل ہے"۔
(مجموعہ رسائل. جلد دوم ص 291 ناشر جامعہ امام ربانی کراچی)

لہٰذا اب سیفی حضرات مولانا احمد رضا خان اس لغوی و اصطلاحی کی تفریق علم الغیب کے مسئلہ میں تسلیم کریں۔

لغت و اصطلاح کی لغوی و اصطلاحی تعریف

مولانا ایاز باجا سیفی نے سوات کے نام نہاد مناظرے میں اور ان ہی کے ایک ہم مشرب نے حضرت مفتی ندیم صاحب محمودی مدظلہ العالی کے ایک محققانہ بیان پر اس موقع پر لایعنی سوالات اٹھاتے ہوئے کہا کہ لغۃ کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو اور پھر اصطلاح کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔ گویا ان عقل کے دشمنوں کے ہاں یہ سوال ایسے لاینحل ہیں کہ پوری دنیا چھان لینے کے بعد بھی شائد ان سوالات کے غوامض، دقائق و لطائف تک رہنمائی نہ ہو سکے بہرحال اتمام حجت کیلئے ہم ان سوالوں کے جوابات بھی دے دیتے ہیں۔

لغت کی لغوی و اصطلاحی تعریف

من باب رضی یرضی لغی یلغی اذا لھج بالکلام
ھی فعلۃ من لغوت ای تکلمت حدیث میں آتا ہے من قال فی الجمعۃ صه
فقد لغا ای تکلم حد اللغۃ: اصوات یعبر بھا کل قوم عن اغراضھم
و قال الاسنوی اللغات عبارۃ عن الالفاظ الموضوعۃ للمعانی
(المزھر فی علوم اللغۃ. ج 1 ص 11)

قال ابن الحاجب فی مختصرہ حد اللغۃ کل لفظ وضع لمعنی
(مجلۃ التاریخ العربی ص 5227)
ھی ما یعبر بھا کل قوم عن اغراضھم (لتعریفات ص 192)

علمی فائدے کیلئے لغت کی لغوی و اصطلاحی تعریف کے بعد اب "علم لغت" کی تعریف بھی ملاحظہ فرمالیں:

ان علم اللغة هو معرفة افراد الكلم و كيفية اوضاعها

(تاج العروس، ج1، ص52)

فهو علم يبحث فيه عن مفردات الالفاظ الموضوعة من حيث دلالتها على معانيها بالمطابقة (البلغہ فی اصول اللغہ ص66)

اصطلاح کی لغوی واصطلاحی تعریف

الاصطلاح من باب افتعال وزنا و مادته صلح

الاصطلاح اتفاق قوم على تسمية الشيء باسم ما ينقل عن موضوعة الاول

(التعاریف للمناوی ص68)

اتفاق طائفة مخصوصة من القوم على وضع الشيء او الكلمة

(کشاف اصطلاحات الفنون ج1 ص27)

الاصطلاح هو اتفاق القوم على وضع الشيء وقيل اخراج الشيء عن المعنى اللغوى الى معنى آخر لبيان المراد

(کتاب الکلیات لابی البقاء ص184)

قال ابن الحاجب : الاصطلاح :عبارة عن اتفاق قام على تسمية الشيء باسم ما ينقل عن موضعه الاول الاصطلاح اخراج اللفظ من معنى لغوى الى آخر لمناسبة بينهما و قيل الاصطلاح اتفاق طائفة على وضع اللفظ بازاء المعنى و قيل الاصطلاح اخراج الشيء عن معنى لغوى الى معنى آخر لبيان المراد و قيل الاصطلاح لفظ معين بين قوم معينين

(التعریفات ص32 دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیجئے سیفی ایاز صاحب ! آپ کے بے مقصد سوالوں کے جوابات ہم نے ایسی کتب سے دے دئے ہیں جو آپ کو پڑھنا تو کیا دیکھنا بھی نصیب نہ ہوں گی ۔اس علمی فائدے پر ہمارا شکریہ ادا کرنا نہ بھولئے گا۔مگر سوال یہ ہے کہ آپ کے ان سوالوں کے جوابات آنے کے بعد بھی مسئلہ جوں کا توں موجود ہے اس لئے دوران مناظرہ اگر کوئی اس قسم کے لایعنی سوالات کے جوابات نہ دے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے علم نہیں بلکہ وہ اس میں لگ کر اپنا قیمتی وقت برباد نہیں کرنا چاہتا مثال کے طور پر جب آپ کو محمد بن اسحق کے متعلق فون کیا گیا تو تھوڑی ہی دیر میں جب آپ لاجواب ہونے لگ گئے تو یہ کہہ کر فون کاٹ دیا کہ میں دعوت پر آیا ہوں کھانا کھا رہا ہوں تم طالب علم ہو اپنے استاذ کو بلاؤ:اب آپ سے سامنے والا پوچھے:

(۱) دعوت کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۲) کھانے کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۳) طالب علم کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۴) استاذ کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۵) بلکہ فون پر بات کر رہے ہو فون کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۶) مناظرے میں کتاب پیش کی کتاب کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۷) دلیل کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۸) متکلم ،صدر مناظر،معاون مناظر کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

حاصہ جرا اب آپ بتائیں اگر آپ کی طرح کوئی اور اس لغوی و اصطلاحی کی گردان شروع کر دے تو بات کہاں تک پہنچ جائے؟ اور دل پر ہاتھ رکھ کر انصاف سے جواب دیں کہ کیا آپ ان لایعنی سوالوں کے جواب دینا پسند کریں گے؟

اس حوالے کے متعلق دیگر بھی کئی معروضات پیش کی جا سکتی ہیں سر دست اتنا کافی ہے ایاز سیفی صاحب اس سے قبل بھی ہمارے ایک مضمون کے اب تک قرضدار ہیں یہ الگ بات ہے کہ اپنے حواریوں کو خوش کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ میں نے ساجد خان کے مضمون کے جواب میں ایک حوالے

کے رد میں بیس بیس حوالے نقل کئے ہیں مگر شائد وہ حوالے فی الوقت غار سر من رای میں روافض کے بارہویں امام کے پاس نظر ثانی کیلئے بھیج دیئے گئے ہیں جواب تک منظر عام پر نہیں آئے۔اب یہ ایک اور قرض ایاز سیفی پر۔موصوف اوران کے اعوان وانصار میں جرات ہے تو ہمارے اس مضمون کا جواب لکھے مگر جواب لکھنے سے پہلے "لکھنے" اور "جواب" کی لغوی و اصطلاحی تعریف۔اگر جواب کسی رسالے میں ہے تو "رسالے" کی لغوی و اصطلاحی تعریف، اگر بذریعہ خط تو "خط" کی لغوی واصطلاحی تعریف لکھنا نہ بھولنا۔

اخبار الغیب پر علمِ غیب کا اطلاق تسامح ہے

ما قبل کی تفصیل سے واضح ہو چکا کہ جن بعض اکابر نے اخبار الغیب وغیرہ پر علم غیب کا اطلاق کیا اس سے مراد "لغوی علم غیب" ہے نہ "اصطلاحی علم غیب"۔لیکن اگر آل بدعت پھر بھی نہیں مانتے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ ان اکابر کا "تسامح" ہے ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی اور اس کی نظیر خود آل بدعت کی کتاب سے ملاحظہ ہو:

"فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص 565 میں ہے "کملی" کمبل کی تصغیر ہے۔ایک قسم کی ادنی پوتیں جو بکریوں اور بھیڑوں کی کھال سے تیار کی جاتی ہے اسے غریب درویش لوگ پہنا کرتے ہیں۔فیروز اللغات ص 766 میں ہے "کملی" کمبل کی تصغیر ہے۔چھوٹا کمبل بنا علیہ حضور اقدس ﷺ کے لباس کو کملی کہنا ممنوع ہے۔شامی میں ہے

مجرد ایہام المعنی المحال کاف للمنع کسی ناروا معنی کا ایہام منع کیلئے کافی ہے۔اس کی نظیر راعنا ہے۔۔۔۔اور یہاں کملی میں ایک ہی زبان میں تصغیر ہے۔اگرچہ دوسرا معنی بھی ہے اس لئے یہ بدرجہ اولی ممنوع ہوگا اگرچہ بولنے والے کی نیت تصغیر کی نہ ہو دوسرا معنی ہو"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1، ص 536،535)

"صیغہ تصغیر کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے۔۔اس لئے ایسے الفاظ جن کے کچھ معنی درست ہوں کچھ خبیث اور شرع میں وارد نہ ہوں اس کا استعمال اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں ممنوع ہے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج1،ص537)

''حضور اقدس ﷺ کو کملی والے یا اللہ کا دلبر کہنا جائز نہیں ''کملی'' کمل کی تصغیر ہے۔ حضور اقدس ﷺ یا انبیائے کرام سے جس چیز کا تھوڑا سا بھی تعلق ہو اسے صیغہ تصغیر سے ذکر کرنا جائز نہیں۔ تصغیر کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کا چھوٹا پن اور اس کی تحقیر کیلئے کوئی صیغہ استعمال کیا جائے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج1،ص538)

''مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے المعتمد المستند میں تصریح فرمائی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے متعلقات کو بصیغہ تصغیر ذکر کرنا مطلقاً ناجائز ہے علما نے لکھا ہے جس نے حضور اقدس ﷺ کے موئے مبارک کو شعیر کہا وہ کافر ہوگیا اس پر فرمایا (ترجمہ) یعنی حضور اقدس ﷺ کے متعلقات میں تصغیر کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ محبت کے طور پر ہو بلکہ تصغیر کبھی تعظیم کیلئے آتی ہے اس کے باوجود صرف ایہام ممنوع اور حرام ہونے کیلئے کافی ہے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ صیغہ تصغیر کسی بھی نیت سے شان نبوت میں استعمال کرنا ممنوع ہے خواہ بہ نیت محبت ہو خواہ بہ نیت تعظیم ہو خواہ بہ نیت اختصار وجہ اس کی یہ ہے کہ تصغیر کی اصل وضع تحقیر کیلئے ہے ۔۔۔ جب تصغیر کا صیغہ بولا جائے گا تو ذہن اول وہلہ میں تحقیر ہی کی طرف منتقل ہوگا''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج1،ص539)

خلاصہ کلام کہ کملی چونکہ تصغیر ہے اور تصغیر اصل میں تحقیر کیلئے وضع ہے عرف میں جب تصغیر جیسے کملی کا لفظ بولا جاتا ہے تو تحقیر ہی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے۔ خود امجدی صاحب کے بقول:

''تصغیر کا زیادہ تر استعمال تحقیر کیلئے ہوتا ہے''۔ (فتاوی شارح بخاری، ج1،ص517)

لہذا اس کا استعمال نبی کریم ﷺ کی شان میں کفر و گستاخی ہونا چاہئے۔ پھر اگر اس تصغیر سے نیت تعظیم ہو تب بھی بقول امجدی صاحب کے ذومعنی لفظ ہے اچھے اور خبیث دونوں معنی کو لئے ہوئے ہے ایسے لفظ کے بارے میں رضاخانی مذہب میں کفر ہے۔

مگر یہی مفتی لکھتا ہے:

''حضرت صدر الشریعہ یا بعض اکابر کے کلام میں اگر یہ لفظ آگیا ہے یہ عدم توجہ کی بنا پر جیسے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا منع ہے ۔حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں نقل فرمایا ہے کہ بعض علما نے فرمایا کہ جو مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور یہ بہت سے بزرگوں کے کلام میں موجود ہے ۔حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے لکھا:

بلبیک حجاج بیت الحرام　　　　به مدفون یثرب علیہ السلام

حضرت جامی کا مشہور شعر ہے:

کے بود یارب کہ رو دیثرب و بطحا کنم　　　　گہہ بمکہ منزل و گہہ در مدینہ جا کنم

ظاہر ہے کہ عدم توجہ کا ثمرہ ہے ۔اسی طرح جن اکابر کے کلام میں لفظ کلی وارد ہے وہ اسی بنا پر ہے کہ اس جانب توجہ نہ ہوئی کہ یہ کلمہ تصغیر ہے ورنہ وہ ہرگز استعمال نہ کرتے''۔

(فتاوی شارح بخاری ،ج ا،ص ۵۴۰)

''اور جو بعض اکابر کے کلام میں آگیا ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اکابر سے بھی بوجہ بے التفاتی اس قسم کی لغزش ہوتی چلی آئی ہے''

(فتاوی شارح بخاری ،ج ا،ص ۵۳۷)

پس اس بریلوی اصول کی بنیاد پر جب نبی کریم ﷺ کی توہین پر مشتمل لفظ بھی معاذ اللہ عدم توجہی کی بنیاد پر اکابر استعمال کر سکتے ہیں تو اگر کسی نے علم غیب کا اطلاق بھی کر لیا تو یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ۔لیکن اب جس طرح معلوم ہونے کے بعد ''کلی'' کا اطلاق حضور ﷺ پر حرام ہے اسی طرح علم کے بعد حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاع بھی حرام ہوگا۔

اہلِ بدعت کا ایک مغالطہ علم غیب اخبار غیب کو مستلزم

یہاں اہل بدعت ایک مغالطہ دیتے ہیں کہ دیکھو جب آپ کہتے ہو کہ نبی کریم ﷺ کو اطلاع علی الغیب ہے ۔یا ان پر غیب کا اظہار ہوا ،یا بعض انباء الغیب ان کو حاصل ہے تو اطلاع ،اخبار ،انباء یہ

علم کو لازم ہے تو اب انہیں عالم الغیب یا ان کے غیب کو علم الغیب کہنا کیوں جائز نہیں؟

اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ اگر اطلاع علی الغیب علم غیب کو لازم ہے تو حضور ﷺ کے واسطے سے بہت سے غیوب کی اطلاع ہمیں اور آپ کو بھی حاصل ہوئی ہے پھر تو چاہیے کہ آپ ہمیں اور اپنے آپ کو بھی عالم الغیب کہیں۔ اس صورت میں نبی کریم ﷺ کی اس وصف میں تو کوئی خصوصیت نہ رہی سوائے کمیت کے۔

نیز اس مغالطے کا جواب امام آلوسی حنفی رحمہ اللہ یوں دیتے ہیں کہ یہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر مقربان الٰہی کو بطریق وحی والہام بعض غیوب پر اطلاع دی جاتی ہے تو یوں کہنا درست ہوگا کہ ''فلاں کو علم غیب دیا گیا ہے''۔ اور مراد یہ ہو کہ بطریق الہام واطلاع علم غیب دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب بتلا دیا گیا تو علم تو حاصل ہو گیا۔ علامہ آلوسی اس شبہ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس طرح اگر چہ لغوی اعتبار سے کہنا تو درست ہوگا لیکن ہر وہ چیز جو باعتبار معنی ولغت جائز ہو ضروری نہیں کہ شرعا بھی جائز ہو کیونکہ اس طرح کہنے سے ان الفاظ کا ٹکراؤ قرآن کی ان آیات سے ہوتا ہے جن میں علی الاطلاق مخلوق سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے اور اس میں سوءادب بھی ہے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا حوالہ گزر چکا کہ انہوں نے ایسے الفاظ کے استعمال سے منع فرمایا ہے جس میں ایہام ہو۔ اگر چہ لغۃ ان کا معنی درست نکل سکتا ہو۔ (وہ الفاظ عبارت میں موجود ہیں)۔

لَا يُقَالُ: يَجُوزُ عَلَى هٰذَا أَنْ يُقَالَ: أُعْلِمَ فُلَانٌ الغَيْبَ بِالبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ أَيْضًا عَلَى مَعْنَى أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَعْلَمَهُ وَعَرَّفَهُ ذٰلِكَ بِطَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الإِعْلَامِ وَالتَّعْرِيفِ وَمَتَى جَازَ هٰذَا جَازَ أَنْ يُقَالَ: عَلِمَ فُلَانٌ الغَيْبَ بِقَصْدِ نِسْبَةِ عِلْمِهِ الحَاصِلِ مِنْ إِعْلَامِهِ إِلَيْهِ لِأَنَّا نَقُولُ: لَا كَلَامَ فِي جَوَازِ أُعْلِمَ بِالبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَإِنَّمَا الكَلَامُ فِي قَوْلِكَ: وَمَتَى جَازَ هٰذَا جَازَ أَنْ يُقَالَ إلخ فَنَقُولُ: إِنْ أُرِيدَ بِالجَوَازِ فِي تَالِي الشَّرْطِيَّةِ الجَوَازُ مَعْنًى أَيِ الصِّحَّةُ مِنْ حَيْثُ المَعْنَى فَمُسَلَّمٌ لٰكِنْ لَيْسَ كُلُّ مَا جَازَ مَعْنًى بِهٰذَا المَعْنَى جَازَ شَرْعًا اسْتِعْمَالُهُ وَإِنْ أُرِيدَ الجَوَازُ شَرْعًا بِمَعْنَى عَدَمِ المَنْعِ مِنَ

اسْتِعْمالِهِ فَهو مَمْنُوعٌ لِما فِيهِ مِنَ الإيهامِ والمُصادَمَةِ لِظَواهِرِ الآياتِ كآيةِ قُل لا يَعْلَمُ مَن في السَّماواتِ والأرْضِ الغَيْبَ إلا اللهُ وغَيْرِها وقَدْ سَمِعْتُ عَنِ الإمامِ الرَّبّانِيِّ قَدَّسَ سِرَّهُ النُّورانِيَّ أنَّهُ حَطَّ كُلَّ الحَطِّ عَلى مَن قالَ اللهُ سُبحانَهُ: لا يَعْلَمُ الغَيْبَ مُتأوِّلًا لَهُ بِما تَقَدَّمَ لِما فِيهِ مِنَ المُصادَمَةِ لِلنُّصُوصِ القُرْآنِيَّةِ وغَيْرِها وفي ذَلِكَ مِن سُوءِ الأدَبِ ما فِيهِ وقَدْ شَنَّعُوا أيْضًا عَلى مَن قالَ: أكْرَهُ الحَقَّ وأُحِبُّ الفِتْنَةَ وأفِرُّ مِنَ الرَّحْمَةِ مُرِيدًا بِالحَقِّ المَوْتَ وبِالفِتْنَةِ المالَ أوِ الوَلَدَ وبِالرَّحْمَةِ المَطَرَ لِما في ظاهِرِهِ مِنَ الشَّناعَةِ والبَشاعَةِ ما لا يَخْفى.

(تفسیر روح المعانی، ج20، ص11)

تو آپ کا یہ مغالطہ لغوی اعتبار سے ہے کہ لغۃً اخبار علم کو مستلزم ہوسکتا ہے لیکن چونکہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ "علم غیب" اور "عالم الغیب" شریعت کی ایک مخصوص اصطلاح ہے اس لئے مخلوق کے علم پہ اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ کوئی دعوت اسلامی کے کسی مبلغ کے بارے میں معاذ اللہ "رسول" ہونے کا دعوی کرے اور مراد اس سے لغوی رسول یعنی پیغام رساں لے تو لغت کے اعتبار سے تو یہ درست ہے کہ لیکن ظاہر ہے کہ اس کی اجازت ہرگز نہیں دی جا سکتی۔

دعوے کی تنقیح

بریلوی حضرات کا چونکہ یہ دعوی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب تھا اس لئے اب اس دعوے کی تنقیح کیلئے چند امور کی وضاحت ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ کو کتنا علم غیب ہے؟

چونکہ بدعتی حضرات کا یہ عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق تو ہے نہیں بلکہ خود ساختہ ہے اس لئے جس کے دل میں جو چاہا لکھ لیا بریلویوں کے اس حوالے سے متضاد دعوے ملاحظہ ہوں۔

نواب احمد رضا خان بریلوی کا عقیدہ

(۱) جب آئمہ کے پیروں کو سنتے ہیں کہ وہ آئمہ کی پیروی اور قرآن وحدیث کے اتباع سے نبی ﷺ کیلئے روز اول سے روز آخر تک کی تمام گزشتہ وآئندہ باتوں کا علم ثابت کرتے ہیں تو یہ وہابی ان پر شرک وکفر کا حکم لگاتے ہیں۔

(الدولۃ المکیۃ ص 51)

اس سے معلوم ہوا کہ احمد رضا خان صاحب کے نزدیک روز اول سے روز آخر تک کی تمام باتوں کا علم نبی کریم ﷺ کو ہے روز اول سے پہلے اور روز آخر کے بعد کا دعوی نہیں۔

(۲) ہم گروہ اہل حق بحمد اللہ تعالی جانتے ہیں کہ روز اول سے جو کچھ ہوگا گذرا اور روز آخر تک جو کچھ آئے گا اس سب کی تفصیل جو ہم نے ذکر کی ہے وہ ہمارے نبی ﷺ کے علوم کے حضور نہیں مگر ایک تھوڑی سی چیز۔

(الدولۃ المکیۃ ص 75)

اس سے معلوم ہوا کہ روز اول سے روز آخر تک کا دعوی نہیں بلکہ اس سے بھی بدرجہا زیادہ کا علم غیب نبی کریم ﷺ کو ملا روز اول سے روز آخر تک تو نبی کریم ﷺ کے علم کا ایک تھوڑا سا حصہ ہے۔ ایک ہی کتاب میں اس کھلے تضاد کو ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) حضور اقدس ﷺ کا علم روز آخر سے بعد کی اشیاء تک بڑھا جیسا حشر ونشر وحساب و کتاب اور وہاں جو ثواب وعقاب ہے اس کی تفصیلیں یہاں تک کہ لوگ جنت اور دوزخ میں اپنے ٹھکانے پہنچیں۔

(الدولۃ المکیۃ ،ص 77)

یہاں روز آخر کے بعد کا تفصیلی علم بھی نبی کریم ﷺ کیلئے مانا جا رہا ہے اور روز آخر کی تحدید جنتیوں کا جنت میں دخول اور جہنمیوں کا جہنم میں دخول سے کر دی گئی یعنی اس کے بعد کا علم نبی کریم ﷺ کو نہیں۔

(۴) بیشک حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو تمامی اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا شرق تا غرب، عرش تا فرش، سب انہیں دکھایا ملکوت السموت والارض کا شاہد بنایا ۔روز اول سے روز آخر تک سب ما کان وما یکون انہیں بتایا۔اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا نہ صرف اجمالا بلکہ ہر صغیر وکبیر ہر رطب ویابس جو پتہ گرتا ہے زمین کے اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلا جان لیا۔للہ حمدا کثیرا۔بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ ﷺ کا پورا علم نہیں ۔ﷺ وعلی الہ وصحبہ اجمعین وکرم بلکہ علم حضور سے ایک چھوٹا حصہ ہے ۔ہنوز احاطہ علم محمدی میں وہ ہزار در ہزار بے حد وبے کنار سمند لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک ومولی جل وعلا۔

(انباء المصطفی مندرجہ علم غیب رسول ،ص:8)

یہاں پھر وہی رٹ کے روز اول سے روز آخر تک کا علم تو نبی کریم ﷺ کے علم غیب کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔

(۵) نص صریح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن ﷺ وعلی آلہ وصحبہ و بارک وسلم کو اللہ تعالی عزوجل نے تمام موجودات جملہ ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماء وارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور

کے علم سے باہر نہ رہا۔

(انباء المصطفی مندرجہ علم غیب ص 10)

(۶) خان صاحب کا ایک شعر ہے ؂

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

(حدائق بخشش، حصہ اول ص 78)

جب متناہی صفات ہونا نبی کریم ﷺ کیلئے عیب ہے تو آپ ﷺ کا علم غیب متناہی کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تو آپ ﷺ کو عیب دار بنانا ہوا معاذ اللہ۔ لہذا اس شعر کے مطابق نبی کریم ﷺ کا علم غیب غیر متناہی ماننا پڑے گا اور حقیقت بھی یہی ہے چنانچہ ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

(حدائق بخشش، حصہ دوم، ص 13)

یعنی جب خدا کی ذات ہی آپ سے نہ چھپ سکی تو اور کونسا غیب ہے جو آپ سے چھپا رہا یاد رہے کہ یہ شعر علم غیب کلی پر محمول ہوتا ہے چنانچہ آگے بریلوی شیخ الحدیث مولانا فیض احمد اویسی کی عبارت میں اس کی وضاحت آرہی ہے۔

بہر حال اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس باب میں خان صاحب بریلوی کے تین قسم کے متضاد دعوے ہیں:

(۱) روز اول یعنی ابتدائے آفرینش سے لیکر الی یوم القیامۃ یہاں تک کہ جنتی جنت میں چلے جائیں اور جہنمی جہنم میں۔ یہ دعوی محدود بین الحدین اور محصور بین الحاصرین ہے۔ آفرینش عالم سے پہلے حق تعالی کی ذات اس کی شیون وصفات اور اس کے غیر متناہی جلوے موجود تھے ان کے متعلق خان صاحب کا یہ دعوی نہیں ہے کہ ان سب کا علم محیط بھی آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے علی ہذا قیامت کے بعد جنت اور دوزخ باذن اللہ ابد الآباد تک جو کچھ آباد رہیں گے نہ جنتی فنا ہوں گے نہ جنت نہ

ناریوں کا خاتمہ ہوگا نہ نار کا پس وہاں ابدالآباد تک جو کچھ ہوگا اس کے متعلق بھی ان کا یہ دعوی نہیں۔ آج کل عوام بریلوی مناظرین مناظروں میں علم غیب پر یہی دعوی لکھواتے ہیں۔

(۲) جبکہ خان صاحب کا دوسرا دعوی ہے کہ روز اول سے الی یوم القیامۃ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ اب اگر چھوٹا سا حصہ ہے تو پھر کتنا علم غیب ہے یہ خود خان صاحب کو بھی پتہ نہیں۔

(۳) آپ ﷺ کا علم غیب غیر متناہی ہے۔

لطیفہ: بریلوی حضرات ہمیں معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کے علم کا منکر کہتے ہیں مگر خود نبی کیلئے جو علم مانا تو روز اول سے الی یوم القیامۃ جو بقول خان صاحب نبی کریم ﷺ کے علوم کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے اور باقی علوم کے منکر، تو اب بتاؤ نبی کریم ﷺ کے علوم کے ایک بڑے حصہ کے منکر ہو کر وہابی ہم ہوئے یا تم؟

مولانا نعیم الدین مراد آبادی کا عقیدہ

''اللہ تعالی نے نبی مکرم نور مجسم سیدنا و مولانا محمد مصطفی ﷺ کو جمیع اشیاء جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ غائبہ کا علم عطا فرمایا بداء الخلق یعنی ابتدائے آفرینش سے دخول جنت و دوزخ تک سب مثل کف دست ظاہر کر دکھایا''۔ (الکلمۃ العلیاء، ص 3)

دوسرا عقیدہ:

اللہ تعالی کا علم غیب نبی کریم ﷺ کے قبضہ میں، معاذ اللہ!

بریلوی مذہب کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی کا علم نبی کریم ﷺ کے قبضہ قدرت میں دے دیا گیا ہے معاذ اللہ:

''خدا کا علم غیب حضور علیہ السلام کے قبضہ میں دے دیا گیا ہے''۔

(شان حبیب الرحمن، ص 206)

اللہ تعالیٰ کا علم غیب خود بقول خان صاحب ذاتی غیر متناہی ہے اس کا مطلب ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو بھی معاذ اللہ ذاتی غیر متناہی جو تمام معلومات الٰہیہ کو شامل ہے کا علم غیب ہے۔ اور پھر جب یہ علم غیب نبی کریم ﷺ کے قبضہ میں دے دیا گیا تو اللہ کے پاس تو نہ رہا جیسے ہم کہتے ہیں کہ اس مکان پر زید کا قبضہ ہو گیا یا یہ مکان میں نے زید کے قبضہ میں دے دیا۔ ملاحظہ ہو کس قدر کفریہ عقیدہ ہے۔

عقیدہ نمبر ۳

اللہ تعالیٰ کا خاص علم غیب بھی نبی کریم ﷺ کو دیا گیا ہے، معاذ اللہ!

یہی مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

''خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا اب کیا شے ہے جو علوم مصطفی سے باقی رہ گئی''۔

(جاء الحق، ص 67)

عقیدہ نمبر ۴

اللہ تعالیٰ کا کلی علم غیب نبی کریم ﷺ کو دے دیا گیا ہے، معاذ اللہ!

بریلوی غزالی دوراں مولانا عمر اچھروی لکھتے ہیں:

''الغیب میں ال جنس کا ہے اگر اللہ رب العزت الغیب کی نسبت اپنی طرف کر کے اپنے تمام غیب کے عالم ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور ثابت ہے تو اس کی طرف ضمیر راجعہ کا منسوب نبی ﷺ فلا یظھر علی غیبہ سے کیسے بے خبر ہو سکتے ہیں کیونکہ ضمیر کا مرجع کل غیب ہے جب عطا کنندہ نبی ﷺ کو اپنا کلی غیب عطا کر کے سراہے تو اس کے انکار کرنے والے کو کیسے مومن سمجھا جا سکتا ہے؟''۔

(مقیاس الحنفیت، ص 323)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو نبی کریم ﷺ کیلئے اللہ کا کلی علم غیب نہ مانے وہ بے ایمان ہے جیسا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور آج کل کے مناظرین۔ یاد رہے کہ سلانوالی مناظرے میں مولوی حشمت علی رضوی نے بھی اپنی جماعت کا یہ عقیدہ لکھوایا تھا۔

عقیدہ نمبر ۵

نبی کریم ﷺ کو کلی علم غیب ہے

مفتی فیض احمد اویسی صاحب بھی اسی عقیدے کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

".....صالحین کاملین اور عارفین باللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی کیونکہ جب ان سے اللہ تعالی کی ذات ہی مخفی نہ رہی تو اور کوئی چیز کیسے مخفی رہ سکتی ہے؟ اور یہی علم کلی ہے پس یہ علم جب عام صالحین کاملین کو ہے تو حضور اکرم ﷺ جو تمام کاملین اور عارفین کے سرتاج ہیں انہیں یہ علم کیوں کر نہ حاصل ہوگا"۔

(غایۃ المامول فی علم الرسول ص 234)

ساتھ میں بریلوی یہ بھی کہتے ہیں کہ ان سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب ہے تو جب کاملین کو کلی علم غیب ہے تو نبی کریم ﷺ کے علم غیب کلی کی کیا حد و تحدید ہوگی؟ اب پڑھیں نواب احمد رضا خان کے ان اشعار کو:

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

(حدائق بخشش، حصہ اول ص 78)

اس شعر میں "عیب تناہی" پر غور فرمائیں معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے علم پر متناہی کا لفظ بولنا گویا نبی کریم ﷺ کو عیب لگانا ہے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا علم غیب معاذ اللہ غیر متناہی ہے

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

(حدائق بخشش، حصہ دوم ص 13)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

"توضیح مطول اتقان اور مناہل العرفان جملہ اصول کی کتب میں ہے کہ کل شیء میں ہر چیز شامل ہے خواہ روز اول کی ہو یا روز آخر۔ دنیا کی ہو یا آخرت کی۔ آج کل ہو یا کل کی جب قرآن مجید میں کل شیء کے علم کا ثبوت ہے تو پھر وہ کون سا بدقسمت انسان ہے جو قرآن کے خلاف کہے کہ فلاں شے کا حضور علیہ السلام کو علم نہیں تھا اور فلاں بات نہیں جانتے تھے"۔

(غایۃ المامول فی علم الرسول ص 257)

لہٰذا اب جو یہ کہے کہ روز اول سے پہلے اور روز قیامت کے بعد کا علم غیب نہیں یا فلاں شیئ کا علم نہیں وہ منکر قرآن اور بدقسمت انسان ہے۔ باقی رہی کل شیء کے مطابق اویسی صاحب کی اصول دانی تو ان شاء اللہ اس کی قلعی ہم اپنے مقام پر کھولیں گے۔

عقیدہ نمبر ۶

بعض علمِ غیب حاصل ہے

(۱) نواب احمد رضا خان لکھتے ہیں:

"ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کیلئے علم بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی مانتے ہیں نہ کہ جمیع"۔

(خالص الاعتقاد، ص 11)

"کسی مخلوق کا معلومات الٰہیہ کو بالتفصیل تمام محیط ہو جانا شرع سے بھی محال ہے اور عقل سے بھی بلکہ تمام اہل عالم اگلے پچھلوں سب کے جملہ علوم جمع کئے جائیں تو ان علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندروں سے"۔

(خالص الاعتقاد، ص 10)

(۲) مولانا ظہیر الدین قادری بریلوی لکھتا ہے:

"یاد رہے کہ علم غیب کلی یا ذاتی صرف ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے"۔

(تحفظ عقائد اہلسنت، ص 208)

(۳) مولانا غلام دستگیر قصوری لکھتا ہے:

"آپ بعض غیب باعلام الٰہی جانتے ہیں"۔

(تقدیس الوکیل ص 239)

خلاصہ کلام: حقیقت یہ ہے کہ آل بدعت حضرات نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ذاتی کلی غیر متناہی کے قائل ہیں چنانچہ واضح طور پر ان کا یہ عقیدہ گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کل علم غیب نبی کریم ﷺ کے قبضہ قدرت میں دے دیا گیا ہے۔ مگر اہل السنۃ والجماعۃ کی علمی گرفت سے نکلنے کیلئے تقیہ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بعض مانتے ہیں یا روز اول سے الی یوم القیامۃ مانتے ہیں۔ چنانچہ جن حضرات نے بعض یا متناہی کا قول نقل کیا ہے انہوں نے دوسرے مقام پر اس سے متضاد غیر متناہی اور کلی کا قول بھی نقل کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم کل علم غیب نہیں مانتے اور ساتھ میں "جمیع ما کان و ما یکون" کا دعوی بھی کرتے ہیں مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"اس میں تمام معلومات الٰہیہ جاننے کی نفی کرنا مقصود ہے"۔

(جاء الحق ص 99)

اور اپنے اس موقف پر دلیل دیتے ہوئے میر سید شریف کی عبارت نقل کرتے ہیں:

"الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب للنبی.

تمام غیبوں پر مطلع ہونا نبی کیلئے ضروری نہیں"۔

(جاء الحق ص 99)

معلوم ہوا کہ بریلوی اصطلاح میں "جمیع" کا لفظ تمام معلومات الٰہیہ کیلئے بولا جاتا ہے۔ اور دعوی میں اسی جمیع کو لکھواتے ہیں یعنی "جمیع ما کان و ما یکون" تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کیلئے کلی معلومات الٰہیہ کے قائل ہیں۔ اس لئے ان کے دھوکے میں ہر گز نہ آئیں۔

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

"غیب پر مسلط کرنے کا معنی ہے غیب پر غالب کرنا اور غیب پر غالب کرنے سے متبادر یہ

ہوتا ہے کہ غیب کے ہر فرد کا رسولوں کو علم ہے"۔

(تبیان القرآن، ج 12، ص 303)

"غیب پر مسلط" ہونے کا بریلوی شیخ الحدیث نے غیب کے ہر ہر فرد کا علم مانا یعنی کلی علم غیب اب ملاحظہ ہو مولانا احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ:

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

(سورہ جن آیت 27،26)

تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

بریلوی جماعت دعوت اسلامی کے امیر جناب الیاس عطاری لکھتے ہیں:

"سرکار ﷺ کے علم غیب پر اعتراض کرنا کہ فلاں فلاں بات کا سرکار ﷺ کو علم نہیں تھا یہ منافقین کا طریقہ ہے اور صاحبان ایمان، عاشق رحمت عالمیان غلام نبی غیب دان کے کان اس سے بہرے ہیں کہ وہ اللہ عزوجل کے محبوب دانا غیوب ﷺ کے علم غیب شریف کے خلاف کوئی بات سنے

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا — جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود"

(رسائل عطاریہ، حصہ دوم، ص 83)

اگر نبی کریم ﷺ کا علم غیب کلی نہ مانیں محدود مانیں تو لازم آئے گا کہ محدود کے دائرے سے باہر فلاں فلاں بات کا علم غیب نبی کریم ﷺ کو نہیں اور عطاری صاحب اسے منافقین کا طریقہ شمار کر رہے ہیں اور ساتھ میں کہہ بھی رہے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ہی آپ سے نہ چھپا تو اب کونسی چیز آپ سے چھپی رہ سکتی ہے پس معلوم ہوا کہ آل بدعت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کلی غیب غیر متناہی تفصیلی حاصل ہے۔

چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"بعض علماء ماہرین سے سنا گیا کہ بعض عارفین نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور ﷺ کو تمام علوم الٰہیہ معلوم کرا دیئے گئے تھے یہ کلام بظاہر تو بہت سے دلائل

کے خلاف ہے نہ معلوم کہ قایل نے اس سے کیا مراد لی ہے ۔۔۔ یہ عبارت یہاں اس لئے پیش کی گئی کہ بعض لوگوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا علم خدا تعالی کے علم کے برابر مانا اور فرق صرف ذاتی وعطائی کا کیا مگر شیخ عبدالحق نے ان کو مشرک نہ کہا بلکہ عارف کہا"۔

(جاء الحق ص 86)

یہ عبارت اس پر صریح دال ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا علم اللہ تعالی کے علم کے برابر جاننے والے بھی عارف باللہ ہے معاذ اللہ۔ حالانکہ خود آل بدعت کے شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی فتوی دیتے ہیں:

"یہ کہنا کہ اللہ عزوجل کے پاس جو علم غیب تھا سب اپنے حبیب پاک ﷺ کو عطا فرمادیا، کفر ہے، کیونکہ اس میں اللہ عزوجل اور حضور ﷺ کے علم میں مساوات لازم آتی ہے اور اللہ عزوجل کا علم غیر متناہی بالفعل ہے۔ یہ محال ہے کہ کسی مخلوق یا خود حضور اقدس ﷺ کا علم پاک غیر متناہی بالفعل ہو اور نہ یہ تحت قدرت باری تعالی داخل کہ وہ کسی مخلوق کو اپنا سب علم عطا فرمائے۔ اس بیان کرنے والے پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ وہ اعلانیہ بیان کرنے والا یوں توبہ کرے کہ میں نے یہ بیان کیا تھا (جملہ مذکورہ کو دہرائے) یہ کلمہ کفر ہے اس سے میں توبہ کرتا ہوں اللہ عزوجل نے اپنا سب علم حضور اقدس ﷺ کو نہیں عطا فرمایا"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 514)

مگر مفتی احمد یار گجراتی صاحب تو بغیر توبہ وتجدید ایمان ہی اس جہاں اپنا انجام بھگتنے پہنچ چکے ہیں ان کے اذناب سے درخواست ہے کہ اس شخص سے اعلان برات کریں ورنہ اپنے ہی شارح بخاری کے فتوے کو اپنے گلے کا طوق بنالیں۔

خان صاحب بریلوی

مفتی شریف الحق امجدی صاحب کے فتوے کی زد میں

مفتی شریف الحق صاحب اس عقیدہ کو کفر کہہ رہے ہیں مگر ان کے خان صاحب بریلوی کہتے ہیں:

"علم الٰہی سے مساوات کا دعوی بے شک باطل ومردود ہے مگر تکفیر اس پر بھی نہیں ہوسکتی جبکہ بعطائے الٰہی مانے"۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج6، ص 77، دار العلوم امجدیہ کراچی 1992)

اور یہ آل بدعت کی کتب میں مرقوم ہے کہ کفر کو کفر نہ کہنا بھی کفر ہے لہذا خان صاحب بریلوی نے ایک کفریہ عقیدہ کو کفر نہ کہہ کر خود کفر کا ارتکاب کرلیا ہے۔

یہی موصوف یعنی مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

"تو معلوم ہوا کہ ما کان وما یکون کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے دفتر کا ایک نقطہ ہے"۔

(جاالحق، ص 84)

مفتی جلال الدین امجدی لکھتے ہیں:

"تمام ما کان وما یکون کا علم پیارے مصطفی ﷺ کے علم عظیم کا ایک قطرہ ہے"

(فتاوی فیض الرسول، ج 1، ص 18)

لہذا یہ آل بدعت کا دھوکا ہے کہ وہ صرف ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کا علم مانتے ہیں یہ تو حضور ﷺ کے علم کا قطرہ بھی نہیں کیونکہ مایکون میں مابعد القیامۃ بھی شامل ہے اور امجدی صاحب اسے بھی "قطرہ" ہی قرار دے رہے ہیں تو الی یوم القیامۃ تو قطرہ بھی نہ بنے گا۔

یہ تمام عبارات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کا کلی علم غیب ماننے جسے یہ لوگ ما کان وما یکون کہتے ہیں محض ایک ڈھکوسلہ ہے یہ لوگ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کیلئے کلی لامتناہی بالفعل علم مانتے ہیں صرف ذاتی وعطائی کا فرق کرتے ہیں اور بعض تو عطائی کے

بھی قائل نہیں۔
اس پر ایک ناقابل تردید حوالہ ملاحظہ ہو۔فریق مخالف کے شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب شیخ سہروردی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''پس چاہیے کہ بندہ جیسا کہ اللہ تعالی کو برابر اپنے تمام حالات پر ظاہر و باطن میں واقف اور خبردار جانتا ہے رسول اللہ ﷺ کو بھی ظاہر و باطن میں خبردار اور حاضر و ناظر جانے''۔

(ندائے یارسول اللہ ﷺ، ص 42)

معلوم ہوا کہ یہ لوگ علم غیب کے معاملے میں نبی کریم ﷺ کو اللہ کے برابر ہی سمجھتے ہیں معاذاللہ صرف ذاتی وعطائی کا فرق کرتے ہیں۔شیخ سہروردی رحمہ اللہ کی کتاب کا کوئی حوالہ موصوف نے نہیں دیا بالفرض ایسا ہو بھی تو انہوں نے خود لکھا ہے کہ بزرگوں کی کتب میں تحریفات ہو چکی ہیں۔
بہر حال بریلوی حضرات اپنا جو بھی عقیدہ لکھوائیں اس پر بھرپور گرفت کریں اور ان کے اپنے اکابر کی تضاد بیانیوں کو ان کے سامنے بیان کر کے ان پر ان سے واضح موقف لکھوائیں۔

یہ علم غیب کب عطا ہوا؟

پہلا نظریہ: تکمیل قرآن کے وقت

نواب احمد رضا خان صاحب کے بقول نبی کریم ﷺ کو یہ مذکورہ کلی علم غیب تدریجا حاصل ہوا جس طرح قرآن نازل ہوتا رہا آپ کو ساتھ ساتھ علم غیب حاصل ہوتا رہا اور تکمیل قرآن کے ساتھ ہی آپ کا علم غیب بھی مکمل ہو گیا۔

''اللہ تعالی کا نبی ﷺ کو سکھانا بذریعہ قرآن عظیم ہوا اور قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اترا اور ہر وقت نہیں اترتا تھا تو واقعات و معلومات دونوں میں بعض ہونا صادق ہوا''۔

(الدولۃ المکیہ، ص 73)

پروفیسر عرفان قادری جس کی تائید موجودہ کئی بریلوی اکابر نے کی ہے لکھتا ہے:
''فاضل بریلوی وغیرہ علماء نے وضاحت فرمائی ہے کہ آپکو بتدریج علم عطا کیا گیا اور آپ کا

علم قرآن مجید کے ساتھ مکمل ہوا"۔

(نبوت مصطفی ہر آن ہر لحظہ، ج 1،ص 36)

مولانا سعید اسد صاحب لکھتے ہیں:

"یہ کل عطائی علم غیب بھی نبی اکرم ﷺ کیلئے ہم ابتدا سے ہی ثابت نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا علم غیب قرآن حکیم کے نزول کے ضمن میں مکمل ہوا۔ جوں جوں قرآن حکیم نازل ہوتا گیا آپ کے علم مبارک میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور جب قرآن حکیم کی آخری آیت مبارکہ نازل ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ کو کل مخلوق کا علم عطا ہوگیا"۔

(وہابیت و بریلویت، ص 12)

عموما آج کل کے بریلوی مناظرین کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اور اس میں ان کو یہ فائدہ ہے کہ جب مسلمان مناظر کوئی آیت پڑھے گا جس میں نبی کریم ﷺ کے کلی علم غیب کی نفی ہوگی تو ہم جواب میں کہیں گے کہ اس وقت تو ہم بھی نبی کریم ﷺ کیلئے کلی علم غیب نہیں مانتے تھے ہمارا یہ عقیدہ تو تکمیل قرآن کے وقت کا ہے لہذا یہ آیت ہمارے خلاف نہیں۔ اس ڈھکوسلے کی مکمل تردید ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔

چیلنج

پوری دنیا ئے اہل بدعت کو چیلنج ہے کہ قرآن کی وہ آخری آیت پیش کریں جس میں ہو کہ ہم نے اپنے محبوب ﷺ کو کلی علم غیب دے دیا۔ دیدہ باید۔ ہم آپ کو عقیدہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔

فائدہ:

چونکہ اہل بدعت کا عقیدہ ہے کہ قرآن کی تکمیل تک ہم بھی اس عقیدے کے قائل نہیں تھے جو لکھوا رہے ہیں اس لئے بدعتی حضرات قرآن کی کسی آیت سے ماسوا جو آخری آیت ہو اپنے مدعا پر دلیل نہیں پکڑ سکتے کیونکہ جس بھی آیت سے دلیل پکڑیں گے اس عقیدے کی رو سے وہ خود بھی اس وقت نبی کریم ﷺ کے کلی علم غیب کے قائل نہ تھے تو جس وقت وہ خود قائل نہ تھے اس وقت کی آیت سے کیسے استدلال کر سکتے ہیں؟

فائدہ: قرآن کی سب سے آخری سورت کون سی ہے؟

اس کی تفصیل کیلئے تو آپ ''الاتقان فی علوم القرآن'' ملاحظہ فرمائیں لیکن اہل بدعت کیلئے چونکہ اپنے حکیم الامت کے قول سے زیادہ مستحکم کوئی چیز نہ ہوگی لہذا مفتی احمد یار گجراتی صاحب سورہ بقرہ کی آیت نمبر 281 واتقوا یوما ترجعون الا آیۃ کے متعلق لکھتے ہیں:

''مفسرین فرماتے ہیں کہ واتقوا یوما یہ سب سے آخری آیت ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی ۔۔۔اس کے بعد حضور علیہ السلام دنیا میں اکیس روز تشریف فرما رہے۔ بعض روایات میں ہے کہ سات روز اور بعض میں ہے نو دن (خازن وخزائن) بلکہ بعض روایتوں میں ہے کہ یہ آیت وفات شریف سے تین گھنٹے پہلے نازل ہوئی (روح المعانی)''۔

(تفسیر نعیمی، ج3، ص164)

اب اس آیت میں دور دور تک نبی کریم ﷺ کے کلی علم غیب کا ذکر نہیں۔

مولانا سعید اسد کا ایک مغالطہ

ہمارے اس مطالبے کے جواب میں ایک جگہ مولانا سعید اسد نے کہا کہ دیکھو اللہ پاک قرآن میں فرماتا ہے:

وانزل اللہ علیك الکتاب والحکمۃ

(سورۃ النسا، آیت 113)

ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب اور حکمت کی باتیں

دیکھیں ابھی قرآن مکمل نہیں ہوا لیکن پھر بھی اسے ''کتاب'' کہا جا رہا ہے۔ اسی طرح کتاب تو بعد میں مکمل ہوگئی لیکن اس آیت سے جو تکمیل سے پہلے کی ہے قرآن کے قرآن ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ کا علم غیب تو بعد میں مکمل ہوا لیکن ہم پہلی والی آیتوں سے استدلال کر سکتے ہیں''۔

یہ مناظر صاحب کا بہت بڑا دجل ہے۔ اس لئے کہ الکتاب سے مراد القرآن ہے اور یہ جنس

ہے اس کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر ہوسکتا ہے یعنی جو تھوڑا ہے وہ بھی قرآن ہے اور پورا ہے وہ بھی قرآن وکتاب ہے۔سورۃ فاتحہ بھی قرآن وکتاب ہے اور الحمد سے لیکر والناس تک بھی قرآن وکتاب ہے۔لہذا تکمیل سے پہلے اگر اسے قرآن یا کتاب کہہ دیا تو بالکل ٹھیک کہا۔

پھر کہیں بھی ایسا نہیں کہ ایک جگہ تو کتاب کہا ہو دوسری جگہ اس کے کتاب ہونے کی تردید کی ہو۔جبکہ حضور ﷺ کے متعلق تو علم غیب کی نفی کی صریح نصوص ہیں کئی جزئی وکلی واقعات سے آپ ﷺ کے علم کی نفی کی گئی ہے اور بعد میں اس کا اثبات پورے قرآن میں کہیں بھی نہیں۔غرض اس کیفیت کو علم غیب پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

کل کو مرزائی کہیں کہ بھائی ٹھیک ہے سورہ احزاب میں نبی کریم ﷺ پر نبوت کا اختتام کا ذکر تو ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن تکمیل قرآن کے بعد حکم یہ تھا کہ آپ ﷺ کے بعد بھی نبی آسکتے ہیں معاذ اللہ۔جواب دیں کہ مرزائیوں کے اس دجل کا رد آپ کیسے کریں گے؟

پھر یہ بھی آل بدعت کا صریح جھوٹ ودروغ گوئی اور نصوص کے مقابل نرا شیطانی قیاس ہے کہ تکمیل قرآن کے ساتھ حضور ﷺ کا علم غیب کلی مکمل ہوگیا تھا۔مولانا سعید اسد لکھتے ہیں:

''کیونکہ علم کلی ،علم ما کان وما یکون کا دعوی قرآن حکیم کی آخری آیت مبارکہ کے نزول کے بعد کا ہے پہلے کا نہیں''۔

(وہابیت وبریلویت،ص 13)

مولانا سعید اسد یا کسی بدعتی میں جرات ہے تو اس کا ثبوت دے کہ پورے قرآن میں یا قرآن کی آخری آیت میں یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ ابھی تو آپ ﷺ کو کلی علم غیب نہیں دیا گیا لیکن جیسے ہی قرآن کی آخری آیت نازل ہوگی آپ ﷺ کو کلی علم غیب بھی دے دیا جائے گا یہ قرآن پر صریح بہتان ہے۔

دوسرا نظریہ: مفتی احمد یار گجراتی کے نزدیک ولادت سے پہلے عطا ہوا

''جو ذات کریم اپنی ولادت سے پہلے دنیا کے ذرہ ذرہ کو دیکھ رہی ہو وہ اپنی وفات کے بعد

بھی عالم کے ذرہ ذرہ کو دیکھ رہے ہیں"۔

(تفسیر نعیمی، ج 7، ص 101)

تیسرا نظریہ: پیدائشی طور پر علوم غیبیہ دے دیے گئے تھے، عمر اچھروی

"عیسی علیہ السلام کو امور غیبیہ پیدائشی حاصل تھے جیسے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو ہوتے ہیں"۔

(مقیاس حنفیت، ص 326)

مولوی عبدالرسول چشتی لکھتے ہیں:

"حضرات! جو نبی ہوتا ہے اسے تو پیدا ہوتے ہیں علم غیب عطا کر دیا جاتا ہے"۔

(الغیب، ص 46)

چوتھا نظریہ: شب معراج کو یہ کلی علم غیب عطا ہوا، نعیم الدین مراد آبادی

"سرور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ شب معراج میں مجھ سے میرے پروردگار تبارک وتعالی نے کچھ دریافت فرمایا میں جواب نہ دے سکا (مولوی عمر اچھروی اور احمد یار گجراتی کا یہ کہنا کہ پیدائشی طور پر علم غیب حاصل ہے ولادت سے پہلے سب کچھ معلوم ہوا غلط ثابت ہوا۔ از ناقل) تو اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان بے کیف وتحدید رکھا کیونکہ حق سبحانہ وتعالی جوارح سے منزہ اور پاک ہے پھر تحدید وتکثیف کیسی۔ پھر حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی سردی اپنے سینے میں پائی پس مجھے اولین وآخرین کے علوم عطا فرمائے"۔

(الکلمۃ العلیا، ص 25)

آگے ایک اور مقام پر مزید وضاحت سے لکھتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا اس کے فیضان سے مجھے ماکان ومایکون کا علم حاصل ہو گیا"۔

(الکلمۃ العلیا، ص 51)

مولانا احمد رضا خان کے بیٹے اور جانشین مولوی مصطفٰی رضا خان کا بھی یہی عقیدہ ہے:

(فتاوی المصطفویہ،ص 43)

قاضی فضل احمد لدھیانوی بریلوی بھی تفسیر قادری کے حوالے سے لکھا:

''جیسا کہ معراج کی حدیثوں میں وارد ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا ایک قطرہ میرے حلق میں ڈال دیا پس جان لیا میں نے جو کچھ ہو گیا اور جو کچھ ہونے والا ہے''۔

(انوار آفتاب صداقت،ص 112)

پانچواں نظریہ: شکم مادر میں ہی مل گیا تھا

قاضی فضل احمد نبی کریم ﷺ کا فرمان لکھتا ہے:

''لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا''۔

(انوار آفتاب صداقت،ص 138 جدید ایڈیشن)

اس عجیب و غریب عبارت پر غور فرمائیں نبی کریم ﷺ کے شکم مادر میں آنے سے لاکھوں سال پہلے لوح محفوظ لکھا جا چکا تھا اور جفت القلم ہو چکا تھا۔اس کتاب پر مولانا احمد رضا خان سمیت حف ول کے 41 بریلوی اکابر کی تقاریظ موجود ہیں۔مولانا احمد رضا خان اس کتاب کے متعلق کہتا ہے:

''یہ کتاب انوار آفتاب صداقت خود مصنف کی زبان سے بالاستیعاب سنی''۔

(انوار آفتاب صداقت،ص 41)

یہ حال ہے ان لوگوں کی عقل کا!!

نوٹ: آگے حاضر و ناظر کی بحث میں آرہا ہے کہ یہ لوگ ''نور نبوت'' ملنے سے ہی حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں اور حاضر و ناظر اور علم غیب کا معنی ان کی عبارات کی روشنی میں ایک ہی بنتا ہے لہذا اس حوالے سے بھی گرفت کی جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے علمِ غیب کا

بدعتی عقیدہ نہ ماننے والے کا حکم

دعویٰ کے بعد اب اس دعویٰ کا حکم کیا ہے؟ یعنی بریلویوں حضرات نے جو عقیدہ علم غیب پر لکھوایا وہ ضروریات دین میں سے ہے یا نہیں؟ اس کا انکار کرنے سے کفر لازم آتا ہے یا نہیں؟ اس کو نہ ماننے والا کافر ہے گمراہ ہے؟ یا فاسق بھی نہیں کیا حکم ہے؟ اس کی وضاحت کروانی ہے عقیدے کی طرح اس کے حکم میں بھی بریلویوں کے درمیان باہم تضاد ہے۔

پہلا حکم: علمِ غیب نہ ماننے والوں پر کوئی فتویٰ نہیں

مولانا احمد رضا خان بریلوی:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تعیین وقت قیامت کا بھی علم ملا۔ حضور کو بالاستثناء جمیع جزئیات خمس کا علم ہے جملہ مکنونات قلم ومکتوبات لوح بالجملہ روز اول سے روز آخر تک تمام ماکان وما یکون مندرجہ لوح محفوظ اور اس سے بہت زیادہ کا علم ہے۔ جس میں ماورائے قیامت تو جملہ افراد خمس داخل ہیں اور دو بار قیامت اگر ثابت ہو کہ اس کی تعیین وقت بھی درج لوح ہے تو اسے بھی شامل ورنہ دونوں احتمال حاصل ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقیقت روح کا بھی علم ہے جملہ متشابہات قرآنیہ کا بھی علم ہے۔

یہ پانچوں مسائل قسم سوم سے ہیں کہ ان میں خود علماء وآئمہ اہل سنت مختلف رہے ہیں...... ان میں مثبت ونافی کسی پر معاذ اللہ کفر کیا معنی ضلال یا فسق کا بھی حکم نہیں ہوسکتا''۔

(خالص الاعتقاد، ص 62)

جلسوں تقریروں کتابوں میں تو جوان کے اس عقیدے کو نہ مانے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا منکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن معاذ اللہ پکا وہابی بے ایمان، مگر اب اسی عقیدے کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ یہ تو آئمہ کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے اس بنیاد پر کسی کی تکفیر تو کجا ہم فسق کا حکم بھی نہیں کرتے

فیاللعجب ۔عجیب چیستان مذہب ہے۔

دوسرا حکم :اگر بغض وعناد کی وجہ سے بھی اس عقیدے کا انکار کردیا جائے تب بھی کوئی فتوی نہیں

بریلوی محمود احمد رضوی صاحب لکھتا ہے:

''جس تفصیل سے ہم حضور سید دو عالم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتے ہیں یہ ہمارا قول مختار ہے اور نہ ضروریات دین سے اور نہ ضروریات مذہب سے بلکہ باب فضائل سے ہے اور جو لوگ حضور اکرم ﷺ سے بغض وعناد کی بناء پر اس تفصیل سے حضور کیلئے علم ما کان وما یکون کا اثبات نہیں کرتے ہم ان کو کافر وگمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں کہتے''۔

(بصیرت ،حصہ اول ،ص 266 ،مکتبہ رضوان لاہور)

ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبی کی فضیلت تو دور کوئی نبی کریم ﷺ کے کسی صحابی کی کسی فضیلت کا انکار بھی نبی سے بغض وعناد کی بنیاد پر کرے ہمارے نزدیک تو وہ بھی بے ایمان ہے اور ایک ان نام نہاد عاشقوں کا عشق بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کوئی نبی سے بغض وعناد رکھے تب بھی گمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں ۔نبی کے علم وفضائل کا انکار بغض وعناد کی بنیاد پر کرنا کفر صریح ہے۔

حیرت ہے اگر یہ عقیدہ اتنا ہی بے وقعت ہے کہ اگر کوئی تحقیق نہیں بلکہ بغض کی بناء پر اس کا انکار کردے تب بھی کوئی فتوی نہیں تو آخر اسی موضوع پر بیسیوں کتب لکھ کر جلسوں میں تقریریں کر کے میدان مناظرہ میں گلے پھاڑ کر اپنا تماشہ کیوں بنایا جارہا ہے؟ اس لیئے کہ بالفرض یہ عقیدہ ثابت بھی ہو جائے تب بھی کوئی نہ مانے تو نہ اس کے ایمان میں کوئی کمی آئے گی نہ اسلام میں۔

پھر بریلویوں کی دریدہ دہنی دیکھیں کہ بقول ان کہ یہ عقیدہ کئی آیات واحادیث سے ثابت ہے اب جو اس کو نہیں مان رہا تو وہ گویا ان آیات کا منکر ہے مگر اس کے باوجود بھی گمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں ۔فیاللعجب ۔

حکم نمبر ۳: جمیع ما کان وما یکون کو نہ ماننے والا کفر

بریلوی مناظر اعظم مولانا نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

''پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات بابرکات کو علم جمیع اشیاء کا ماکان وما یکون وعلم غیب اضافی بھی تھا اس سے انکار کرنا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا انکار کرنا ہے جن کے انکار سے کفر لازم آتا ہے''۔

(انوار شریعت، ج 1، ص 468)

حکم نمبر ۴: نبی کو کسی خبر یا کسی ذرے سے لاعلم ماننا ان کی نبوت کا انکار کرنا اور بے دینی ہے

مولانا منظور فیضی بریلوی لکھتا ہے:

"اب جو لوگ حضور ﷺ کو مخلوق کے کسی ذرے سے بے علم اور بے خبر جانتے ہیں وہ فاروق اعظم کے دشمن اور گستاخ ہیں اور نظریہ فاروقی کے منکر ہو کر بے دین ہیں"۔

(نظریات صحابہ، ص 19)

اسی طرح مولانا عمر اچھروی لکھتا ہے:

''اگر کسی نے بالفرض نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو کچھ وقت کیلئے معاذ اللہ اس خبر سے بے علم سمجھا تو اس اعتقاد کی بنا پر اتنی دیر تک منکر نبوت رہے گا''۔

(مقیاس حنفیت، ص 299)

اس کا مطلب ہے کہ نواب احمد رضا خان بریلوی اور دیگر بریلوی اکابر جو تکمیل قرآن تک نبی کریم ﷺ کیلئے بہت سے علوم کے قائل نہ تھے وہ سب نبی کریم ﷺ کی نبوت کے منکر بددین تھے۔

حکم نمبر ۵: منکرین علوم خمسہ مرزائی ہیں (معاذ اللہ!)

مولانا عمر اچھروی لکھتا ہے:

''کیا منکرین علوم خمسہ کو ان مقتولین کفار سے بدتر نہ کہا جائے؟ میرے خیال میں یہ کہنا بجا ہوگا زیادتی نہیں''۔ (مقیاس الحنفیت، ص 334)

آگے لکھتا ہے:

''تم نبی ﷺ کے واسطے علوم خمسہ کے قائل ہو گئے فبہا ورنہ فرقہ مرزائیہ میں شامل ہو گئے''۔ (مقیاس الحنفیت ص 335)

اس کا مطلب ہے کہ بقول نواب احمد رضا خان بریلوی علماء و آئمہ اہل سنت جو ان علوم خمسہ کے نبی کریم ﷺ کیلئے قائل نہیں اور آگے جن کے حوالہ جات آرہے ہیں وہ سب معاذ اللہ کفار مکہ سے بدتر اور مرزائی ہیں۔

حکم نمبر ۶: نبی کے علمِ غیب کا منکر، منکرِ قرآن ہے!

مولوی عبدالرسول چشتی لکھتا ہے:

''جو لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب عطائی ماننا بھی کفر ہے وہ منکر قرآن ہے اور ابجہل زمانہ ہیں اور دشمن نبی ہیں۔ (الغیب ص 13)

دعوت اسلامی کے امیر جناب الیاس عطاری لکھتے ہیں:

''بہر حال اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو علم غیب سے نوازا ہے اور یقینا علم غیب انبیاء کا انکار قرآن کریم کی متعدد آیات مبارکہ کا انکار ہے''۔

(رسائل عطاریہ، حصہ دوم ص 251)

حکم نمبر ۷: یہ عقیدہ ضروریاتِ دین میں سے ہے

بدعتی مفتی شریف الحق امجدی نے اس عقیدے کو ضروریات دین میں سے شمار کیا ہے اور ظاہری بات ہے کہ ضروریات دین کا انکار کرنا کفر ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

''ایسا شخص وہابی گستاخ رسول ہے کافر و مرتد ہے مسلمان نہیں رسولوں کیلئے علم غیب ماننا ضروریات دین سے ہے اس کا انکار کفر ہے جو شخص رسول کے علم غیب کا انکار کرتا ہے وہ رسول کے علم کو گھٹاتا ہے ان کی تنقیص شان کرتا ہے اس سے نہ سلام جائز نہ اس کے اسلام کا جواب دینا جائز''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 571)

حکم نمبر ۸: علمِ غیب کا انکار کرنے والا کافر و مرتد ملحد زندیق ہے

بدعتیوں کے مظہر اعلیٰ حضرت مولوی حشمت علی رضوی صاحب کا فتوی ہے:

''جو شخص کہتا ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب نہیں تھا وہ اللہ عزوجل کو جھٹلا رہا ہے حضور اقدس ﷺ کی نبوت و رسالت کی تکذیب کر رہا ہے لہذا بحکم شریعت مطہرہ شخص مذکور فی السوال قطعا کافر مرتد ملحد منافق زندیق ہے۔ ایسے شخص کو اس کے حالات مذکورہ پر مطلع ہوتے ہوئے نماز میں امام بنانا حرام بلکہ کفر ہے۔ اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا حرام ہے۔ اس کے ساتھ کھانا پینا بیٹھنا حرام ہے۔ اس کے ساتھ بیاہ شادی کے تعلقات قائم کرنا حرام ہے۔ وہ راستے گلی میں ملے تو اس کو سلام کرنا حرام ہے۔ بیمار پڑے تو اس کو دیکھنے جانا حرام ہے وہ مرجائے تو اس کے جنازے پر حاضر ہونا حرام ہے''۔

(فتاوی حشمتیہ ص 395,394)

بدعتی شیخ الحدیث والتفسیر مفتی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''علم غیب کے انکار پر ربانی فتوی: حضور علیہ السلام نے منافقوں کو اپنے علم غیب کا کہا تو وہ انکار کر گئے اللہ نے فرمایا تم اے منافقو! کافر ہو گئے''۔

(فتاوی اویسیہ ص 160)

دعوت اسلامی کے شیخ الحدیث مولانا منظور فیضی صاحب لکھتے ہیں:

''اب جو لوگ حضور ﷺ کے کسی ذرہ سے بے علم اور بے خبر جانتے ہیں وہ فاروق اعظم کے دشمن اور گستاخ ہیں اور نظریہ فاروقی کے منکر ہو کر بے دین ہیں''۔

(نظریات صحابہ ص 19)

مزید لکھتے ہیں:

''اب جو لوگ حضور ﷺ کی طرف کسی عیب اور کمی کی نسبت کرتے ہیں وہ پکے دین مرتد واجب القتل ہیں''۔

(نظریات صحابہ ص 21)

اس عبارت سے ہمارا استدلال یوں ہے کہ یہاں واجب القتل ہونے کا فتوی نبی کی طرف ''کمی''

کی نسبت کرنے کی بنیاد پر ہے اور ظاہر ہے کہ جو علم غیب کا منکر ہے وہ بقول آپ کے نبی کی صفت کا منکر ہو کر اس میں کمی کر رہا ہے۔ نیز یہاں تو کمی پر واجب القتل کا فتوی ہے جبکہ علم غیب کا منکر تو آپ کے نزدیک سرے سے نبی کے علم کا ہی منکر ہے معاذ اللہ۔

حکم نمبر ۹: علمِ غیب کا منکر معتزلی سے بدتر و منافق ہے

اشرف سیالوی لکھتا ہے:

"الغرض صرف انبیا و رسل کیلئے نہیں بلکہ اکابرین امت نے معتزلہ کے نظریہ و عقیدہ کے برعکس اولیا کرام میں بھی علم غیب تسلیم فرمایا ہے۔۔ یہ شرک و کفر کے ستون نہیں بلکہ ایمان و ایقان کے عمود و ستون ہیں اور جو انبیا علیہم السلام میں تسلیم نہ کرے وہ معتزلہ سے بھی بدتر ہے اور جو اولیا کرام میں تسلیم نہ کرے وہ سنی نہیں بلکہ معتزلی ہے اور اگر باطن میں معتزلی ہونے کے باوجود بظاہر سنی ہونے کا دعوی کرے تو منافق بھی ہے"۔

(گلشن توحید و رسالت، جلد دوم، ص 366)

قصہ مختصر دعوے سے لیکر حکم تک ہر جگہ تضاد ہی تضاد ہے۔ اس لئے آج کل بدعتی حضرات جو دعوی کرتے ہیں ہم اسے ہی یہاں نقل کر کے اس کی تردید میں کلام کریں گے اس لئے کہ یہ دعوی محدود بین الحدین ہے جب اس کی تردید ہو جائے گی تو عمومی دعوی کی تردید بھی خود بخود ہو جائے گی۔ البتہ اس دعوے پر دیگر متضاد رضا خانی دعاوی کو ضرور پیش کرنا ہے۔

ایک ضروری وضاحت

اہل السنۃ والجماعۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے انباء الغیب اور غیوب کی خبروں کے منکر نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماضی و مستقبل کے بہت سے غیوب کا علم دیا گیا۔ نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے منکر ہیں۔ خود بدعتیوں کے حوالے آگے آرہے ہیں کہ دیوبندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ ہم بدعتیوں کے خود ساختہ عقیدہ جمیع ما کان و ما یکون کے منکر ہیں۔ اس کے باوجود بدعتی ہمیں علم غیب کا منکر کہہ کر ہم پر فتوے لگا رہے ہیں معلوم ہوا کہ یہ فتاوی جمیع ما کان و ما یکون کے منکرین پر ہیں۔ اس نکتے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں بعض شاطر بدعتی یہاں دھوکا دہی سے کام لیں گے۔

اس بحث میں مدعی کون ہے؟

ویسے تو اگر آپ اس بحث میں مدعی بننا چاہیں تب بھی کوئی مسئلہ نہیں لیکن اس بحث میں مدعی بریلوی ہیں کیونکہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ مدعی وہ ہے جو دعوی کو دلیل یا تنبیہ کے ساتھ ثابت کرنے کی ذمہ داری قبول کر لے ہم تو نبی کریم ﷺ کے علم غیب بلکہ جمیع انبیاء علیہم السلام کے علم غیب کے منکر ہیں ثابت تو بریلوی حضرات نے کرنا ہے اسی طرح مدعی کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ من ثبت امرا زائدا چونکہ بریلوی حضرات ایک امر زائد یعنی مخلوق کیلئے بھی علم غیب کا عقیدہ رکھتا ہے اس لئے مدعی وہ ہوں گے۔

اہل بدعت کا اس باب میں دعویٰ

نبی کریم ﷺ کو ابتدائے آفرینش سے لیکر الی یوم القیامۃ تک جمیع ما کان و ما یکون ذرے ذرے کا علم غیب تفصیلی حاصل ہے اور یہ علم غیب آپ کو تدریجا ملا جیسے ہی قرآن کی تکمیل ہوئی آپ کے اس علم غیب کلی تفصیلی کی بھی تکمیل ہوگئی۔

نوٹ: دعوی میں جمیع ما کان و ما یکون کی وضاحت بھی کروانی ہے کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

حکم: اس عقیدے کا منکر کافر، یا گمراہ یا فاسق ہے یا جو بھی وہ لکھوائے۔ اگر کافر لکھوائے تو دیگر بریلوی عبارات سے جو تضاد آرہا ہے جس میں اس عقیدے کے منکر کو کافر تو کیا فاسق بھی نہیں کہا جارہا اس کی وضاحت پوچھنی ہے اور اگر یہ لکھوائیے کہ ہم فاسق بھی نہیں مانتے تو دیگر بریلوی اکابر نے جو اس عقیدے کے منکر کو کھلم کھلا کفر و مرزائی مانا ہے اس کی وضاحت پوچھنی ہے نیز جب آپ کے عقیدہ کا منکر فاسق بھی نہیں تو بالفرض یہ عقیدہ ثابت بھی ہو جائے تو اس کا فائدہ؟

ضروری وضاحت: ہم نے یہ عقیدہ وہ لکھا ہے کہ جو آج کل عموما بدعتی حضرات لکھواتے ہیں اس عقیدہ کا ماقبل کے دیگر عقائد سے جو تضاد آرہا ہے اس پر سخت گرفت کرنی ہے نیز بریلوی حضرات کا اس باب میں اصل عقیدہ کلی ذاتی علم کا ہے لہذا اسی کو لکھوانے پر زور دیں۔ نہیں تو ایسا

عقیدہ رکھنے والوں کے متعلق حکم شرعی طلب کریں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ

علم غیب خاصہ خداوندی ہے نبی کریم ﷺ کو جتنے علوم یا غیب کی خبریں بطور انباء الغیب، اطلاع الغیب اور اخبار الغیب کے طریقے پر عطا کی گئی ہیں مخلوق میں کسی کو عطا نہ ہوئیں آپ فوق ذی کل علم علیم کے مصداق ہیں مگر نہ تو ان علوم پر علم غیب کا اطلاق درست ہے اور نہ ہی آپ کو ابتدائے آفرینش سے لیکر الی یوم القیامۃ ذرے ذرے کا کلی تفصیلی علم عطا کیا گیا جیسا کہ بریلوی مناظر صاحب کا دعوی ہے۔

حکم

علم غیب خاصہ خداوندی ہے اس لئے فقہاء احناف کے فتاوی کی روشنی میں کسی مخلوق کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر و مشرک ہے۔ اسی طرح ہمارے امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''خان صاحب کا یہ دعویٰ کہ روزِ اول سے روزِ آخر تک کی تمام اشیاء اور ہر ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے، ایک نرا کفریہ دعویٰ ہے، اس لیے نہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ مساوات لازم آتی ہے...... اور نہ اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کے لیے بالاستقلال اور ذاتی طور پر ان مذکورہ اشیاء کا علم ثابت کیا جا رہا ہے...... بلکہ اس لیے یہ نظریہ اور عقیدہ کفریہ ہے کہ اس سے بے شمار نصوص قطعیہ قرآنیہ کا رد یا کم از کم تاویل لازم آتی ہے''۔

(اتمام البرہان ص 27,26)

کتنا دوٹوک اور صاف عقیدہ ہے۔

شرائط:

(۱) چونکہ عقیدہ کا باب ہے اس لئے قرآنی آیت اگر پیش کی جائیں گی تو قطعی الدلالت ہوں اور

حدیث ہو تو متواتر۔

(۲) ہم اخبار الغیب، اظہار الغیب، اطلاع علی الغیب کے منکر نہیں اس طریق پر بیسیوں ماضی وحال کی غیب کی خبریں آپ کو بتائی گئی ہیں۔ لہٰذا اس کا اثبات موضوع سے خارج ہوگا۔

(۳) صوفیاء کی عبارات وکشف وکرامات سے عقیدہ کا اثبات نہیں ہوتا اس لئے وہ بحث سے خارج ہوں گی۔

(۴) دوران مناظرہ صرف مناظر کو گفتگو کرنے کی اجازت ہوگی یا عند الضرورت صدر مناظر کو اس کے علاوہ جو کوئی بات کرے گا اسے باہر نکال دیا جائیے گا۔

(۵) آخری تقریر مدعی کی ہوگی مگر اس میں وہ کوئی نئی دلیل پیش نہیں کرے گا۔

ان شرائط پر تفصیلی گفتگو ما قبل میں گزر چکی ہے۔

ضروری تنبیہ

ہم بار بار واضح کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے علم یا انباء الغیب اظہار الغیب وغیرہ کا منکر زندیق و ملحد ہے لہٰذا بدعتی مناظر کوئی ایسی آیت پیش نہیں کرے گا جس میں نبی کریم ﷺ کے علم کا یا اطلاع علی الغیب کا ثبوت ہو اس لئے کہ ثبوت تو بر بنا انکار ہوتا ہے اور یہاں اس کا منکر کوئی نہیں تو تحصیل حاصل وھو باطل۔

فوائدِ شتّٰی

فائدہ نمبر ۱

علم غیب کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند ہے

بریلوی حضرات سے جب اس موضوع پر مناظرہ ہوتا ہے تو عموما عنوان ہوتا ہے

"نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا علم غیب"

بریلوی آپ سے کہے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر گفتگو ہوگی کہ آپ کو کتنا علم غیب ملا وغیرہ وغیرہ۔اس موقع پر آپ اس سے کہیں کہ بندہ خدا تو بار بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے علم غیب کا لفظ استعمال کررہاہے اس کو ان کی ذات مقدس کی طرف منسوب کر رہا ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نسبت کو اپنے لئے ناپسند فرمایا ہے چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی صاحب اشعۃ اللمعات کے حوالے سے لکھتا ہے:

"شارحین نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کا اس کو منع فرمانا اس لئے ہے کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور کی طرف ہے لہذا آپ کو ناپسند آئی"۔

(جاء الحق ص 129)

تو جس نسبت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپسند فرمائیں تم اسی نسبت کو ثابت کرنے کیلئے آج مناظرہ کررہے ہو؟ یہ کیسا عشق ہے؟ عاشق کا تو کام ہی محبوب کی پسند ناپسند کو دیکھنا ہے اس لئے یا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے سے باز آجاؤ یا برملا اس بات کا اظہار کیجئے کہ بھلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نسبت ناپسند ہو مگر ہم اس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پھر بھی کریں گے۔یہ بڑا ہی مجرب اصول ہے موقع محل کو دیکھ کر استعمال کریں ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا عوام پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے۔

فائدہ نمبر ۲

علم غیب کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنے والے کا انجام

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو مکروہ جانا ناپسند فرمایا اور تم اسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہو تو اپنا انجام بھی دیکھ لو قرآن پاک میں اللہ رب العزت ارشاد

فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَ رَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَاباً مُّهِيناً.

(سورۃ الاحزاب۔آیت 57)

عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ مَعْنَاهُ إِنَّ الَّذِيْنَ مَا يَرْتَكِبُوْنَ مَا يَكْرَهُ اللهُ وَرَسُوْلُه.

(تفسیر مظہری۔ج 5، ص 559)

جمہور کے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناپسند ہیں۔

تو تم نبی کریم ﷺ کی طرف اس چیز کی نسبت (علم غیب) کی کر رہے ہو جسے اللہ کے رسول ﷺ ناپسند فرما رہے ہیں تو تم کیوں نہ اس آیت کے مصداق ہوئے؟

فائدہ نمبر ۳

تو اب احمد رضا خان کا حوالہ ما قبل میں گزر چکا کہ علم کی اضافت جب غیب کی طرف ہو تو اس سے مراد "علم ذاتی" ہوتا ہے اور احمد رضا خان خالص الاعتقاد میں لکھتا ہے کہ جو مخلوق کیلئے ایک ذرہ علم ذاتی مانے وہ کافر ہے بریلوی مناظر نے بھی اس کو تسلیم کیا تو اب بریلوی مناظر بار بار اپنی تقریر میں یہ کہے گا اور دیگر بریلویوں کو بھی آپ نے کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ:

(۱) نبی کا علم غیب

(۲) نبی غیب کے علم کو جانتے ہیں۔ وغیرہما

تو آپ فوراً اس کو پکڑ لیں کہ تو اپنے ہی فتوے سے کافر ہو گیا اس لئے کہ اول میں علم غیب میں اضافت ہے اور ثانی میں "کے" کا لفظ برائے اضافت ہے جو مستلزم علم ذاتی ہے۔ اسی طرح مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنی کتاب میں الیواقیت والجواہر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

للمجتهدين القدم الراسخ في علوم الغيب.

(خالص الاعتقاد، ص 13)

یہاں بھی علوم کی اضافت غیب کی طرف ہے بریلوی مولوی جواب دے کہ یہ فتویٰ کہاں جا کر لگ رہا ہے؟؟

فائدہ نمبر ۴

آپ بدعتی مناظر سے پوچھیں کہ غیب کا علم صرف نبی کریم ﷺ کو ملا یا دیگر تمام انبیاء کو بھی یا بعض انبیاء کو؟ جواب اثبات ہی میں ہوگا مگر بطور ضرورت چند حوالے بھی یاد رکھ لیں:

(۱) عیسیٰ علیہ السلام کو امور غیبیہ پیدائشی حاصل تھے جیسے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو ہوتے ہیں۔(مقیاس الحنفیت ،ص 326)

(۲) چنانچہ رب العزت نے ابراہیم کے متعلق علم غیب ہونے کی شہادت دی۔ (مقیاس الحنفیت ،ص 329)

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مذکورہ بالا کی تصدیق کرتے ہوئے دعویٰ فرمایا کہ مجھے علم غیب ہے۔(مقیاس حنفیت ،ص 331)

(۴) مولانا احمد رضا خان لکھتا ہے:

نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علم غیب جاننا۔(خالص الاعتقاد ،ص 14)

سوالات

(۱) اب سوال یہ ہے کہ یہ علم غیب تمام انبیاء کو ہے یا بعض کو؟ دونوں صورتوں میں دلیل کیا ہے؟

(۲) انبیاء کو یہ علم غیب کب ملا؟

(۳) بقول مولوی عمر اچھروی یہ علم غیب پیدائشی تمام انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے اگر تمام کو پیدائشی حاصل ہے تو حضور ﷺ کا استثناء کس دلیل سے کہ تدریجا علم غیب حاصل ہوا کیا حضور معاذ اللہ تکمیل قرآن تک نبی نہ تھے؟

(۴) نیز تمام انبیاء کو پیدائشی علم غیب حاصل ہے اس کی دلیل؟

(۵) تمام انبیاء کو جو یہ علم غیب ملا یہ کلی علم تھا بعض تھا یا نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی طرح اللہ کا علم غیب ان انبیاء علیہم السلام کے قبضہ قدرت میں بھی دے دیا گیا تھا؟

(۷) اس پر دلیل کے تمام انبیاء کو اتنا علم غیب ملا؟

(۸) اگر کل علم غیب نہیں ملا تو کتنا نہیں ملا؟ اس پر دلیل؟

فائدہ نمبر ۵

اولیاء اللہ کیلئے بھی علم غیب مانتے ہیں اور اس پر سوالات

جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کیلئے علم غیب مانتے ہیں اور اس کے متعلق ان کے دعوے کی تنقیح کروائی ہے اسی طرح یہ لوگ اولیاء اللہ کیلئے بھی علم غیب مانتے ہیں۔ چنانچہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فرمان ہے:

"ایک بزرگ فرماتے ہیں وہ مرد نہیں جو تمام دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے مرد وہ نہیں جو تمام عالم کو انگوٹھے کے ناخن کے مثل نہ دیکھے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ غوثیہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا   كَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُكْمِ التِّصَال

اور یہ دیکھنا کسی خاص وقت کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ علی الاتصال یہ ہی حکم ہے..... میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں لگی ہے.....لوح محفوظ کیا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے..... ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے ... تو جب لوح محفوظ یہ کہ اس میں تمام کائنات روز اول سے روز آخر تک محفوظ ہیں تو جس کو اس کا علم ہو بے شک اسے ساری کائنات کا علم ہوگا"۔

(ملفوظات، حصہ اول، ص 31)

(۲) مولانا عبد الحامد بدایونی لکھتا ہے:

"علم غیب بالعرض وہی جو اللہ کے اعلام اور سکھانے سے حاصل ہو یہی علم انبیاء کرام کا ہے اور بعض خواص اولیاء اللہ کو حضور پاک کے فیض وعطا سے حاصل ہوا"۔

(تصحیح العقائد ص 41)

اس کے علاوہ ان کا یہ عقیدہ اس موضوع پر لکھی جانے والی ہر کتاب میں مل جائے گا۔

سوالات

(۱) اب سوال یہ ہے کہ اولیاء کرام کو کتنا علم غیب دیا گیا؟

(۲) جتنا بھی دیا گیا اس پر قرآن وحدیث سے دلیل؟

(۳) عبدالحامد بدایونی کہتا ہے کہ یہ علم غیب خاص اولیاء اللہ کو دیا گیا وہ خاص اولیاء اللہ کون کون سے ہیں؟

(۴) جن کو نہیں دیا گیا وہ کون کون سے اولیاء اللہ ہیں۔

(۵) اس کی دلیل کیا ہے کہ خاص کو دیا گیا باقیوں کو نہیں دیا گیا؟

(۶) اولیاء اللہ کو یہ علم غیب کب دیا گیا؟

(۷) جو بھی وقت متعین کریں اس پر دلیل؟

(۸) مولانا احمد رضا خان نے لکھا:

"وہ مرد نہیں جو ساری دنیا کو مثل ہتھیلی نہ دیکھے اور خود ملفوظات میں لکھا کہ حضور ﷺ کو پلنگ کے نیچے کتے کے پلے کا علم نہیں تھا۔"

(ملفوظات ج 3 ص 318)

نیز مناظر صاحب خدا کی قسم آپ کیا آپ کے پیر ومرشد بھی ساری دنیا کو مثل ہتھیلی نہیں دیکھ رہے تو جواب دیں کہ اعلیٰ حضرت کا فتویٰ کہاں کہاں لگ رہا ہے؟

فائدہ نمبر ۶

شیطان کیلئے علم غیب

بریلوی صرف انبیاء و اولیاء اللہ تعالیٰ امتیوں ہی علم غیب نہیں مانتے بلکہ شیطان کیلئے بھی ان کا علم غیب کا دعویٰ ہے، بریلوی حکیم الامت لکھتا ہے:

''شیطان قیامت تک کا علم رکھتا ہے اللہ تعالی نے ابلیس کو علم غیب بخشا ہے اس نے قیامت کے انسانوں کے متعلق کہالا تجد اکثرھم شاکرین اور بالکل سچ کہا واقعی تھوڑے انسان شاکر ہیں''۔

(تفسیر نعیمی، ج 8، ص 336)

ایک اور کتاب میں لکھتا ہے:

''رب نے شیطان کو بھی علم غیب دیا''

(نور العرفان، ص 751)

اب شیطان کے متعلق یہاں بھی تمام سوالات ہوں گے جو ما قبل میں گزر چکے ہیں اس لئے مناظرہ صرف حضور ﷺ کے علم غیب پر نہیں ہوگا کیونکہ اس پر مسئلہ حل ہو جانے کے بعد دیگر کے متعلق نزاع تو رہے گا اس پر اختلاف برقرار رہے گا لہذا مناظرہ صرف حضور ﷺ کے علم غیب پر نہیں بلکہ انبیاء اولیاء امتیوں اور شیاطین کے علم غیب پر بھی ہوگا۔

فائدہ نمبر ۷

بریلوی حضرات ''قلم'' اور ''حجر اسود'' کیلئے بھی علم غیب مانتے ہیں چنانچہ فیض احمد اویسی نے اپنی کتاب میں عنوان باندھا:

''قلم کا علم غیب''۔ (غایۃ المامول، ص 255)

''حجر اسود کا علم غیب''۔ (غایۃ المامول، ص 257)

اب یہاں بھی وہی سب سوال ہوں گے کہ کب کہاں کتنا علم غیب ملا وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ نمبر ۸

مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

''کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی ایسی بات کو جو ہر انسان ہر بھنگی چمار بلکہ ہر جانور بلکہ ہر کافر مرتد میں موجود ہو محل مدح میں ذکر نہ کرے گا نہ اس میں اپنے لئے فضل و شرف جانے گا''۔

(السوء العقاب، ص 10)

تو سوال یہ ہے کہ بقول بدعتیوں کے علم غیب ہر نبی ہر ولی ہر انسان ہر جانور قلم پتھر بلکہ شیطان کو بھی حاصل ہے تو اسے نبی کریم ﷺ کیلئے ثابت کرنا اور اس میں آپ ﷺ کی مدح جاننا کیا رضاخانیوں کا درپردہ اپنے پاگل ہونے کا اقرار کرنا نہیں؟

فائدہ نمبر ۹

دنیا میں بہت سے گندے علوم بھی ہیں مثلا جادو ٹونا، فلم سازی، مسمریزم لمبی چوڑی فہرست ہے جو ہرگز نبی کریم ﷺ کی شان کے لائق نہیں بریلویوں کا جو عقیدہ علم غیب ہے اس صورت میں ان تمام گندے علوم کو نبی کریم ﷺ کیلئے ماننا پڑے گا بریلوی اس کے جواب میں کہتے ہیں نفس علم کسی چیز کا برا نہیں اب مخالفین کا وہ سوال اٹھ گیا کہ حضور علیہ السلام کو بری چیزوں چوری زنا جادو و اشعار کا علم نہیں تھا...... جادو کا سیکھنا فرض ہے۔ (جاء الحق ص 49,48)

مگر فریق مخالف کا یہ مغالطہ کسی بھی طور قابل التفات نہیں اس لئے کہ جب خود نبی کریم ﷺ نے غیر نافع علوم سے پناہ مانگی جیسا کہ حدیث نمبر 13 میں آپ تفصیل پڑھ لیں گے تو معلوم ہوا کہ دنیا میں ایسے کچھ علوم ضرور ہیں جو نافع نہیں اور انہی کے حصول سے نبی کریم ﷺ سے پناہ مانگی ورنہ معدوم سے پناہ مانگنے کا کیا مطلب؟

ہم مزید کچھ ایسے علوم کی نشاندہی کرتے ہیں جو شریعت میں مذموم اور قبیح ہیں اور ہر لحاظ سے غیر نافع اور غیر مفید ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا

مَنِ اقْتَبَسَ عِلْماً مِّنَ النُّجُوْمِ اِقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ مَازَادَ

(ابن ماجہ)

جس نے نجوم کا علم حاصل کیا تو اس نے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا جتنا بھی زیادہ کیا زیادہ کیا۔

حضرت شاہ عبدالغنی مجددی الحنفیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَ اَدْخَلَ صَاحِبُ الدُّرِّ فِي الْعِلْمِ الْحَرَامِ عِلْمَ الْفَلَاسَفَةِ وَالشُّعْبَدَةِ وَالتَّنْجِيْمِ وَالرَّمْلِ وَ عُلُوْمَ الطَّبَّاعِيْنَ وَالسحر وَالْكَهَانَةِ(انجاح

الحاجہ)

صاحب در نے حرام علم میں علم فلسفہ شعبدہ نجوم رمل علم طبعیات جادو اور کہانت سب کو شامل کیا ہے۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں:

عِلْمُ النُّجُومِ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ هُوَ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ اَهْلُ التَّنْجِيمِ مِنْ عِلْمِ الْكَوَائِنِ وَالْحَوَادِثِ الَّتِيْ لَمْ تَقَعْ كَمَجِيْئِ الْاَمْطَارِ وَ تَغَيُّرِ الْاَسْعَارِ وَاَمَّا مَا يَعْلَمُ بِهٖ اَوْقَاتُ الصَّلٰوةِ وَجِهَةُ الْقِبْلَةِ فَغَيْرُ دَاخِلٍ فِيْمَا نُهِيَ عَنْهُ

(معالم السنن، ج 4، ص 229)

جس علم نجوم کی ممانعت آئی ہے وہ وہ علم ہے جس سے اہل نجوم واقعات اور حادثات کی قبل از وقوع اطلاع دیتے ہیں جیسے بارش کا ہونا اور اشیاء کے نرخ کی خبر وغیرہ اور علم نجوم کا وہ شعبہ جس سے اوقات نماز اور جہت قبلہ کا تعیین ہوتا ہے وہ ممنوع علم نجوم میں داخل نہیں۔

علامہ برہان الدین فرماتے ہیں:

وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ وَتَعَلُّمُ عِلْمِ النُّجُومِ لِمَعْرِفَةِ الْقِبْلَةِ وَاَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ لَا بَاْسَ بِهٖ وَالزِّيَادَةُ حَرَامٌ

(مجمع الانہر، ج 2، ص 527، المحیط البرہانی، ج 5، ص 402، کتاب الاستحسان والکراہیۃ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

واما تعلمہ (ای السحر) و تعلیمہ فحرام

(شرح مسلم، ج 2، ص 156)

جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

واما تعلیمہ و تعلمہ ففیہ ثلاثۃ اقوال الاول الصحیح الذی قطع بہ الجمہور انہما حرامان والثانی انہما مکروہان والثالث انہما مباحان

(شرح فقہ الاکبر ص 343)

جادو کی تعلیم وتعلم میں اختلاف ہے پہلا قول جس پر جمہور علماء اسلام قطعی متفق ہیں اور یہی صحیح ہے کہ جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں مکروہ ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں مباح ہیں۔

امام غزالی غیر شرعی علوم کی دو قسمیں کرتے ہیں ایک وہ جس پر کوئی اچھا اور مفید نتیجہ مرتب ہو اور لکھتے ہیں کہ وہ علم مقبول اور محمود ہوگا اور دوسری قسم وہ ہے جو اس کے خلاف ہو پھر آگے علم مذموم کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واما المذموم منه فعلم السحر و الطلسمات وعلم الشعبدة والتلبيسات (احیاء علوم الدین ج1ص16)

بہرحال مذموم علوم میں سے جادو اور طلسمات اور تلبیس وخداع کے علم بھی ہیں۔

غرض اس مختصر تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ علم نجوم رمل کہانت طلسم شعبدہ بازی مذموم علوم میں اور جادو وغیرہ تو جمہور کے نزدیک اس کا سیکھنا سکھانا ہی حرام ہے۔ تعجب ہے مفتی احمد یار گجراتی پر جو مرجوح اقوال پیش کر کے جادو کے سیکھنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ آخر میں ہم خود بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کا حوالہ پیش کر دیتے ہیں جو علم سیمیاء کے بارے میں لکھتے ہیں:

"نہایت ناپاک علم ہے"۔ (ملفوظات حصہ دوم ص 180)

لیجئے! اب تو مان لو کہ اس دنیا میں ایسے علوم بھی ہیں جو ناپاک بلکہ نہایت ناپاک ہیں افسوس رضاخانی حضرات پر جو ایسے گندے اور ناپاک علوم پاک ہستی کی طرف منسوب کرتے ہیں جن کے بارے میں خود اللہ ارشاد فرماتا ہے:

وما علمناه الشعر وما ينبغي له کہ نہ تو ہم نے ان کو علم شعر عطا کیا ہے اور نہ وہ آپ کی شان رفیع کے مناسب ہے۔ مگر اہل بدعت کا مذہب ہی نرالا ہے جن کے نزدیک تمام گندے اور غلیظ علوم نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا عین ایمان وعشق ہے۔ والعیاذ باللہ۔

فائدہ نمبر ۱۰

ما اور کل کی بحث

بریلوی حضرات ایسی آیات وحدیث اپنے دعوے میں پیش کرتے ہیں جن میں "ما" یا "کل" کا لفظ ہوتا اور اس ما اور کل کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ علی الاطلاق عموم کیلئے آتے ہیں اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں ہوسکتی لہذا نبی کریم ﷺ کو کلی علم غیب حاصل ہے۔

حالانکہ یہ اصول درست نہیں کہ ما اور کل عموم کیلئے آتے ہیں اس لئے کہ اگر چہ لفظ "کل" اپنے لغوی مفہوم کے لحاظ سے عام ہے لیکن استعمال کے لحاظ سے کل اور بعض عموم وخصوص دونوں کیلئے برابر آتا ہے اور اگر وہ عموم اور استغراق حقیقی کیلئے آتا ہے تب بھی موقع ومحل اور داخلی وخارجی قرائن کا محتاج ہوتا ہے اور اگر کہیں استغراق عرفی اور اضافی اور بعضیت کیلئے مستعمل ہوتا ہے تب بھی قرینہ سے مستغنی نہیں ہوسکتا چند دلائل ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں:

(۱) اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (سورہ بقرہ، آیت 260)

پھر ان کوفتہ چڑیوں کی ایک ایک جز پہاڑ پر رکھ دیں۔

یہ ظاہر امر ہے کہ علی کل جبل کے ارشاد سے تمام روئے زمین کے چھوٹے بڑے قریب بعید کے سب پہاڑ تو مراد نہیں تھے اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمالیہ اور نانگا پربت وغیرہ کی چوٹیوں پر کوفتہ چڑیوں کی بوٹیاں بلکہ قیمہ رکھنے کے مکلف ٹھرائیے گئے تھے یہاں علی کل جبل سے یقیناً بعض پہاڑ مراد ہیں جو بالکل قریب ہوں گے۔

(۲) ارشاد باری تعالی ہے کہ:

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ

(سورہ انعام آیت 44)

تو ہم نے ان پر ہر قسم کے دروزے کھول دئے

یہ قطعی اور حتمی امر ہے کہ ان پر بعض ظاہری نعمتوں کے دروازے کھولے گئے ہوں گے نہ کہ نبوت

ورسالت اور مقبولیت وولایت اور رضا وغیرہ۔

(۳) حضرت ہود علیہ السلام کی مجرم قوم پر اللہ تعالی باد صرصر اور تند و تیز ہوا کے طوفانی جھونکے بھیجے تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ یعنی ہر چیز کو ہلاک کرنے والے تھے اور یہ بالکل عیاں ہے کہ زمین و آسمان وغیرہ وغیرہ بے شمار اشیاء کے علاوہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھی ہر گز تباہ نہ ہوئے تھے یہاں بھی لفظ کل سے سب اشیاء مراد نہیں بعض ہیں۔

(۴) تورات کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے تفصیلا لکل شیء کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود تھی مگر یہ بات بالکل آشکارا ہے کہ نہ تو واقعۃ تورات میں ہر چیز کی تفصیل موجود تھی کہ زمین کا ایک ایک ذرہ اس میں درج ہوتا اور نہ تو علوم و معارف کے لحاظ سے وہ سب احکامات تورات میں درج تھے جو قرآن کریم اور جناب نبی کریم ﷺ کی جامع اور مکمل شریعت میں موجود ہیں ورنہ قرآن کریم اور شرع محمدی ﷺ کی تورات پر فوقیت اور مزیت ہی کیا ہوگی؟ مندرجہ ذیل آیات بھی اسی قبیل سے ہیں:

وَ أُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اور ہمیں ہر چیز دی گئی۔ (النمل آیت 16)

وَ آتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان دیا تھا۔ (کہف. 84)

آگے چلئے علامہ مجدالدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

وَ قَدْ جَاءَ بِمَعْنَى بَعْضٍ ضِدٌّ''۔ (القاموس ص 1065)

لفظ کل کبھی بعض کیلئے بھی آتا ہے اور یہ اضداد میں ہے۔

ملا جیون لکھتے ہیں:

وَ كَلِمَةُ كُلٍّ يَحْتَمِلُ الْخُصُوصَ۔ (نور الانوار ص 81)

اور کلمہ کل خصوص کا احتمال رکھتا ہے۔

علامہ زبیدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَ قَدْ جَاءَ اسْتِعْمَالُهُ بِمَعْنَى بَعْضٍ وَ عَلَيْهِ حُمِلَ قَوْلُ عُثْمَانَ حِيْنَ دُخِلَ عَلَيْهِ فَقِيْلَ لَهُ أَبِأَمْرِكَ هٰذَا؟ فَقَالَ كُلُّ ذَالِكَ أَيْ بَعْضُهُ عَنْ أَمْرِيْ وَ بَعْضُهُ

بِغَیْرِ أَمْرِیْ ... قَالَ شَیْخُنَا وَ جَعَلُوْا مِنْہُ أَیْضاً قَوْلُہُ تَعَالٰی فَکُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ

(تاج العروس، ج30،ص339)

اور اسی پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ قول محمول ہے کہ کیا یہ سب کچھ آپ کے حکم سے ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں سب کچھ میرے حکم سے ہوا حالانکہ اس مقام پر کل سے مراد بعض ہے یعنی بعض میرے حکم سے اور بعض میرے حکم کے بغیر ہوا...... ہمارے شیخ نے فرمایا کہ آئمہ لغت نے فکلی من کل الثمرات میں اور اسی طرح واوتیت کل شیء میں لفظ کل کو بعض ہی کیلئے کہا ہے

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''جیسے کل بمعنی بعض بھی بولا جاتا ہے''۔

(تفسیر نور العرفان،ص 846،سورۃ زخرف آیت 58)

اسی طرح ''ما'' بھی عموم کیلئے آتا ہے:

وَمَا وَمَنْ یَحْتَمِلَانِ الْعُمُوْمَ وَالْخُصُوْصَ وَ اَصْلُھُمَا الْعُمُوْمُ

(نور الانوار ص79)

ما اور من عموم اور خصوص دونوں کا احتمال رکھتے ہیں ۔اگرچہ اصل ان دونوں کا عموم ہے۔

علامہ شریف جرجانی حنفی رحمہ اللہ من و، ماموصولات وغیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

قُلْنَا اَلْمَوْصُوْلَاتُ لَمْ تُوْضَعْ لِلْعُمُوْمِ بَلْ ھِیَ لِلْجِنْسِ تَحْتَمِلُ الْعُمُوْمَ وَالْخُصُوْصَ

(شرح المواقف،ج8،ص364)

ہم کہتے ہیں کہ موصولات عموم کیلئے وضع ہی نہیں کئے گئے بلکہ یہ جنس کیلئے وضع کئے گئے ہیں جو عموم اور خصوص دونوں کا برابر احتمال رکھتے ہیں۔

پس جن آیات جن احادیث یا علماء کے جن اقوال میں کل یا ما کے الفاظ ملتے ہیں ان سے ہرگز جمیع ما کان و ما یکون مراد نہیں ہوں گے مزید تفصیل اپنے اپنے مقام پر آجائے گی ان شاءاللہ۔

فائدہ نمبر ۱۱

بریلوی حضرات کا ایک اصولی اور بنیادی مغالطہ ہے کہ اس قسم کی جملہ روایات میں جہاں بھی یہ آتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اشیاء کے بارے میں سوال کیا تو اس سے آپ کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی بلکہ جانتے ہوئے بھی آپ بعض مصالح کی بناء پر ایسے سوالات کرلیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے سوال کیا تھا

وما تلك بيمينك يا موسیٰ اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

ظاہر بات ہے کہ اس سے یہ تو قطعا ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالی کو علم نہیں تھا وعلی ہذا القیاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوالات کا بھی یہی حال سمجھو مگر فریق مخالف کا یہ مزعوم خیال بھی سراسر باطل اور مردود ہے۔ **اولاً** اس لئے کہ اللہ تعالی کے علیم بذات الصدور اور بکل شیء علیم ہونے کے بارے میں کسی کو شک وشبہ ہی نہیں اس لئے جناب باری تعالی عزوجل کا سوال ضرور کسی حکمت اور مصلحت پر ہی مبنی ہوگا بخلاف حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور حضرات اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ مخلوق کا سوال۔

کیونکہ جب وہ عالم الغیب نہیں تو اصل اور قاعدہ یہی ہے کہ ان کو وہ چیز معلوم نہیں الا یہ کہ کوئی قطعی اور محکم دلیل اس کے خلاف موجود ہو کہ یہ سوال کسی مصلحت کے پیش نظر تھا تو اس صورت میں ان کے سوال کو کسی خاص مصلحت اور حکمت پر محمول کیا جائے گا۔ غرض مخلوق کا خالق پر اور حادث کا قدیم پر اور غیر عالم الغیب ہستیوں کا بکل شیء علیم پر قیاس کرنا جن کا علم بقول حضرت خضر علیہ السلام دریا کا قطرہ ہو کتنا ہیچ کار ہے۔

پھر خود ایسی روایات ملتی ہیں کہ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا جواب دیا گیا تب آپ اصل صورتحال سے واقف ہوئے چنانچہ حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ چند حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں باہر نکلے تو:

فَرَاىٰ قَبْراً جَدِيْداً فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا هٰذِهٖ مَوْلَاةُ بَنِیْ فُلَانٍ فَعَرَفَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الحديث

(صحیح ابن حبان، ج 7،ص 356، المعجم الکبیر، ج 22،ص 239رقم 627،مسند احمد بن حنبل، ج 32،ص 201، رقم 19452،سنن نسائی)

آپ نے ایک نئی قبر دیکھی آپ نے صحابہؓ سے سوال کیا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ تو صحابہؓ نے جواب دیا کہ یہ فلاں خاندان کی لونڈی کی قبر ہے ان کے بتلانے پر آپ نے اس کو پہچان لیا۔ کیا فریق مخالف یہ بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے فلاں چیز کے متعلق سوال کیا اور مجیب کے جواب کے بعد فعوذ اللہ تعالی وارد ہوا ہے کہ اللہ نے اس کو پہچان لیا اگر فریق مخالف میں ہمت ہے تو ایک ہی صحیح حدیث اس مضمون میں پیش کر دے۔

فائدہ نمبر ۱۲

نبی کا معنی

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ علماء لغت نے "نبی" کے معنی ہیں غیب کی خبر بتانے والے کیا ہے تو نبی کریم ﷺ کو علم غیب کیوں نہیں؟ تو اس کا جواب ہے کہ یہ بھی دھوکا ہے ہم ما قبل میں تفصیل نقل کر چکے ہیں کہ غیب کی خبر دینا علم غیب نہیں ہوتا نہ محض خبر دینے سے کوئی غیب کی ہر ہر بات کو جان لیتا ہے ثانیا یہ کہنا کہ نبی کے معنی ہی غیب کی خبر دینا ہے یہ بھی دھوکا۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

النَّبِیُّ بِغَیْرِ ھَمْزٍ فَقَدْ قَالَ النَّحْوِیُّوْنَ اَصْلُہُ الْھَمْزُ فَتُرِکَ ھَمْزُہٗ وَاسْتَدَلُّوْا بِقَوْلِھِمْ مُسَیْلِمَۃُ نُبَیِّیءُ سَوْءٍ وَ قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ ھُوَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اَیْ الرِّفْعَۃُ وَ سُمِّیَ نَبِیًّا لِرِفْعَۃِ مَحَلِّہٖ عَنْ سَائِرِ النَّاسِ الْمَدْلُوْلِ عَلَیْہِ بِقَوْلِہٖ وَرَفَعْنَاہُ مَکَانًا عَلِیًّا فَالنَّبِیُّ بِغَیْرِ الْھَمْزِ اَبْلَغُ مِنَ النَّبِیْءِ بِالْھَمْزِ لِاَنَّہٗ لَیْسَ کُلُّ مُنَبَّاءٍ رَفِیْعَ الْقَدْرِ وَ الْمَحَلِّ وَلِذَالِکَ قَالَ علیہ الصلوۃ و السلام لِمَنْ قَالَ یَا نَبِیْءَ اللّٰہِ فَقَالَ لَسْتُ بِنَبِیْءِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ نَبِیُّ اللّٰہِ لَمَّا رَاٰی اَنَّ الرَّجُلَ خَاطَبَہٗ بِالْھَمْزِ لِیَغُضَّ مِنْہُ وَ النُّبُوَّۃُ وَ النَّبَاوَۃُ الْاِرْتِفَاعُ

(المفردات القرآن.365)

"النبی بدون ہمزہ کے متعلق بعض علماء نحو کہ یہ اصل میں مہموز ہے لیکن اس میں ہمزہ متروک ہو چکا ہے اور اس پر وہ مسیلمۃ نبی ءسوء کے محاورے سے استدلال کرتے ہیں مگر بعض علماء نے کہا کہ نبوۃ بمعنی رفعت سے مشتق ہے اور نبی کو نبی اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے اندر معزز اور بلند اقدار کا حامل ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ: ورفعنه مكانا عليا (اور ہم نے ان کو بلند درجات سے نوازا) کے مفہوم سے سمجھا جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ نبی بدون ہمزہ (مہموز) سے ابلغ ہے کیونکہ ہر منبأ لوگوں میں بلند قدر اور صاحب مرتبہ نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ایک شخص نے جب آنحضرت ﷺ کو از راہ بغض یا نبیَ اللہ کہہ کر پکارا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نبی ءاللہ نہیں ہوں بلکہ نبی اللہ ہوں۔ النبوۃ والنباوۃ کے معنی بلندی کے ہیں"۔

پھر اگر نبی کا معنی بقول بریلویوں کے یہی لیا جائے جو کسی نہ کسی غیب کی خبر دیتے ہیں تو اس اصول پر تو معاذ اللہ ٹڈی، مینڈک، جوں، کتے، سؤر کو بھی استغفر اللہ "نبی" ماننا پڑے گا کیونکہ مولانا احمد رضا خان بریلوی:

"کیا مرزا ایسی ہی رسالت پر فخر رکھتا ہے جیسے ٹیری اور مینڈک، اور جوں اور کتے اور سؤر سب کو شامل مانے گا ہر جانور بلکہ ہر حجر و شجر بہت علوم سے خبردار ہے اور ایک دوسرے کو خبر دینا بھی صحاح احادیث سے ثابت"۔

(السوء العقاب ص 11)

مولانا احمد رضا خان مرزا قادیانی کا رد کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ مرزا تو خود کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ نبی کا معنی کچھ غیب کی خبر دینا ہے تو اس طرح تو سور کتا حجر و شجر بھی کچھ نہ کچھ خبر رکھتے ہیں کیا ہم انہیں بھی نبی مان لیں۔ غور فرمائیں بریلوی کس کی وکالت کر رہے ہیں۔

فائدہ نمبر ۱۳

مبداء کا صدق مشتق کے صدق کی علت ہوتا ہے

مبداء کا صدق مشتق کے صدق کی علت ہوتا ہے جیسا کہ عدل کا صدق عادل ہونے کو چاہتا ہے اور ظلم کا صدق ظالم ہونے کو چاہتا ہے اسی طرح اگر نبی کریم ﷺ علم غیب جانتے تو عالم الغیب بھی ہوئے مگر رضا خانی بریلوی نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب نہیں مانتے اور اس کی وجہ بتاتے ہیں:

مولانا اختر رضا خان ازہری بریلوی لکھتے ہیں:

"رہا آپ کا ہماری نسبت یہ کہنا کہ حضور عالم الغیب ہیں بالکل افتراء ہے عالم غیب مثل رحمن و قیوم و قدوس وغیرہ اسماء خاصہ ذات باری تعالی میں سے ہے اس کا اطلاق غیر خدا کیلئے ہم اہل سنت کے نزدیک حرام و ناجائز ہے"۔

(انوار رضا ص 134)

"مصنف (احمد رضا خان) کی تحقیق میں عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عزوجلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفا علم بالذات متبادر ہے"۔

(فہارس فتاوی رضویہ ص 856)

بریلوی ارشد القادری صاحب لکھتے ہیں:

"صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ انبیاء و اولیاء کے حق میں علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی عالم غیب کے اطلاق کو خدا کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں اور پھر غیر خدا پر اس لفظ کا اطلاق حرام قرار دیتے ہیں لیکن آپ نے مذکورہ بالا عبارت میں نہ صرف یہ کہ بے قید علم غیب کا عقیدہ جملہ مخلوقات کے حق میں تسلیم کر لیا ہے بلکہ لفظ عالم الغیب کے اطلاق کی خصوصیت بھی خدا کے ساتھ باقی نہیں رہنے دی"۔

(زلزلہ ص 196, 197)

سوال یہ ہے کہ عالم الغیب کا اطلاق مخلوق پر اس لئے جائز نہیں کہ یہ اللہ تعالی کے ساتھ مخصوص ہے اس سے علم غیب ذاتی متبادر ہوتا ہے تو علم غیب بھی تو رب العزت کی خصوصیات میں سے ہے اس کا اطلاق مخلوق کیلئے کیوں جائز؟

ما قبل میں مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کا حوالہ گزر چکا کہ وہ خان صاحب بریلوی ہی سے

ثابت کرتے ہیں کہ علم غیب مطلق متبادر ذاتی اور کلی ہوتا ہے۔

بریلوی پیر محمد چشتی پشاوری صاحب لکھتے ہیں:

''علم غیب کا اپنے شرعی مفہوم کے اعتبار سے اللہ تعالی کی صفت مختصہ ہونے کی بنا پر اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف مطلقا یعنی فلان یعلم الغیب جیسے استعمال کا ناجائز ہونا صرف اہل سنت کی چار دیواری کا مسئلہ نہیں بلکہ کل مکاتب فکر اسلام کے نزدیک متفقہ ہے''۔

(اصول تکفیر ص 393)

جب عالم الغیب کا اطلاق نبی کریم ﷺ پر جائز نہیں تو وہی علت علم غیب میں بھی پائی جارہی ہے تو اس کا اطلاق کیوں جائز؟

فائدہ نمبر ۱۴

بدعتی عوام کو کیسے اشتعال دلاتے ہیں

مناظرے میں بریلوی مناظر بار بار سادہ لوح عوام کو اشتعال دلانے کیلئے یہ کہے گا کہ دیکھو یہ دیوبندی وہابی لوگ نبی کریم ﷺ کے علم سے منکر ہیں انہیں معاذ اللہ لاعلم مانتے ہیں۔ ایسی صورتحال پیش آئی تو مندرجہ ذیل حوالہ جات ایک سانس میں پڑھ لیں ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا:

مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے''۔

(جاء الحق ص 126)

مولانا فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''تمام مخلوق سے زیادہ نبی کریم ﷺ کا علم زیادہ ہے جس کا اقرار مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں کیا ہے''۔

(غایۃ المامول فی علم الرسول ص 16)

فائدہ نمبر ۱۵

کسی شے کی نفی توہین کو مستلزم نہیں

اس باب میں اہل بدعت کو ایک مغالطہ یہ بھی لگا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کسی چیز کے علم کی نفی کرنا یہ ان کی شان کے لائق نہیں ۔یہ قاعدہ ان کا خود ساختہ ہے ۔میرے مطالعہ میں آج تک کوئی مستند حوالہ ایسا نہیں آیا جس میں ہو کہ حضور ﷺ سے ذرے ذرے کے علم کی نفی کرنا خاص کر جن علوم کی دین و آخرت کے حوالے سے کسی قسم کی ضرورت نہ ہو یہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی ہے ۔بلکہ علما نے تو صراحت کی ہے کہ بعض امور کی آپ ﷺ سے نفی کرنا یہ بالکل بھی آپ ﷺ کی رتبے کے منافی نہیں کیونکہ ہر بات کو جاننا یہ علم غیب ہے جو سرے سے آپ کی شایان شان ہی نہیں ۔چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ولا يقدح هذا ای عدم اطلاعه ببعض قضية فو نبوته من رفعة مرتبته

(شرح الشفاء، ج2،ص343)

یعنی بعض امور کی اطلاع آپ کو نہ ہونا آپ کے مقام رفعت و مرتبت میں کوئی کمی نہیں کرتا۔

ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ما المسول عنها باعلم من السائل يعنى ان علم الخلق كلهم فى وقت الساعة سوا و هذا اشارة الى ان الله تعالى استاثر بعلمها و لهذا جا ان العالم اذا سئل عن شيئ لا يعلمه ان يقول لا اعلمه و ان ذالا ينقصه شيا بل هو من ورعه و دينه لان فوق كل ذى علم عليم

(جامع العلوم والحکم،ص52)

(حضور ﷺ کا یہ فرمایا ما المسول عنھا باعلم من السائل کا مطلب یہ ہے کہ) قیامت کے وقت وقوع کے عدم علم میں مخلوق برابر ہے (کسی کو بھی اس کا علم نہیں) یہ اس بات کی طرف اشارہ

ہے کہ اللہ نے اس کا علم اپنے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اسی لئے جب کسی عالم سے کوئی سوال کیا جائے جس کو وہ نہیں جانتا تو کہہ دے کہ مجھے علم نہیں اور یہ اس کے مقام میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتا بلکہ یہ عمل تو اس کی دین داری ووری کی نشانی ہے۔

امام نسفی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے آپ سے علم غیب کی نفی اسی لئے کہ یہ تو آپ ﷺ کی شان ہی کے لائق نہیں۔

اِنْ اَنَا اِلَّا عَبْدٌ '' اُرْسِلْتُ نذیرا و بشیرا و ما من شانی اَنْ اعلمَ الغیب

(تفسیر مدارک .1 ص 623)

اس موقع پر آل بدعت سے ہم گزارش کریں گے کہ حضور ﷺ سے کل مخلوقات کے ذرے ذرے کا کہ سمندر میں کتنے قطرے ہیں ریت میں کتنے ذرات ہیں پرندوں کے کتنے پر ہیں جانور کیا کھاتے کیا پیتے ہیں کہاں ہگتے ہیں؟ کسی مستند حوالے سے ثابت کرے کہ اس کا علم ثابت کرنا عین نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے اور اس کی نفی کرنا ان کی شان رفیع میں تنقیص وگستاخی ہے۔ معاذ اللہ۔ ان شاء اللہ تا قیامت اس کی جرات ان کو نہ ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا سارا باطل مذہب ہی فلاسفہ کی طرح ان کے خود ساختہ مفروضوں پر قائم ہے۔ جس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تو لکھتے ہیں:

انتم اعلم بدنیاکم و فیہ تنبیہ نبیہ علی انہ لایشترط فی حق ارباب النبوۃ العصمۃ علی الخطاء فی الامور الدنیا التی لاتعلق لھا بالاحکام الدینیۃ والاحوال الاخرویۃ

(شرح الشفاء، ج 2 ص 245)

تم اپنے دنیا کے معاملات زیادہ بہتر جانتے ہو اس قول میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ انبیاء کیلئے دنیاوی امور جن کا احکام دینی واحوال اخروی سے کوئی تعلق نہ ہو میں خطا سے بچنا شرط نہیں۔

فائدہ نمبر ۱۶
خاصہ کی اقسام

سوات مناظرہ میں مفتی ندیم صاحب نے کہا تھا کہ "علم غیب اللہ کا خاصہ" ہے۔ بدعتی مولوی نے اس پر انتہائی لایعنی سوال کر کے کہا کہ خاصہ کی چھ قسمیں ہیں، اس میں سے اللہ کا خاصہ کون سا ہے؟ دراصل ہمیشہ سے باطل کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ منطقی و فلسفیانہ موشگافیوں میں الجھا کر عوام کو قرآن وحدیث سے دور رکھا جائے، تاکہ کل کو کہا جا سکے کہ دیکھو انہوں نے تو ہمارے سوالوں کا جواب ہی نہیں دیا اتنے جاہل تھے ان سے بحث کیا کرتے؟ ماضی میں فلاسفہ نے جب عالم کو قدیم نوعی مانا تو اعتراض سے بچنے کیلئے حادث کی دو قسمیں بنا لیں (۱) حادث ذاتی (۲) حادث زمانی، اور کہا کہ جب عالم حادث ذاتی ہے تو قدیم بالنوع ہونا اس کے معارض نہیں، لیکن متکلمین اسلام نے ان کی اس ساری دماغ سوزی پر یہ کہہ کر پانی پھیر دیا کہ ہم آپ کی ان اصطلاحات کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ یہی انداز حضرت مفتی صاحب نے تعریضاً اپنایا اور کہا کہ ہماری مراد خاصہ سے خاصة الشيء ما يوجد فيه ولا يوجد في غيره ہے گویا یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ بس خاصہ سے ہماری مراد یہ ہے اب تم اسے جس قسم میں مانو تمہاری مرضی۔ مگر بدعتی مولوی کی جہالت دیکھو کہتا ہے کہ یہ تعریف ان چھ قسموں میں سے کون سی قسم میں ہے؟ حالانکہ یہ تعریف تو "مقسم" کی ہے۔ اس جاہل کو یہ بھی پتہ نہیں کہ مقسم اپنی "اقسام" میں شامل ہوتا ہے۔ بہرحال ہم عرض کر دیتے ہیں کہ ان چھ قسموں میں سے ہمارا والا "خاصہ حقیقی" ہے جسے "خاصہ مطلقہ" بھی کہا جاتا ہے۔ باقی خاصہ کی جو چھ قسمیں بنائی ہیں تو وہ کوئی سر کافی کی بقراطی نہیں جس کا جواب نہ ہو سکے۔ اس میں سے دو قسموں کی تعریف:

(۱) خاصہ حقیقی (۲) خاصہ اضافی کی آپ کو "سوال بازوں" کے صفحہ 79 پر مل جائے گی۔ (۳) خاصہ لفظی (۴) خاصہ معنوی کی تعریف "تحریر سنبٹ" میں ملاحظہ کر لیں، اور (۵) خاصہ شاملہ (۶) غیر شاملہ مشہور بین القوم ہے شرح جامی میں آسانی سے مل جائے گی۔ ان کا یہ سوال سراسر مکابرہ تھا ورنہ اہل علم بتائیں کہ خاصہ اضافی، خاصہ لفظی و معنوی اور خاصہ شاملہ و غیر شاملہ کا اللہ کے علم سے آخر کیا تعلق ہے؟

فائدہ نمبر ۱۷

مطلق علم غیب، علم غیب مطلق

سوات مناظرہ میں یہ سوال بھی بدعتی نے کیا کہ اللہ کا علم غیب یہ مطلق علم غیب ہے یا علم غیب مطلق۔ یہ سوال بھی مکابرہ پر مشتمل تھا ورنہ معمولی پڑھا لکھا انسان بھی جانتا ہے کہ مطلق علم غیب اللہ کیلئے ماننا درست نہیں لانہ یثبت بفرد ما یہاں ہماری مراد علم غیب سے "علم غیب مطلق" تھی الذی یثبت بجمیع افرادہ۔ علامہ ابن قیمؒ نے البدائع الفوائد میں "مطلق الامر والامر المطلق" کے عنوان سے اس کے درمیان دس وجوہ سے فرق کو بیان کیا ہے۔

فائدہ نمبر ۱۸

واجب لنفسہ، واجب فی نفسہ، واجب بنفسہ کی اصطلاحات

سوات مناظرہ میں بدعتی مولوی نے کہا کہ اللہ کی ذات واجب ہے اور واجب کی تین قسمیں ہیں۔

حالانکہ یہ خود اس کی جہالت ہے واجب تین قسموں میں منحصر نہیں بلکہ مدلول کے اعتبار سے واجب کی مختلف قسمیں ہیں واجب شرعی ہے، واجب عقلی ہے پھر اس میں واجب ذاتی بھی ہوسکتا ہے، واجب ضروری بھی، واجب نظری بھی بلکہ بعض نے تو واجب کی باعتبار قدیم و حادث بھی قسمیں بنائی ہیں۔

مولوی مذکور نے جو واجب کی تین قسمیں بتائیں وہ واجب عقلی کی ہیں۔

پہلی تعریف

{واجب فی نفسہ}: اس کی نسبت اس شے کی طرف کی جاتی ہے جو اپنے وجود میں فارض کے فرض کی محتاج نہ ہو، اگرچہ محل کا محتاج ہو جیسے سفید کپڑا کہ اس میں سفیدی کا وجود فارض کے فرض کا محتاج نہیں لیکن اس کا وجود محل یعنی کپڑے کا محتاج ہے۔

{واجب بنفسہ}: جو نہ فارض کے فرض کی محتاج ہو نہ محل کی۔

{واجب لنفسہ}: کی نسبت اس شے کی طرف ہوتی ہے جو نہ فارض کے فرض کی محتاج ہو نہ محل کی اور نہ فاعل کی، جیسے وجود باری تعالیٰ۔

دوسری تعریف

{واجب بنفسہ}: کی ایک تعریف علامہ ذہبیؒ وعلامہ تفتازانیؒ نے یہ کی ہے کہ جو اپنے وجود میں کسی فاعل وعلت کا محتاج نہ ہو اور اسی معنی میں اللہ کی ذات کو واجب بنفسہ کہا۔

''فلفظ الواجب بنفسه يراد به الذى لا فاعل له ولا له علة فاعلة ويراد به الذى لا يحتاج الى شيء مباين له ويراد به القائم بنفسه الذى لا يحتاج الى مباين له''۔(المنتقی للذہبی،ص 107)

''فان معنى وجود الواجب بنفسه انه مقتضى ذاته من غير احتياج الى فاعل''۔(شرح المقاصد،ج 1،ص169)

{واجب فی نفسہ}: یعنی اللہ اپنے وجود الوجوب میں مستقل ہے حرف کی طرح غیر مستقل نہیں یعنی معنی حرفی نہیں جو غیر استقلال ہے۔اور

{واجب لنفسہ}: کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی ذات وجود الوجوب کا تقاضا کرتی ہے۔اس تعریف کی رو سے واجب کی ان تینوں قسموں کا اطلاق اللہ پر ہوسکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ اللہ کی صفات (جس میں صفت علم بھی شامل ہے اس) کو واجب کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو علامہ تفتازانیؒ نے امام حمید الدین ضریری کا مذہب یہ لکھا ہے شرح عقائد میں کہ صفات پر بھی واجب کا اطلاق ہوسکتا ہے لیکن جمہور کے نزدیک اس سے تعدد وجباء لازم آئے گا جو توحید کے منافی ہے اس لئے صحیح قول یہ ہے کہ اللہ کی صفات کو قدیم کہا جائے گا نہ کہ واجب۔لہٰذا یہ کہنا کہ علم غیب اللہ کی صفات واجبہ میں سے کونسی قسم میں ہے بقول تفتازانیؒ جمہور کے نزدیک تعدد وجباء کو مستلزم ہے اور یہ توحید کے منافی ہے اور یہی عقیدہ بدعتی مولوی کا ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے دلائل

آیت ۱: اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ ۚ وَ یَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ ؕ وَ مَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَکۡسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ۔

(سورہ لقمان، آیت 34 پارہ 21)

فائدہ اولیٰ:

اس آیت کے پانچوں جملوں میں حصر ہے۔آیت کا پہلا حصہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ میں عندہ خبر مقدم ہے علم الساعۃ مبتدا، موخر ہے تو اس سے حصر پیدا ہو جائے گا کہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اس کے سوا کسی کے پاس نہیں نیز اس آیت میں لفظ اللہ کو مقدم کیا گیا عندہ سے اس مقدم کرنے سے تکرار اسناد ہوا اس اعتبار سے بھی حصر ہے یعنی عندہ علم الساعۃ پورا جملہ میں علم الساعۃ کی نسبت عندہ کے ساتھ ایک پھر اس پورے جملے کی نسبت لفظ اللہ کے ساتھ تو یہ تکرار اسناد ہے جو مفید حصر ہے پھر خود عند کا لفظ بھی دلالت کرتا ہے اختصاص وحصر پر۔اس میں چار طریقے سے حصر بیان کیا گیا ہے اگر چہ اختصاص کیلئے ایک وجہ بھی کافی تھی مگر یہاں چار طریقے سے اختصاص بیان کیا گیا ایک خبر کو مقدم کیا حصر کا فائدہ دیتا ہے پھر اس میں اسناد کا تکرار، پھر ظرف عند اس کو مقدم کرنا یہ بھی حصر کا فائدہ دیتا ہے پھر خود عند کا لفظ حصر پر دلالت کرتا ہے۔پس ثابت ہوا کہ قیامت کا وقوع کا علم صرف اور صرف رب تعالی کے پاس ہے اس کے سوا کسی نبی فرشتے پیر فقیر کو اس کا علم نہیں۔

چنانچہ علامہ آلوسی حنفیؒ اور شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

لِاَنَّ تَقۡدِیۡمَہٗ وَ بِنَائَ الۡخَبَرِ عَلَیۡہِ یُفِیۡدُ الۡحَصۡرَ کَمَا قَرَّرَہُ الطِّیۡبِیُّ مَعَ مَا فِیۡہِ مِنۡ مَّزِیَّۃِ تَکَرُّرِ الۡاِسۡنَادِ وَ تَقۡدِیۡمَ الظَّرۡفِ یُفِیۡدُ الۡاِخۡتِصَاصِ ایضاً بَلۡ لَفۡظ عِنۡدَ کَذَالِکَ

(روح المعانی، ج 11 ص 106 ، حاشیۃ الشہاب، ج 7 ص 144)

مقدم کرنا اس لفظ اللہ کا اور خبر کو اس پر بناء (مرتب) کرنا فائدہ دیتا ہے حصر کا جیسا کہ علامہ طیبی نے ذکر کیا اور اس کے ساتھ اس میں تکرار اسناد کی زیادتی بھی ہے اور ظرف کو مقدم کرنا بھی فائدہ دیتا ہے اختصاص کا بلکہ لفظ عند بھی اختصاص پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عِنْدَہٗ فِی الآیَۃِ الآتِیَۃِ اذا الظرف خَبَر '' مُقَدَّم '' لِإفَادَۃِ الْحَصْرِ لِاَنَّ تَقْدِیْمَ مَاحَقہ التاخیر یفید الحصر

(مرقاۃ، ج 1 ص 129)

دوسرا حصہ وینزل الغیث اس کا عطف جملہ ظرفیہ عندہ پر ہے۔ اس میں بھی حصر ہے:

الظَّاہِرُ انَّہٗ عَطف '' عَلَی الْجُمْلَۃِ الظَّرْفِیَّۃِ الْمَبْنِیَّۃِ عَلَی النِّسْبَۃِ الْجَلِیْلِ فَیَکُوْنُ خَبَراً مَبْنِیّاً عَلَی الْاِسْمِ الْجَلِیْلِ مثل معطوف علیہ فَیُفِیْدُ کَلَامُ الْاِخْتِصَاصَ

(روح المعانی، ج 11 ص 106، حاشیۃ الشہاب، ایضا)

تیسرا او یعلم مافی الارحام اس کا عطف بھی جملہ ظرفیہ پر ہے اس سے بھی مراد اختصاص ہے۔

جُمْلَۃُ الثَّالِثَۃُ عَطف '' عَلَی جُمْلَۃِ الثَّانِیَۃِ وَ نَظِیْرُہٗ اَیضاً مَا قَبْلَہٗ

(روح المعانی، ج 11 ص 106)

اور اگلے دو جملوں میں وما تدری نفس الآیۃ اس میں نکرہ تحت النفی آرہا ہے جو عموم کا فائدہ دے گا

لَمَّا کَانَتْ نَفْس '' نکِرَۃٌ فِی سِیَاقِ النَّفْیِ عَامَّۃٌ جُعِلَ نَفْیُ الْعِلْمِ عَلَی الْجَمِیْعِ کِنَایَۃٌ عَنِ اخْتِصَاصِہٖ تَعَالٰی بِعِلْمِ ذَالِکَ

(حاشیۃ الشہاب)

یہ نفس نکرہ ہے اور سیاق نفی میں ہے تو یہ ہوگا عام تو بنایا جائے گا علم کی نفی کرنا تمام سے اشارہ ہے کہ

یہ اختصاص ہے اس علم کا اللہ کے ساتھ۔
چنانچہ طبری فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِیْ یَعْلَمُ ذَالِکَ کُلَّہٗ ھُوَ اللّٰہُ دُوْنَ کُلِّ اَحدٍ سِوَاہُ

(تفسیر طبری، ج18، ص584)

بے شک اللہ ہی ان تمام باتوں کو جاننے والا ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی ان کو جاننے والا نہیں

فائدہ ثانیہ:

اس آیت میں پانچ خاصے آئے ہیں۔ ان میں سے پہلا خاصہ "علم قیامت" یہ "خاصہ بسیطہ" ہے۔ باقی چار وہ "خاصہ مرکبہ" ہیں۔ خاصہ بسیطہ یعنی ایسا خاصہ جس کے اجزاء نہ ہوں جس کے تحت کئی افراد نہ ہوں صرف ایک فرد ہو خاصہ بسیطہ یعنی صرف ایک چیز تو اب قیامت کے وقوع کا خاص علم خدا کے سوا کسی کو نہیں کسی کیلئے بھی مانا جائے تو شرک لازم آئے گا۔ باقی چار وہ خاصہ مرکبہ ہیں یعنی ایسے خواص ہیں جن کے بہت زیادہ افراد ہوں۔ اب ان چار کا علم اللہ کا خاصہ باعتبار علم کلی کے ہے۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ بعض جزئیات بعض افراد کو علم بطور الہام یا وحی کسی کو دے دیا جائے مگر کلیات کا علم سوائے رب تعالیٰ کے اور کسی کے پاس نہیں۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَإِنْ قُلْتَ قَدْ اَخْبَرَ الْاَنْبِیَآئُ وَالْاَوْلِیَآئُ بِشِیْئٍ کَثِیْرٍ مِّنْ ذَالِکَ فَکَیْفَ الْحَصْرُ قُلْتُ الْحَصْرُ بِاِعْتَبَارِ کُلِّیَاتِہَا دُوْنَ جُزْئِیَّاتِہَا

(مرقاۃ، ج1، ص128)

اگر تو یہ اعتراض کرے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام نے ان میں سے بہت سی چیزوں کی خبر دی ہے تو حصر کیسے صحیح ہے کہ اللہ ہی کے پاس ہے ان کا علم؟ تو اس کا جواب دوں گا کہ حصر کلیات کے اعتبار سے ہے جزئیات کے اعتبار سے نہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عِلْمُهَا الْخَاصُ بِهٖ مَا كَانَ عَلَى وَجْهِ الْاِحَاطَةِ وَالشُّمُوْلِ لِاَحْوَالِ كُلٍّ مِّنْهَا وَ تَفْصِيْلِهٖ عَلَى وَجْهِ الْاَتَمِّ وَ فِيْ شَرْحِ الْمُنَاوِيْ الْكَبِيْرِ لِجَامِعِ الصَّغِيْرِ فِي الْكَلَامِ عَلَى حَدِيْثِ بُرَيْدَةَ الثَّابِتُ خَمْس " لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ عَلَى وَجْهِ الْاِحَاطَةِ وَالشُّمُوْلِ كُلِّيًّا وَّ جُزْئِيًّا فَلَا يُنَافِيْهِ اِطِّلَاعُ اللّٰهِ تعالى بَعْضَ خَوَاصِهٖ عَلَى بَعْضِ الْمَغِيْبَاتِ حَتّٰى مِنْهَا هٰذِهِ الْخمس لانها جُزْئِيَّات مَّعْدُوْدَة "

(روح المعانی ۔ج 11 ،ص 109)

وہ علم جو اللہ کے ساتھ خاص ہے وہ ایسا علم جو علی وجہ الاحاطہ اور علی سبیل الشمول ہو کہ ان میں سے ہر ایک کا علی وجہ الاتم تفصیلی علم اس پر مشتمل ہے جامع صغیر کی شرح میں علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ حضرت بریدہ کی سابق حدیث میں جو آیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خدا تعالی کے کسی کو نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے کلیات وجزئیات کا علی سبیل الاحاطۃ والشمول علم صرف اللہ تعالی ہی کو ہے اور یہ اس کے منافی نہیں کہ اللہ اپنے بعض خاص بندوں کو ان پانچ میں سے بعض مغیبات پہ مطلع کردے کیونکہ یہ تو چند گنے چنے واقعات اور معدودے چند جزئیات ہیں ۔

الحمد للہ اس مختصر سی تقریر ہی سے آل بدعت کے تمام اعتراضات کا جواب ہوگیا اس فائدے کو خوب سمجھ لیں ۔مثلا ایک بندے تمام مخلوقات کا علم کلی کون کیا کرے گا؟ کہاں مرے گا؟ کیا جنے گا؟ وغیرہ وغیرہ ان تمام کا علم کلیا جزئیا ہر طرح سے اللہ تعالی کو ہے ہاں بطور وحی والہام ان میں سے بعض کا علم کسی کو دے دے مثلا زید کل کیا کرے گا یا کہاں مرے گا اس کا علم اللہ اپنے نبی یا ولی کو بطور وحی والہام دے دے تو یہ ہماری بحث سے خارج ہے ۔مگر یہ بھی صرف ایک دو جزئیات ہیں اسی زید کا کلی علم کہ زندگی میں کیا کیا کرے گا؟ کہاں کس حالت میں مرے گا؟ کس طرح مرے گا؟ اس سب کا علم کلی اللہ کو ہے مخلوق میں سے کسی کو نہیں ۔تو اللہ اگر اس قسم کے جزئیات کا علم کسی کو عطا کردے تو ہم اس کے منکر نہیں لہذا بریلوی اگر یہ کہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی کو خیبر میں جھنڈا دیا تھا کہ اس کے ہاتھ پہ فتح ہوگا یا بدر میں کہا تھا کہ فلاں فلاں کافر یہاں مرے گا یا صدیق اکبر رضی اللہ

تعالی عنہ نے ایک حمل کی خبر دی تھی تو یہ ہماری بحث سے خارج ہیں مزید تفصیل اپنے مقام پر آ رہی ہے۔

شانِ نزول

نُقِلَ فِیْ نُزُوْلِهَا اَنَّ حَارِثَ بْنَ عُمَرَ جَآئَ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ قَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا وَ قَدْ زَرَعْتُ بَذْرًا فَاَخْبِرْنِیْ مَتٰی یَنْزِلُ الْغَیْثُ وَامْرَأَتِیْ حَامِلَةٌ ''فَاَخْبِرْنِیْ عَمَّا فِیْ بَطْنِهَا ذَکَرٌ'' اَمْ اُنْثٰی وَاَعْلَمُ مَا وَقَعَ اَمْس وَاَخْبِرْنِیْ عَمَّا یَقَعُ غَدًا وَ عَلِمْتُ اَرْضًا وُلِدْتُّ فِیْهَا اَخْبِرْنِیْ عَمَّا اُدْفَنُ فِیْهِ فَنَزَلَتِ الْاٰیَةُ الْمَذْکُوْرَةُ فِیْ جَوَابِهٖ یَعْنِیْ اَنَّ هٰذِهِ الْخَمْسَ فِیْ خَزَانَةِ غَیْبِ اللهِ لَا یَطَّلِعُ عَلَیْهِ اَحَدٌ'' مِّنَ الْبَشَرِ وَ الْمَلَکِ وَالْجِنِّ

(التفسیرات الاحمدیہ، ص 606, 607، الدر المنثور، ج 11، ص 662, 663، معالم التنزیل، ج 6، ص 294، خازن، ج 3، ص 401)

اس کا شان نزول یہ نقل کیا گیا ہے کہ حارث بن عمر (دیگر روایات میں وارث بن عمرو کا نام ہے از ناقل) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ مجھے بتائے کہ قیامت کب آئے گی؟ اور کب اس کا قیام ہوگا؟ اور میں نے کھیتی کی کہ اس میں بیج ڈالا ہے بتائے بارش کب ہوگی؟ اور میری بیوی حاملہ ہے بتائے اس کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ مجھے یہ تو علم ہے کہ گزشتہ کل میں کیا کچھ ہوا آپ مجھے یہ بتائے کہ آنے والے کل میں کیا ہوگا؟ اور مجھے علم ہے کہ میں کس زمین میں پیدا ہوا آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں دفن کہاں ہوں ہوگا؟ تو اس کے جواب میں یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں کہ یہ پانچ چیزیں اللہ کے خزانہ غیب میں ہیں ان پر نہ تو کوئی بشر نہ کوئی فرشتہ اور نہ ہی کوئی جن مطلع ہو سکا۔

تفسیر نبوی ﷺ

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت:

مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ '' لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا اللهُ لَا یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ اِلَّا اللهُ وَلَا

يَعْلَمُ مَا تُغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى يَأْتِيْ الْمَطَرُ احَد'' اِلَّا اللّٰهُ وَلَا تَدْرِىْ نَفس ''بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ لَا يَعْلَمُ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا اللّٰهُ

(بخاری ج 1 ص 141، ج 2 ص 1097.666، الدرالمنثور، ج 11 ص 664 تفسیر ابن ابی حاتم ص 3102)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مفاتیح الغیب پانچ چیزیں ہیں ان کا علم بجز خدا تعالی کے کسی کو نہیں کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا واقعات رونما ہوں گے اور سوائے خدا تعالی کے کوئی نہیں جانتا کہ بچہ دانی میں کیا ہے اور اس کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ بارش کب ہوگی اور کسی نفس کو نہیں معلوم کہ اس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی اور خدا تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی۔

(۲) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ خَمْس '' لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِىْ نَفس '' مَاذَا تَكْسِبُ غَداً وَمَا تَدْرِىْ نَفس '' بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ للّٰهَ عَلِيْم '' حَكِيْم ''

(مسند امام احمد، ج 38 ص 90، رقم الحدیث 22986، کنز العمال، ج 2 ص 9، رقم 2921، الدر المنثور، ج 11 ص 664، جامع الاحادیث، ج 4 ص 291، مجمع الزوائد، ج 7 ص 204، وقال الہیثمی رواہ احمد والبزار و رجال احمد رجال الصحیح، تفسیر ابن کثیر)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے پانچ چیزیں ہیں کہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا بے شک خدا ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی اپنے علم کے مطابق اتارتا ہے بارش کو اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحموں میں ہے اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا اور کسی کو خبر نہیں کہ وہ کس زمین میں مرے گا یقیناً اللہ ہی ان چیزوں کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ كُلِّ شَيْئٍ اِلَّا الْخَمْس

(مسند امام احمد، ج 9،ص 412، رقم 5579. المعجم الکبیر، ج 12،ص 360، رقم 13344، الدر المنثور، ج 11،ص 666)

مجھ کو بہت سے خزانوں کا علم دیا گیا سوائے ان پانچ چیزوں کے (جو سورہ لقمان کے آخر میں مذکور ہے)

نوٹ: یہاں کل سے مراد یہ نہیں کہ ہر چیز ہر ذرہ ہر رطب و یابس دے دیا کل سے عموم ہرگز ثابت نہیں ہوتا تفصیل ما قبل میں گزر چکی ہے اور انشاء اللہ اپنے موقع پر پھر آئے گی۔ نیز اس میں ذاتی کی تاویل بھی نہیں معلوم ہوا کہ ان پانچ کا علم عطائی طور پر بھی نہیں دیا گیا۔

(۴) حضرت ربعی ابن خراش رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بنی عامر کے ایک شخص نے حدیث بیان کی کہ میں حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

هَلْ بَقِيَ مِنَ الْعِلْمِ شَيْءٌ '' لَا تَعْلَمُهُ قَالَ قَدْ عَلَّمَنِيَ عَزَّ وَ جَلَّ خَيْرًا وَّ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَا يَعْلَمُهُ اِلَّا اللّٰهُ الْخَمْسَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ

(مسند امام احمد، ج 38،ص 206، رقم 23127، تفسیر ابن کثیر، الدر المنثور، ج 11،ص 666، روح المعانی، ج 11،ص 108)

کیا علم میں سے کوئی ایسی چیز بھی باقی ہے جسے آپ نہ جانتے ہوں؟ حضور نے ارشاد فرمایا اللہ عز وجل نے مجھے اچھائی کی خوب تعلیم دی ہے اور بے شک علوم میں سے وہ بھی ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ پانچ جو سورہ لقمان کے آخر میں ہے۔

ایک روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی ہے جو ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن شعیب سے نقل کی ہے:

اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ مِنَ الْعِلْمِ عِلْمٌ '' لَمْ تُوْتَهُ قَالَ لَقَدْ أُوْتِيْتُ عِلْمًا كَثِيْرًا وَّ عِلْمًا حَسَنًا او كما قال رسول الله ﷺ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهِ الْآيَةَ ان الله عنده علم الساعة و ينزل الغيث اِلٰى ان الله عليم خبير لا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى

(تفسیر طبری، ج 18، ص 586)

کیا علم میں سے کوئی ایسی چیز بھی ہے جس کا علم آپ کو نہیں دیا گیا ہو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے بہت سے علوم دئے اور مجھے اچھائی کا خوب علم دیا مگر ان پانچ چیزوں کا علم مجھے نہیں دیا گیا ان کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

اللہ اکبر! ان دونوں روایتوں نے آل بدعت کی ذاتی عطائی تاویل کی دھجیاں اڑا دی ہیں اللہ کے نبی ﷺ نے واضح فرما دیا کہ ان کا علم عطائی طور پر بھی نہیں دیا گیا۔

(۵) حدیث جبرائیل علیہ السلام جو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

فِیْ خَمْسٍ لاَ یَعْلَمُهُنَّ اِلاَّ اللّٰهُ

(بخاری، رقم 4777)

تفسیر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

(۱) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

أُوْتِیَ نَبِیُّکُمْ ﷺ مَفَاتِیحَ کُلِّ شَیْئٍ غَیْرَ الْخَمْسِ اِنَّ اللهَ عنده علم الساعة

(مسند امام احمد بن حنبل، ج 7، ص 232، رقم 4167، مسند الحمیدی، ج 1، ص 220، رقم 124، مسند ابی یعلی، ج 9، ص 86، رقم 5153، الدر المنثور، ج 11، ص 666، وقال الہیثمی رواہ احمد و ابو یعلی و رجالہما رجال الصحیح مجمع الزوائد، ج 8، ص 211، رقم 13979)

تمہارے نبی ﷺ کو بہت سی چیزوں کا علم دیا گیا سوائے ان پانچ چیزوں کے۔

(۲) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

هٰذِهِ الْخَمْسَةُ لاَ یَعْلَمُهَا مَلَکٌ " مُقَرَّبٌ " وَّلاَ نَبِیٌّ " مُصْطَفٰی فَمَنِ ادَّعٰی اَنَّهٗ یَعْلَمُ شَیْئاً مِّنْ هٰذِهٖ فَقَدْ کَفَرَ بِالْقُرْاٰنِ لِاَنَّهٗ خَالَفَهٗ

(تفسیر الخازن، ج 3، ص 401، تفسیرات احمدی، ص 608)

یہ پانچوں چیزیں وہ ہیں کہ نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی برگزیدہ نبی پس جو کوئی ان

میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے تو اس نے قرآن کے ساتھ کفر کیا کیونکہ اس نے اس کی کھلی مخالفت کی۔

تابعین رحمہم اللہ سے اس کی تفسیر

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اشیاء ''استاثر الله بھن فَلَمْ یُطْلِعْ عَلَیْہِنَّ مَلَکاً مُقَرَّباً وَّلَا نَبِیّاً مُرْسَلاً اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ فَلَا یَدْرِیْ احد'' مِّنَ النَّاسِ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَۃُ فِیْ اَیِّ سَنَۃٍ فِیْ اَیِّ شَھْرٍ اَوْ لَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ وَّ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ فَلَا یَعْلَمُ احد'' مَّتٰی یَنْزِلُ الْغَیْثُ لَیْلاً اَوْ نَھَاراً وَّ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ فَلَا یَعْلَمُ احد'' مَّا فِی الْاَرْحَامِ اذکر'' اَمْ اُنْثٰی اَحْمَرُ اَوْ اَسْوَدُ وَ مَا ھُوَ وَمَا تَدْرِیْ نَفْس'' مَّاذَا تَکْسِبُ غَداً خَیْرٍ'' اَمْ شَرٍّ'' وَّلَا تَدْرِیْ یَابْنَ آدَمَ مَتٰی تَمُوْتُ لَعَلَّکَ الْمَیِّتُ غَداً وَّلَعَلَّکَ الْمُصَابُ غَداً وَّمَا تَدْرِیْ نَفْس'' بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ لَیْسَ احد'' مِّنَ النَّاسِ یَدْرِیْ اَیْنَ مَضْجَعُہٗ مِنَ الْاَرْضِ اَفِیْ بَحْرٍ اَمْ بَرٍّ اَوْ سَھْلٍ اَوْ جَبَلٍ

(تفسیر ابن کثیر، ج 6، ص 355، الدر المنثور، ج 11، ص 663، روح المعانی، ج 11، ص 109)

کئی چیزیں غیب میں سے ہیں جس کو اللہ نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے پس ان پر نہ تو کسی مقرب فرشتے کو اطلاع دی اور نہ نبی مرسل کو پس قیامت کا علم خدا ہی کو ہے پس انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ کس سال، کس مہینے، رات میں یا دن؟ اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو سو کسی کو خبر نہیں کہ کب بارش نازل ہوگی دن میں یا رات میں اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحموں میں ہے پس کسی کو بھی علم نہیں کہ رحموں میں کیا ہے؟ نر ہے یا مادہ سرخ ہے یا سفید پھر وہ ہے کیا؟ (شقی ہے یا سعید) اور کسی کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا اچھا کرے گا یا برا اور اے آدم کے فرزند تو نہیں جانتا کہ شاید کہ کل تو مرنے والا ہو اور شاید کے کل تجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو اور کوئی نفس

خبر دار نہیں کہ کس زمین میں اس کو موت آئے گی آیا دریا میں یا خشکی میں نرم زمین میں یا پہاڑی زمین میں۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی تفسیر اور ان کا عقیدہ

رَای الْمَنْصُوْرُ فِیْ مَنَامِہٖ صُوْرَۃَ مَلَکِ الْمَوْتِ وَ سَالَہٗ عَنْ مُدَّۃِ عُمْرِہٖ فَاَشَارَ بِاَصَابِعِہِ الْخَمْسِ فَعَبَّرَھَا الْمُعَبِّرُوْنَ بِخَمْسِ سَنَوَاتٍ وَّ بِخَمْسِ اَشْھُرٍ وَّ بِخَمْسَۃِ اَیَّامٍ فَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ ھُوَ اِشَارَۃٌ'' اِلٰی ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ فَاِنَّ الْعُلُوْمَ الْخَمْسَ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا اللّٰہُ

(تفسیر مدارک ج 3 ص 723، تفسیر احمدی ص 608، تفسیر مظہری۔ ج 5 ص 465)

خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو اس سے اپنی عمر کے متعلق دریافت کیا کہ میں مزید کتنا عرصہ زندہ رہوں گا؟ تو ملک الموت نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا۔ تو تعبیر بتانے والوں میں سے کسی نے بتایا کہ آپ مزید پانچ سال جئے گیں کسی نے پانچ ماہ کسی نے پانچ دن کی تعبیر بتائی۔ خلیفہ نے یہی خواب امام اعظم کے سامنے رکھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو امام اعظمؒ نے جواب دیا کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ سورہ لقمان کی ان آخری پانچ آیات (ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیہ) کی طرف ہے بلا شبہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

دیگر مفسرین

علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

معنی الاٰیۃ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ فَلَا یَدْرِیْ اَحَدٌ'' مِّنَ النَّاسِ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَۃُ فِیْ اَیِّ سَنَۃٍ فِیْ اَیِّ شَھْرٍ اَوْ لَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ وَّ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ فَلَا یَعْلَمُ اَحَدٌ'' مَّتٰی یَنْزِلُ الْغَیْثُ لَیْلاً اَوْ نَھَارًا اِلَّا اللّٰہُ وَّ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ فَلَا یَعْلَمُ اَحَدٌ'' مَا فِی الْاَرْحَامِ اَذَکَرٌ'' اَمْ اُنْثٰی اَحْمَرُ اَوْ اَسْوَدُ تَامُّ الْخِلْقَۃِ اَمْ نَاقِصٌ'' وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ'' مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا مِنْ خَیْرٍ اَمْ شَرٍّ وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ'' بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ لَیْسَ اَحَدٌ'' مِّنَ النَّاسِ

يَدْرِىْ اَيْنَ مَضْجَعُهٗ مِنَ الْاَرْضِ اَفِىْ بَحْرٍ اَمْ بَرٍّ اَوْ سَهْلٍ اَوْ جَبَلٍ
(تفسیر الخازن، ج 3، ص 401)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا علم خدا ہی کو ہے پس انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ کس سال، کس مہینے، رات میں یا دن؟ اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو سو کسی کو خبر نہیں کہ کب بارش نازل ہوگی دن میں یا رات میں اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحموں میں ہے پس کسی کو بھی علم نہیں کہ رحموں میں کیا ہے؟ نر ہے یا مادہ سرخ ہے یا سفید پھر تام الخلقت ہے یا ناقص الخلقت اور کسی کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا اچھا کرے گا یا برا اور اے آدم کے فرزند تو نہیں جانتا کہ شاید کہ کل تو مرنے والا ہو اور شاید کے کل تجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو اور کوئی نفس خبردار نہیں کہ کس زمین میں اس کو موت آئے گی آیا دریا میں یا خشکی میں نرم زمین میں یا پہاڑی زمین میں۔

(۲) علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَفِىْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ عِلْمَ هٰذِهِ الْخَمْسِ لَمْ يُؤْتَ لِلنَّبِىِّ ﷺ وَيَلْزَمُهٗ اَنَّهٗ لَمْ يُؤْتَ لِغَيْرِهٖ عليه الصلوٰة والسلام من باب اولى
(روح المعانی، ج 11، ص 108)

اور بعض احادیث (جن کا ذکر ما قبل میں ہو چکا، صراحتاً، از ناقل) اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا علم نبی کریم ﷺ کو نہیں دیا گیا پس لازم ہے کہ آپ کے علاوہ کسی اور کو بھی بدرجہ اولی ان چیزوں کا علم نہیں دیا گیا۔

نتیجہ وخلاصہ

یہ آیت بریلویوں کے اس عقیدے پر کاری ضرب ہے کہ حضور ﷺ کو ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ ذرے ذرے کا علم دے دیا گیا۔ اس آیت اور اس کی تفسیر نبوی ﷺ نے بتلا دیا کہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ بہت سی چیزوں کا علم نبی کریم ﷺ کو نہ عطائی طور پر ہے نہ ذاتی طور پر۔ فللّٰہ الحمد۔

آل بدعت کی تاویلات

تاویل نمبر ا

علامہ عثمان کی کتاب عجب العجائب میں لکھا ہے کہ نبی کو ان پانچ چیزوں کا بھی علم دے دیا گیا علامہ حسن اور فاضل بن عطیہ کا بھی یہی قول ہے ابریز میں بھی یہی لکھا ہے صاوی اور روح البیان میں بھی یہی لکھا ہوا ہے (خالص الاعتقاد)

جواب: ہم نے قرآن پاک کی صریح آیت، نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین تابعین حتی کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے صریح اقوال نقل کئے کہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے رب تعالی کے کسی کو بھی نہیں۔ ان نصوص کے مقابلے میں صاوی، روح البیان اور علامہ عثمان کی کوئی حیثیت نہیں ما قبل میں یہ اصول گزر چکا ہے کہ قرآن کی آیات کے مقابلے میں تو نبی کریم ﷺ کی خبر واحد بھی حجت نہیں غلام رسول سعیدی کا فرمان گزر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی صریح حدیث کے مقابلے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی حیثیت نہیں تو ان صوفیوں کو کون پوچھتا ہے؟ ہم رب کا قرآن سنائیں نبی ﷺ کا فرمان بتائیں اور تم ان کے مقابلے میں صاوی نیلی اور پیلی کا قول سناؤ؟ شاہ احمد نورانی کا حوالہ گزر چکا کہ بزرگان دین کی وہ بات جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو اس میں اگر تاویل ہو سکتی ہے تو ٹھیک ورنہ اسے بے دینوں کی تحریف پر محمول کیا جائے گا۔

تاویل نمبر ۲

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ام الفضل نے ان سے بیان کیا کہ تیرا حمل لڑکے کا ہے جب تو لڑکا جنے تو اسے میرے پاس لانا۔ دیکھو رحم میں کیا ہے کہ خبر نبی کریم ﷺ نے دی تو تم کس طرح کہتے ہو کہ نبی کریم ﷺ کو علم نہیں۔

(مقیاس حنفیت، ص 345،344 ملخصا)

جواب ا: ہمارا استدلال قرآن پاک سے ہے اس کے مقابلے میں کوئی روایت حجت نہیں آپ کا اصول گزر چکا۔

جواب ۲: ما قبل میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ اختلاف بعض جزئیات میں نہیں اگر کسی کے حمل کی خبر دے دی تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ روز اول سے الی یوم القیامۃ ہر گھوڑے گدھے، کتے ،انسان، جنات کے حملوں کا بھی علم ہو کہ کیا جنے گا کب جنے گا؟۔

جواب ۳: اس روایت کی سند اس طرح ہے:

حَدَّثَنَا النُّعْمَانُ بْنُ اَحْمَدَ نَا اَحْمَدُ بْنُ رُشْدِ بْنِ خُثَيْمِ الْهِلَالِيُّ حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ سَعِيْدُ بْنُ خُثَيْمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عن طاوس عن عبد الله ابن عباس

(المعجم الکبیر، ج 9، ص 101، رقم 9250)

اس میں راوی احمد بن رشد بن خثیم الھلالی سخت درجے کا ضعیف بلکہ موضوع روایتیں گھڑنے والا تھا۔ امام ذہبی موصوف کے متعلق لکھتے ہیں:

احمد بن رشد الھلالی عن سعید بن خثیم بخبر باطل فی بنی العباس

(المغنی فی الضعفاء، ج 1، ص 78، رقم 288)

احمد بن رشد الھلالی سیعد بن خثیم سے بنی عباس کے متعلق موضوع روایت کرنے والے ہیں۔ اور وہ موضوع باطل روایت یہی ہے جسے عمر اچھروی نے پیش کیا شرم نہیں آتی ایسی گھڑنتوں روایتوں سے قرآن کا مقابلہ کرتے ہو یہی اچھروی لکھتا ہے:

"یہ حدیث خبر آحاد ہے قرآن شریف کے مقابلے میں حجت نہیں"۔

(مقیاس حنفیت، ص 259)

اب جب اپنے عقیدے کے ثبوت کی باری آئی تو گھڑی ہوئی روایتوں پیش کرتے ہو اور پھر نہ ماننے والوں پر فتوے بھی لگاتے ہو۔

شرم......شرم......شرم!!

امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اچھروی روایت کو نقل کر کے اس کے متعلق لکھا:

عن سعید بن خثیم بخبر باطل فی ذکر بنی العباس ... فسرد حدیثا

رکیکا فیہ... فھو الذی اختلقہ بجھل

(لسان المیزان، ج 1، ص 459، 460، رقم 507)

اس نے بنی عباس کے متعلق یہ باطل روایت نقل کی ہے، نہایت ضعیف و رکیک روایت اس نے نقل کی، احمد بن راشد ہی نے ہی اپنی حماقت سے یہ روایت گھڑی ہے۔

علامہ ہیثمی اس اچھروی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس روایت ہی کی وجہ سے احمد بن راشد متہم بالکذب ہے۔

(مجمع الزوائد، ج 5، ص 224)

یہ روایت بالکل باطل واہیات ہے۔

(الشریعۃ للآجری، ج 2، ص 25، باب فی طائفۃ من الصحابۃ، الفصل الثالث)

تاویل نمبر ۳

حضرت صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اماں عائشہ کو فرمایا:

قال ذو بطن ابنۃ'' خارجۃ'' جاریۃ'' اراھا

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا تیری والدہ کے پیٹ میں حمل لڑکی کا ہے جو پیدا ہونے والی ہے میں اس حمل کو لڑکی دیکھ رہا ہوں (مقیاس، ص 349)

جواب: ہم بار بار واضح کر رہے ہیں کہ ہمارا استدلال قرآن کی آیت سے ہے اس کے مقابلے میں خود تم نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا قول بھی حجت نہیں۔ نیز ہم بار بار وضاحت کر رہے ہیں کہ اختلاف بعض جزئیات میں نہیں، ثالثاً

ذو بطن بنت خارجۃ أراھا جاریۃ

کا ترجمہ "میں اس حمل کو لڑکی دیکھ رہا ہوں"

کرنا بدترین جہالت ہے یا قبیح ترین دجل اس لئے کہ أُراھا بضم الہمزۃ ظن کے معنی میں آتا ہے کہ نہ کہ علم کے معنی میں چنانچہ ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی الحنفی لکھتے ہیں:

وَمَا أُرَاہُ یَفْعَلُ کَذَا اَیْ مَا اَظُنُّہُ مِنْہُ ... ذو بطن بنت خارجۃ اراھا

جاریۃ ای اظنّ انّ مَا فِی بطنِہا أنثٰی

(المُغرب ،ج 1 ،ص 314 ،باب الراء)

ماراہ یفعل کذا کا یہ معنی ہے کہ میرا اس کے متعلق ظن یہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اور اسی سے ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے اپنی بیوی بنت خارجہ کے متعلق فرمایا اراھا جاریۃ یعنی میرا ظن اور گمان یہ ہے کہ وہ لڑکی ہوگی۔

محمد بن عبد الباقی الزرقانی فرماتے ہیں:

أُرَاھَا بِضَمِّ الْھَمْزَۃِ اظُنُّھَا ... وَذَالِکَ لِرُؤیَا رَآھَا ابُوْ بَکْرٍ

(شرح الزرقانی علی الموطا ،ج 4 ،ص 86)

لیجئے قصہ ختم یہ لڑکی کا بتانا کسی علم غیب کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ وہ خواب تھا جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کے متعلق دیکھا تھا۔

یہ عقیدہ روافض کا ہے

ان حضرات کے اعلی حضرت چونکہ رافضی خاندان سے تعلق رکھتے تھے لہذا اولیاء کیلئے علم مافی الارحام کا عقیدہ انہوں نے روافض امامیہ سے لیا ہے:

لِانَّ الْأِمَامِیَّۃَ یَعْتَقِدُوْنَ انَّ الْأِمَامَ الْمَعْصُوْمَ یَعْلَمُ مَا فِیْ بَطْنِ الْحَامِلِ وَمَا وَرَآءَ الْجِدَارِ

(تاریخ الاسلام للذہبی ،ج 45 ،ص 86 ،سنۃ اثنتین وعشرین وستمائۃ ،تاریخ الخلفاء ،ص 387)

شیعہ امامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ امام معصوم حاملہ کے پیٹ کا اور دیوار کے پیچھے کی اشیاء کا علم رکھتا ہے،

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

تاویل نمبر ۴

بدر کے موقع پر فرمایا کہ کل یہاں فلاں کافر مرے گا یہاں فلاں کافر مرے گا۔

جواب ۱: ماقبل میں وضاحت ہو چکی کہ اختلاف محض بعض جزئیات میں نہیں کلیات میں ہے۔

جواب ۲: اگر نبی کریم ﷺ کو ان کی موت کا قطعی یقینی تفصیلی علم تھا تو جب ابوجہل کی قتل کی اڑتی ہوئی خبر سنی تو نبی کریم ﷺ نے یہ کیوں فرمایا کہ کون جا کر دیکھے گا کہ ابوجہل اس وقت کس حال میں ہے اور کیا کر رہا ہے تو ابن مسعود تشریف لے گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفرا کے دو بیٹوں نے مارا ہے (بخاری ج 2 ص 565، مسلم، ج 2 ص 110)

اس قسم کے دیگر حوالہ جات بھی بدعتی حضرات پیش کرتے ہیں جس کے متعلق ہمارا اصولی جواب یہی ہے کہ اگر وہ صحیح سند سے ثابت ہوں تو ان کا تعلق جزئیات معدودۃ سے ہے جس کا کوئی منکر نہیں۔

آیت نمبر ۲: اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى

(سورہ طہ، آیت نمبر 15)

ترجمہ: بے شک قیامت آنے والی ہے قریب تھا کہ میں اسے سب سے چھپاؤں کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے (کنزالایمان)

اس آیت سے صراحۃً معلوم ہوا کہ حق تعالی کا ارادہ ہو چکا ہے کہ قیامت کے وقت خاص کو تمام بندوں سے مخفی رکھا جائے گا اور اس پر کسی کو مطلع نہیں کیا گیا قرآن مجید میں دیگر بھی کئی مقامات پر اس بات کو بیان کیا گیا کہ قیامت کا وقت خاص کسی کو معلوم نہیں سوائے رب تعالی کہ جس میں سے چند کو ہم آگے ذکر کریں گے پس وہ تمام آیات اس آیت کی تفسیر ہیں۔

تفسیر حضرت عبداللہ ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما

حضرت عبداللہ بن مسعود و ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے اس آیت میں ایک قرأت کی:

ان الساعۃ اٰتیۃ اکاد اخفیھا مِنْ نَّفْسِیْ

(درمنثور، ج 10 ص 178 تفسیر ابن کثیر، ج 5 ص 277)

بھی منقول ہے اور اس کی تشریح ان الفاظ میں منقول ہے

يَقُوْلُ اَكْتُمُهَا مِنَ الْخَلَائِقِ حَتّٰى لَوِ اسْتَطَعْتُ اَنْ اَكْتُمَهَا مِنْ نَفْسِيْ لَفَعَلْتُ

(ابن کثیر، ج 5 ص 277، درمنثور، ج 10 ص 178)

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ قیامت یقینا آنے والی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھوں گا تمام مخلوقات سے حتی کہ اگر میں اس کو اپنے نفس سے بھی مخفی رکھ سکتا تو ضرور ایسا کرتا۔

یہ قرأت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی مروی ہے پس یہ تینوں جلیل القدر صحابہ جنہوں نے قرآن براہ راست نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیا اس آیت کا مطلب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ حق تعالی وقوع قیامت کو انتہائی مخفی رکھنا چاہ رہے ہیں حتی کہ اگر ممکن ہوتا تو اسے اپنے جی سے بھی مخفی رکھتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ اس آیت کی تفسیر میں یہ قول بھی مروی ہے:

ان الساعۃ اتیۃ اکاد اخفیھا یقُوْلُ لَا أُظْھِرُ عَلَیْھَا احداً غَیْرِیْ

(درمنثور، ج10،ص178 تفسیر ابی حاتم،ص 2418)

یعنی میں اپنے سوا کسی کو اس قیامت کے وقت کی اطلاع نہ دوں گا

حضرت سدی تابعی رحمۃ اللہ علیہ

لَیْسَ مِنْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ احدٌ'' اِلَّا وَقَدْ اَخْفَی اللّٰہُ عَنْہُ' عِلْمَ السَّاعَۃِ وَھِیَ فِیْ قِرَاۃِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَکَادُ اُخْفِیْھَا مِنْ نَّفْسِیْ یَقُوْلُ کَتَمْتُھَا مِنَ الْخَلَائِقِ حَتّٰی لَوِ اسْتَطَعْتُ اَنْ اَکْتُمَھَا مِنْ نَّفْسِیْ لَفَعَلْتُ

(الدرالمنثور، ج10،ص178 تفسیر ابی حاتم،ص 2419)

زمین و آسمان میں جتنی بھی مخلوق ہے سب سے اللہ تعالی نے قیامت کا علم مخفی رکھا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ

لَعَمْرِیْ لَقَدْ اخفَاھَا اللّٰہُ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ مِنَ الْاَنْبِیَآئِ الْمُرْسَلِیْنَ

(تفسیر ابن کثیر، ج5،ص 277، درمنثور، ج10،ص179 تفسیر ابی حاتم،ص 2419، تفسیر طبری، ج18،ص286)

میری جان کے مالک کی قسم اللہ تعالی نے قیامت کے علم کو ملائکہ مقربین و انبیاء مرسلین سے بھی مخفی رکھا۔

دیگر مفسرین

قال اکثرُ المُفسِّرِینَ مَعْنَاہ' اَکَادُ اُخفِیْھَا مِنْ نَّفسِیْ فَکَیْفَ یَعْلَمُھَا مَخلُوق '' وَ کَیْفَ اُظْھِرُ ھَا لَکُمْ ذُکِرَ ذَالِکَ عَلٰی عَادَۃِ الْعَرَبِ اِذَا بَالَغُوا فِیْ کِتْمَانِ لِلشَّیئِ یَقُوْلُوْنَ کَتَمْتُ سِرَّکَ فِیْ نَفْسِیْ ای اخْفَیْتُہ' غَایَۃَ الْاَخْفَائِ وَاللہُ تَعَالٰی لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ ''

(تفسیر خازن، ج 3، ص 268، السراج المنیر، ج 2، ص 357، تفسیر بغوی، ج 5، ص 267، روح المعانی، ج 8، ص 486)

اکثر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر اکاد اخفیھا من نفسی سے کی ہے اور یہ چیز اہل عرب کی عادت کے مطابق ذکر کی گئی ہے وہ جب کسی چیز کے زیادہ اخفاء کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں نے تمہارے راز کو اپنے دل سے بھی چھپا لیا یعنی اس کو بہت زیادہ پوشیدہ رکھا ورنہ اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

آل بدعت کا اعتراض

مولوی صاحب! آیت میں اکاد خفیھا میں اخفاء سے مراد مطلق اخفاء ہے یا اخفاء مطلق؟

جواب: یہاں اخفاء مطلق مراد ہے بایں معنی کہ تمام ماسوی اللہ سے اخفاء مقصود ہے لیکن صرف الی یوم القیامۃ۔ اس لئے کہ آیت میں ہے لا یجلیھا لوقتھا الا ھو یعنی خود حق تعالیٰ قیامت کو اس کے وقت ہی پر ظاہر فرمائے گا اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک یہ اخفاء باقی رہے گا چنانچہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

المعنی انَّ الخِفَائَ بِھَا مُسْتَمِرٌ '' عَلٰی غَیْرِہٖ اِلٰی وَقْتِ وُقُوْعِھَا

(تفسیر بیضاوی، ج 3، ص 44)

یعنی ان کلمات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر قیامت کا پوشیدہ رہنا اس کے آنے تک مستمر رہے گا۔

آیت نمبر ۳: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

(سورۃ الاعراف، آیت 187، پارہ 9)

ترجمہ: تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کو ٹھری ہے؟ تم فرماؤ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں تم پر نہ آئے گی مگر اچانک تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ جانتے نہیں۔

(کنز الایمان)

تفسیر

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض یہود (حمل بن ابی قیشر وسموئیل بن زید) نے ازراہ شرارت آنحضرت ﷺ سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قتادہ سے مروی ہے کہ یہی سوال قریش مکہ کی طرف سے بھی کیا گیا تھا۔

(الدر المنثور، ج 6، ص 693، زاد المسیر، ج 3، ص 297، تفسیر ابن جریر، ج 10، ص 605,604)

بہر حال سوال کسی کی بھی طرف سے ہو اتنی بات طے ہے کہ قیامت کے متعلق سوال کیا گیا تھا کہ وہ کب آئے گی؟ ان آیات میں پھر اسی بات کو واضح کر دیا گیا ہے کہ قیامت کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی مخلوق حتی کہ نبی کریم ﷺ کو بھی نہیں دیا گیا۔ خان صاحب نے جو ترجمہ کیا اس میں صاف طور پر حصر ہے:

"تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ جانتے نہیں"

یعنی اللہ ہی کے پاس وقوع قیامت کا علم ہے اس کے سوا کسی کے پاس اس کا علم نہیں۔ نصیر الدین سیالوی بن اشرف سیالوی لکھتا ہے:

"عبارت میں لفظ "ہی" استعمال ہوا ہے اس کے ذریعے حصر ثابت ہو گیا"۔
(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج1 ص206)

تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ السَّاعَۃِ فَقَالَ عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْھَا لِوَقْتِھَا اِلَّا ھُوَ وَلٰکِنْ سَاُخْبِرُکُمْ بِمَشَارِیْطِھَا

(مسند امام احمد، ج38 ص335، رقم23306، ابن کثیر، ج3 ص523، وقال الہیثمی فی المجمع، ج7 ص668، رقم12368 رجالہ رجال الصحیح)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے وقت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ابن جریر طبری اپنی سند سے اس آیت کی تفسیر میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمَّا سَاَلَ النَّاسُ مُحَمَّدًا عَنِ السَّاعَۃِ سَاَلُوْہُ سُوَالَ قَوْمٍ کَاَنَّھُمْ یَرَوْنَ اَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ حَفِیٌّ بِھِمْ فَاَوْحَی اِلَیْہِ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَہٗ یَسْتَاثَرَہٗ بِعِلْمِھَا فَلَمْ یُطْلِعْ عَلَیْھَا مَلَکًا وَّلَا رَسُوْلًا

(تفسیر ابن جریر، ج10 ص611، تفسیر ابی حاتم، ص1629)

ترجمہ: جب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو اس طرح سوال کیا گیا گویا کہ حضور ان کے ساتھ بڑے مہربان ہیں پس خدا کی طرف سے آپ پر وحی ہوئی کہ قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے اس نے اپنے لئے ہی اس علم کو خاص کر لیا ہے پس اسی واسطے نہ کسی فرشتے کو اس کی اطلاع دی نہ کسی رسول کو۔

یہی بات درمنثور، ج6 ص697 اور خازن میں بھی ہے۔

اور امام ابو حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی نقل کرتے ہیں:

كَاَنَّكَ عَالِم '' بِهَا اي لَيْسَ تَعْلَمُهَا (تفسیر ابی حاتم ص 1628)

(آپ سے ایسے پوچھ رہے ہیں کہ) گویا کہ آپ اس کو جاننے والے ہیں حالانکہ آپ کو اس کا علم نہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

اخْرَجَ الطَّبْرَانِي وَابْنُ مَرْدُوَيْه عَنْ ابِيْ مُوسٰى الْاَشْعَرِيّ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ الله ﷺ عَنِ السَّاعَةِ وَانَا شَاهِد '' فَقَالَ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا الله

(الدر المنثور، ج 6، ص 694)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری موجودگی میں نبی کریم ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے وقت خاص کا علم سوائے رب تعالی کے کسی کو نہیں۔

سدی تابعی

خَفِيَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَلَمْ يَعْلَمْ قِيَامَهَا مَتٰى تَقُوْمُ مَلَك'' مُقَرَّب'' وَلَا نَبِيّ'' مُرْسَل''

(الدر المنثور، ج 6، ص 697، تفسیر ابن جریر، ج 10، ص 608)

اللہ تعالی کے فرمان ثقلت فی السموت والارض کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت آسمان و زمین میں مخفی ہے (یعنی نہ اس کی زمینی مخلوق جانے نہ آسمانی) اس لئے ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین میں سے بھی کسی کو اس کی خبر نہیں

مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ

عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ هُوَ يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا لَا يَعْلَمُ ذَالِكَ اِلَّا الله

(تفسیر ابن جریر، ج 10 ص 607)

قیامت کے وقت خاص کا علم بس خدا ہی کو ہے وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا اس کو خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

دیگر مفسرین

علامہ سیوطی اسی آیت کی تفسیر میں شعبی کی روایت نقل کرتے ہیں:

(۱) لَقِیَ عِیْسٰی جِبْرِیْلَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رُوْحَ اللّٰہِ قَالَ وَعَلَیْکَ یَا رُوْحَ اللّٰہِ قَالَ یَا جِبْرِیْلُ مَتَی السَّاعَۃُ فَانْتَفَضَ جِبْرِیْلُ فِیْ اَجْنِحَتِہٖ ثُمَّ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ

(الدر المنثور، ج 6 ص 695)

حضرت عیسی علیہ السلام کی ملاقات حضرت جبریل علیہ السلام سے ہوئی علیک سلیک کے بعد آپ علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے قیامت کے بارے میں سوال کیا کہ کب واقع ہوگی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے زور سے اپنے بازو کو جھٹک کر فرمایا جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا (یعنی ہم دونوں کو اس کا علم نہیں)

(۲) ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قُلْ یَا مُحَمَّدُ لِسَائِلِیْکَ عَنْ وَقْتِ السَّاعَۃِ وَحِیْنَ مَجِیْئِھَا لَا عِلْمَ لِیْ بِذَالِکَ وَلَا یَعْلَمُ بِہٖ اِلَّا اللّٰہُ الَّذِیْ یَعْلَمُ الْغَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ ذَالِکَ لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا اللّٰہُ بَلْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّ عِلْمَ ذَالِکَ یُوْجَدُ عِنْدَ بَعْضِ خَلْقِہٖ

(تفسیر ابن جریر، ج 10 ص 615)

آپ ﷺ وقت قیامت کے متعلق سوال کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس کا علم نہیں اور اس کو اس خدائے علیم وخبیر کے سوا کوئی نہیں جانتا جو زمین وآسمان کے تمام غیبوں کو جانتا ہے لیکن بہت سے لوگ اس بات سے ناواقف ہیں کہ اس کا علم صرف خدا ہی کو ہے وہ

گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بعض مخلوق کو بھی قیام ... کے وقت خاص کی خبر دی ہے۔
جیسے ماضی میں مشرکین مکہ اور آج مشرکین پاک وہندیہ سمجھتے ہیں کہ اس کا علم نبی کریم ﷺ کو بھی ہے۔

(۳) قُلْ یاایُّھا النَّذِیْرُ اِنَّ عِلْمَ السَّاعَۃِ عِنْدَ رَبِّیْ وَحْدَہٗ لَیْسَ عِنْدِیْ وَلَا عِنْدَ غَیْرِہٖ مِنَ الْخَلْقِ شَیْءٌ '' مِّنْہٗ

(المنار، ج9،ص465، مراغی، ج9،ص126)

اے ڈرانے والے آپ ان سے فرمادیجئے کہ وقت قیامت کا علم صرف ایک اللہ کے پاس ہی ہے نہ تو مجھے اس کا علم ہے نہ میرے سوا مخلوق میں کسی اور (پیر وفقیر) کو۔

(۴) قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ ربی اِسْتَاثَرَ بِہٖ لَمْ یُطْلِعْ عَلَیْہِ مَلَکاً مُّقَرَّباً وَّلَا نَبِیاً مُّرْسَلاً

(تفسیر بیضاوی ج3،ص44، تفسیر مظہری ج3ص111)

آپ فرمادیجئے اس کا علم تو بس میرے رب ہی کے پاس ہے اس نے اپنے لئے اس کو خاص کرلیا ہے نہ کسی مقرب فرشتے کو اس کی اطلاع نہ کسی نبی مرسل کو۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی مرحوم

پیر مہر علی شاہ گولڑوی مرزائی قادیانی کو جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:
''اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سے پہلے نہیں آسکتی میں کہتا ہوں کہ یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپ نے لگادی ہے یہ منافی ہے لا یجلیھا لوقتھا الا ھو اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت ﷺ نے لاعلمی بیان فرمائی''۔

(شمس الہدایۃ،ص49)

آیت نمبر ۴: یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَۃِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا ﴿۶۳﴾

(سورۃ الاحزاب، آیت 63، پارہ 22)

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ! اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید! قیامت پاس ہی ہو۔ (کنزالایمان)

تفسیر

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یقول تعالی خَبْراً لِرَسُوْلِہٖ صلوۃ اللہ و سلامہ علیہ انّہ' لَا عِلْمَ لَہ' بِالسَّاعَۃِ وَاِنْ سَالَہُ النَّاسُ عَنْ ذَالِکَ وَارْشَدَہ' انْ یُّرَدَّ عِلْمُھَا اِلَی اللہِ عز و جل کَمَا قال اللہ تعالی فی سورۃ الاعراف و ھی مکیۃ و ھذا مدنیۃ فَاسْتَمَرَّ الْحَالُ فِی رَدِّ عِلْمِھَا الی الذی یُقِیْمُھَا لٰکِنْ اَخْبَرَہ انھَا قریبۃ بقولہ وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریبا

(تفسیر ابن کثیر، ج 4، ص 483)

اس آیت میں حق تعالی نے اپنے رسول کو بتلایا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں ہے اگرچہ لوگ پوچھا کریں اور آپ کو ہدایت کی ہے کہ اس کے علم کو خدا ہی کے سپرد کریں۔ جیسا کہ سورہ اعراف کی مذکورہ بالا آیت میں بھی یہی حکم دیا ہے اور وہ آیت مکی ہے اور یہ مدنی ہے پس علم قیامت کو اس کے قائم کرنے والے ہی کے حوالے کرنا مستمر رہا البتہ وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریبا فرما کر آپ کو بتا دیا گیا کہ وہ قریب ہی ہے۔

علامہ بغوی لکھتے ہیں:

ایُّ شَیْئٍ یُعْلِمُکَ امرَ السَّاعَۃِ وَ مَتٰی یَکُوْنُ قِیَامُھَا ای انتَ لَا تَعْرِفُہ' لَعَلَّ السَّاعَۃَ تَکُوْنُ قَرِیْباً

(تفسیر البغوی، ج 3، ص 665)

اور کس نے آپ کو بتایا ہے؟ یعنی کس نے آپ کو قیامت کے معاملہ کی خبر دی۔ ہے کہ وہ کب واقع ہو گی مطلب یہ کہ آپ اس کو نہیں جانتے کیونکہ آپ کو بتایا ہی نہیں گیا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قُلْ یا مُحَمَّدُ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ لَمْ یُطْلِعْ عَلَیْهِ احداً مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ وَ الْمَلَآئِکَةِ وَمَا یُدْرِیْکَ ای شیءٍ یُعْلِمُکَ وَقْتَ قِیَامِهَا اِذْلَمْ یُطْلِعِ اللهُ عَلَیْهِ احداً مِّنْ خَلْقِهٖ

(تفسیر مظہری، ج5،ص563)

اے محمد ﷺ فرمادیجئے کہ قیامت کا علم تو اللہ ہی کو ہے انبیاء وملائکہ میں سے کسی کو بھی اس کا علم عطائی طور پر بھی نہیں دیا اور کس نے آپ کو بتایا ہے؟ کہ وہ کب واقع ہو گی؟ جب اللہ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس پر مطلع ہی نہیں کیا۔

جلالین میں ہے:

قل انما علمها عندالله و ما یدریک یعلمک بها ای انت لا تعلمها

(جلالین ص356)

آپ فرمادیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر یعنی آپ نہیں جانتے۔

آیت نمبر۵: وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾

(سورۃ الملک، آیت25، 26، پارہ29)

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آنے گا اگر تم سچے ہو تم فرماو یہ علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں (کنزالایمان)

تفسیر

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللهِ وَ اِنَّمَا انا نَذِیر ''مُبِین'' ای لَا یَعْلَمُ وَقْتَ ذَالِکَ عَلَی التعیِینَ اِلَّا اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لٰکِنَّه' امَرَنِیْ ان اُخبِرَ کُمْ انَّ هٰذَا کَائِن'' وَ وَاقِع'' لَا مَحَالَۃَ فَاحْذَرُوْه'

(تفسیر ابن کثیر، ج 8، ص 183)

آپ فرمادیجئے کہ اس (وعدہ قیامت) کا علم خدا ہی کے پاس ہے اور میں تو بس صرف صاف ڈرانے والا ہوں اس کے معین ومقررہ وقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا البتہ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس قیامت کی خبر دے دوں کہ وہ آنے والی ہے لہذا اس سے ڈرتے رہو۔

امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الْمُرَادُ انَّ الْعِلْمَ بِالْوُقُوْعِ غَيْرُ الْعِلْمِ بِوَقْتِ الْوُقُوْعِ فَالْعِلْمُ الْاَوَّلُ حَاصِلٌ '' عِنْدِیْ وَهُوَ كَافٍ فِي الْاَنْذَارِ وَالتَّحْذِيْرِ وَ امَّاالْعِلْمُ الثَّانِی فَلَيْسَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَاحَاجَةَ فِي كَوْنِهٖ نَذِيْراً

(تفسیر کبیر، ج 10، ص 596)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے نفس وقوع کا علم اور چیز ہے اور اس کے وقت خاص کا علم علیحدہ پس پہلا علم یعنی اتنا علم کہ وقت قیامت ضرور ایک دن آئے گا یہ تو مجھ کو حاصل ہے اور انذار وتخویف کیلئے وہی کافی ہے اور دوسرا علم یعنی قیامت کے وقت خاص کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں اور میرے نذیر ومبین ہونے کیلئے اس کی ضرورت بھی نہیں۔

آیت نمبر ٦: وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ

(سورۃ یونس، آیت 49،48، پارہ 11)

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو تم فرماؤ میں اپنی جان کے برے بھلے کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے (کنزالایمان)

قُلْ لَا امْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفعاً اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ أی لَا اقُوْلُ اِلَّا مَا عَلَّمَنِیْ وَلَا اقْدِرُ عَلیٰ شَیْئٍ مِمَّا اسْتَاثَرَهٗ بِهٖ اِلَّا ان يُطْلِعَنِی عَلَيْهِ فَانَا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اِلَيْكُمْ وَ قَدْ اخْبَرْتُكُمْ بِمَجِيئِ السَّاعَةِ وَانَّهَا كَائِنَةٌ '' وَ لَمْ

يُطْلِعْنِي علی وقتها

(تفسیر ابن کثیر، ج 4، ص 273)

میں نہیں کہتا مگر وہ جو مجھے اللہ تعالٰی تعلیم دیتا ہے اور جو چیزیں حق تعالٰی نے اپنے لئے مخصوص فرمائی ہیں میں ان پر قادر نہیں ہوں مگر یہ کہ وہ مجھے اس کی اطلاع دے دے میں تو اس کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں بھیجا ہوا ہوں تمہاری طرف اور میں نے تم کو قیامت کے آنے کی خبر دے دی ہے اور بالیقین وہ آنے والی ہے اور اس خدا نے مجھے اس کے وقت معین کی اطلاع نہیں دی۔

ولم یطلعنی علی وقتھا سے معلوم ہوا کہ ان چیزوں کا علم عطائی طور پر بھی نبی کریم ﷺ کو نہیں دیا گیا لہٰذا خان صاحب کا ترجمہ میں (ذاتی) کا پیوند لگانا کھلی تحریف ہے اس پر مزید تفصیل ان شاءاللہ اپنے مقام پر آرہی ہے۔

آیت نمبر ۷: قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ وَ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ۝

(سورۃ الانبیاء، آیت 108، 109، پارہ 17)

تم فرماؤ! مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا (معبود) نہیں مگر ایک اللہ تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو پھر اگر وہ منہ پھریں تو فرمادو! میں نے تمہیں لڑائی کا اعلان کر دیا برابری پر اور میں کیا جانوں کہ پاس ہے یا دور وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ (کنزالایمان)

میں کیا جانوں کہہ کر خود خان صاحب اقرار کر رہے ہیں کہ قیامت (یا ایک تفسیر کے مطابق عذاب) کے آنے کا وقت معین نبی کریم ﷺ کو معلوم نہیں۔ نیز یہاں انہوں نے ذاتی کا پیوند بھی نہیں لگایا۔

تفسیر

علامہ نسفی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اى لا ادرى متى يكون يوم القيامة لِاَنَّ اللّٰه تعالىٰ لَمْ يُطْلِعْنِىْ عَلَيْه

(مدارک، ج2، ص 424)

مجھے نہیں معلوم کہ کب ہوگا قیامت کا دن کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اطلاع نہیں دی

آیت نمبر ۸: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۝۵۱

(سورہ بنی اسرائیل، آیت 51، پارہ 15)

ترجمہ: یہ کب ہے؟ تم فرماؤ شاید نزدیک ہی ہو۔ (کنزالایمان)

تفسیر

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ تَعَالٰى بَيَّنَ فِى الْقُرْاٰنِ اَنَّهٗ لَا يُطْلِعُ اَحَداً مِّنَ الْخَلْقِ عَلٰى وَقْتِهِ الْمُعَيَّنِ فَقَالَ ان الله عنده علم الساعة و قال انما علمها عند ربى و قال ان الساعة اتية اكاد اخفيها فَلَاجَرَمَ قَالَ تَعَالٰى قل عسى ان يكون قريبا

(تفسیر کبیر، ج 7، ص 353)

معلوم ہونا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف طور سے بیان فرمادیا ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی قیامت کے وقت مقررہ کی اطلاع نہیں دے گا چنانچہ فرماتا ہے ان الله عنده علم الساعة اور فرماتا ہے انما علمها عند ربى اور فرماتا ہے ان الساعة اتية اكاد اخفيها پس اسی لئے فرمایا کہ شاید وہ قیامت قریب ہی ہو یعنی چونکہ اس کے وقت خاص کی اطلاع دینا منظور نہ تھی اسلئے اس کا صرف قریب ہونا ظاہر فرمایا۔

علامہ شربینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاَمَّا اَنَّهٗ مَتٰى يُوْجَدُ فَذَالِكَ لَا يُمْكِنُ اِثْبَاتُهٗ مِنْ طَرِيْقِ الْعَقْلِ بَلْ اِنَّمَا يُمْكِنُ اِثْبَاتُهٗ بِالدَّلِيْلِ السَّمْعِىِّ فَاِنْ اَخْبَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْ ذَالِكَ الْوَقْتِ الْمُعَيَّنِ عُرِفَ وَاِلَّا لَا سَبِيْلَ اِلٰى مَعْرِفَتِهٖ لِاَنَّهٗ تَعَالٰى بَيَّنَ فِى الْقُرْاٰنِ اَنَّهٗ لَا يُطْلِعُ اَحَداً

مِنَ الْخَلْقِ عَلٰی وَقْتِہِ الْمُعَیَّنِ

(السراج المنیر، ج2، ص312)

آیت نمبر۹: قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ '' مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ ' رَبِّیْٓ اَمَدًا

(سورۃ الجن، آیت 25، پارہ 29)

ترجمہ: تم فرماؤ میں نہیں جانتا آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اسے کچھ وقفہ دے۔ (کنزالایمان)

تفسیر

یقول تعالٰی اٰمِرًا رَسُوْلَہٗ ' ﷺ اَنْ یَّقُوْلَ النَّاسَ اَنَّہٗ ' لَا عِلْمَ لَہٗ بِوَقْتِ السَّاعَۃِ وَلَا یَدْرِیْ اقریب '' وَقْتُھَا ام بعید قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل لہ ربی امدا ای مُدَّۃً طویلۃ

(تفسیر ابن کثیر، ج6، ص246)

حق تعالٰی اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیتے ہوئے کہ آپ لوگوں سے فرما دیجئے کہ مجھ کو قیامت کے وقت کا علم نہیں ارشاد فرماتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ مجھے خبر نہیں کہ آیا قریب ہی ہے وہ قیامت جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا میرا خدا اس کیلئے کوئی طویل مدت مقرر کرے گا۔

آیت نمبر۱۰: اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ اَکْمَامِھَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِہٖ

(حٰم سجدہ، آیت 47، پارہ 25)

ترجمہ: قیامت کا علم اسی پر حوالہ ہے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کسی مادہ کو پیٹ رہے اور نہ جنے مگر اس کے علم سے۔ (کنزالایمان)

تفسیر

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلَیۡہ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ای لَا یَعۡلَمُ ذَالِکَ احد" سِوَاہُ' کَمَا قَالَ مُحَمَّد" ﷺ وَھُوَ سَیِّدُ الۡبَشَرِ لِجِبۡرِیۡلَ عَلیہ الصلوۃ والسلام وَھُوَ مِنَ السَّادَاتِ الۡمَلَآئِکَۃِ حِیۡنَ سَالَہ' عَنِ السَّاعَۃِ فَقَالَ مَا الۡمَسۡؤُلُ عَنۡھَا بِاَعۡلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَ کَمَا قَال عز و جل الی ربک منتھھا و قال جل جلالہ لا یجلیھا لوقتھا الا ھو

(تفسیر ابن کثیر ج 7 ص 185)

مطلب یہ کہ اس (وقوع قیامت کے وقت) کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے جو سید البشر ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے جو سرداران ملائکہ میں سے ہیں وقت قیامت کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ مسئول کا علم اس معاملہ میں سائل سے زیادہ نہیں (یعنی دونوں کو اس کا کچھ علم نہیں) اور جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا الی......

وَھُوَ سَیِّدُ الۡبَشَرِ لِجِبۡرِیۡلَ عَلیہ الصلوۃ والسلام ۔ وَھُوَ مِنَ السَّادَاتِ الۡمَلَآئِکَۃِ ان دونوں جملوں میں واو حالیہ ہے مطلب یہ کہ ایک طرف رسول کریم ﷺ جو سید البشر ہیں امام الانبیاء ہیں دوسری طرف جبرآئیل علیہ السلام جو فرشتوں کے امام ہیں جب ان دونوں معظم ہستیوں کا یہ حال ہے کہ قیامت کے وقوع کا علم نہیں کہ کب واقع ہوگی تو اب کون ایسا ہے جس کے متعلق کہا جاسکے کہ اس کو قیامت کے وقوع کا علم ہے؟

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کَانَ سَائِلاً قَالَ وَ مَتٰی یَکُوۡنُ ذَالِکَ الۡیَوۡمُ فَقَالَ تَعَالٰی اِنَّہ' لَا سَبِیۡلَ لِلۡخَلۡقِ اِلٰی مَعۡرِفَۃِ ذَالِکَ الۡیَوۡمِ وَ لَا یَعۡلَمُہ' اِلَّا اللّٰہُ تعالی فَقَالَ الیہ یرد علم الساعۃ وَ ھٰذِہِ الۡکَلِمَۃُ تُفِیۡدُ الۡحَصۡرَ ای لَا یَعۡلَمُ وَقۡتَ السَّاعَۃِ بِعَیۡنِہٖ اِلَّا اللّٰہُ وَ کَمَا اَنَّ ھٰذَا الۡعِلۡمَ لَیۡسَ اِلَّا عِنۡدَ اللّٰہِ سبحانہ و تعالی فَکَذَالِکَ الۡعِلۡمُ بِحُدُوۡثِ الۡحَوَادِثِ الۡمُسۡتَقۡبَلَۃِ فِیۡ اَوۡقَاتِھَا الۡمُعَیَّنَۃِ لَیۡسَ اِلَّا عِنۡدَ اللّٰہِ سبحانہ و تعالی ثُمَّ ذَکَرَ مِنۡ اَمۡثِلَۃِ ھٰذَا الۡبَابِ مِثَالَیۡنِ احدھما قولہ ما تخرج من

ثمرۃ من اکمامھا و ثانیھا قولہ وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمہ

(تفسیر کبیر،ج9،ص 571)

یوں سمجھو گویا سائل نے سوال کیا کہ یہ روز قیامت کب آئیگی تو اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ مخلوق کیلئے اس کے علم کی کوئی سبیل نہیں اور اس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا چنانچہ فرمادیا الیہ یرد علم الساعۃ اور یہ کلمہ مفید حصر ہے اور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے وقت معین کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جس طرح کہ یہ علم غیب خدا کے سوا کسی کو نہیں ایسے ہی آئیندہ جو امور اپنے اوقات معینہ میں ہونے والے ہیں ان سب کا علم خدا ہی سے مخصوص ہے پھر خدا نے اس باب کی مثالوں میں سے صرف دو مثالیں یہاں ذکر فرمائی ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و کلا الجوابین اختصاص علمھا بہ تعالی

(روح المعانی،ج13،ص3)

اس انداز پر جواب دینے سے مقصود یہ ہے کہ ان کا علم اللہ تعالی کے ساتھ ہی خاص ہے (کسی دوسرے کو اس کی خبر نہیں)

آیت نمبر ۱۱: وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۸۵

(سورۃ زخرف،آیت 85،پارہ 25)

ترجمہ: اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا۔

(کنز الایمان)

تفسیر

محمد بن عبدالرحمن الشافعی لکھتے ہیں:

وعندہ علم الساعۃ لا عند غیرہ (جامع البیان،ج4،ص96)

آیت نمبر ۱۲: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝۴۲ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝۴۳ اِلٰی

رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿٤٤﴾ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿٤٥﴾

(سورہ نزعت، آیت 42 تا 45، پارہ 30)

ترجمہ: تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کیلئے ٹھری ہوئی ہے؟ تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے تم تو فقط اسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے۔ (کنزالایمان)

تفسیر

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

اى لَيْسَ عِلْمُهَا اِلَيْكَ وَلَا اِلٰى اَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ

(تفسیر ابن کثیر)

خلاصہ کلام: ان 11 آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ قیامت کے وقوع کا وقت معین یعنی قیامت کس معین تاریخ کو ہوگی اس کا علم خدا تعالی کے سوا نہ تو کسی مقرب فرشتے کو ہے نہ کسی نبی مرسل کو لہذا بریلویوں کا یہ دعوی ہے کہ آپ کو جمیع ما کان وما یکون یعنی الی یوم القیامۃ یا کلی علم غیب دیا گیا باطل ہوا کیونکہ وقوع قیامت کا علم بھی اس کلی غیب میں شامل ہے جس کا علم قطعی طور پر آپ ﷺ کو نہیں دیا گیا۔ ان شاء اللہ احادیث کے باب میں یہ بات آئی گی کہ نبی کریم ﷺ کو آخری وقت بلکہ وفات سے ایک ماہ پہلے تک بھی قیامت کا علم نہ تھا آپ نے صاف اور واضح طور پر اس کا انکار فرمایا بلکہ معراج کی رات تو اولو العزم انبیاء علیہم السلام کا اجماع اس بات پر وقوع ہوا ہے کہ قیامت کا علم سوائے رب تعالی کے اور کسی کو نہیں تفصیل ان شاء اللہ احادیث کے باب میں آئی گی۔

ایک اصول

امیر دعوت اسلامی لکھتے ہیں:

''مسلمان کا قرآن پاک پر ایمان ہوتا ہے اور وہ حکم قرآن کے خلاف کوئی دلیل تسلیم کرتا

ہی نہیں ۔"

(رسائل عطاریہ حصہ دوم ص 192)

لہذا ان آیات کے خلاف کسی بھی قسم کی دلیل فریق مخالف پیش کریں ہمیں قابل تسلیم نہیں ۔ نیز بریلویوں نے یہ اصول لکھا ہے کہ ظاہر قرآنی آیات میں کسی بھی قسم کی تاویل قابل مسموع نہیں تفصیل اپنے مقام پر آئے گی ۔ اس لئے ان آیات میں بھی فریق مخالف کی تاویلات باطلہ ہر گز قابل مسموع نہیں ہم علی سبیل التنزل ان تاویلات باطلہ کا مختصرا جواب دے رہے ہیں ۔

بدعتی تاویل: اس میں نفی علم غیب ذاتی کی ہے عطائی کی نہیں ۔

جواب: یہ تاویل نری دفع الوقتی ہے اول تو اس لئے کہ یہ بطور مفہوم مخالف کے کہا جا رہا ہے اور احناف کے ہاں قرآن کی آیات میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ۔ ثانیا چلو آپ قرآن کی وہ آیت پیش کرو جس میں ہو کہ نبی کریم ﷺ کو عطائی طور پر بھی قیامت کا علم دے دیا گیا تھا ۔ نیز ہم نے ان آیات کی تفسیر میں صحابہ تابعین و مفسرین سے جو اقوال نقل کئے اس میں صاف طور پر" لم یطلع "" لا اظهر "کے الفاظ منقول ہیں جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ان آیات میں جس علم کی نفی کی جا رہی ہے وہ نفی ذاتی علم کی نہیں بلکہ عطائی علم غیب کی ۔

پھر کفار مکہ کا آپ کے متعلق قطعا یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ ﷺ ذاتی علم غیب رکھتے ہیں بلکہ ان کا آپ سے اس قسم کے سوالات کرنا اس بنیاد پر تھا کہ اے محمد (ﷺ) آپ کے پاس جو غیب کی خبریں ہیں اور آپ جو کہتے ہیں کہ مجھے میرے رب کی طرف سے غیوب کی بہت سی خبریں دی جاتی ہیں تو ہمیں بتائیں کہ قیامت کب واقع ہو گی ؟ ۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اِعْلَمْ اَنَّ الْقَوْمَ لَمَّا طَالَبُوْهُ بِالْاِخْبَارِ عَنِ الْغُيُوْبِ

(تفسیر کبیر، ج 5 ص 425)

یہی بات علامہ خازن نے بھی تفسیر خازن، ج 2 ص 323 پر بھی فرمائی ہے ۔

بدعتی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں :

"عرض کیا گیا جب بندے کی اپنی ہستی بھی ذاتی نہیں تو اس کی کوئی صفت کیسے ذاتی ہو سکتی

ہے صفات تو مبنی ہیں ذات پر"۔

(تفسیر نعیمی، ج 9، ص 384)

لہذا یہ تاویل ہی عبث ہے کہ ذاتی کی نفی ہے جب ذاتی کا کوئی قائل ہی نہیں تو تردید ونفی کیسے؟
یہی بات علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے:

إنَّ عِلْمَ الغَيْبِ المَنفِيّ عَنْ غَيْرِهِ جَلَّ وعَلا هو ما كانَ لِلشَّخْصِ لِذاتِهِ أي بِلا واسِطَةٍ فی ثُبُوتِهِ لَهُ، وهَذا مِمّا لا يُعْقَلُ لِأحَدٍ مِن أهْلِ السَّماواتِ والأرْضِ لِمَكانِ الإمْكانِ فِيهِمْ ذاتًا وصِفَةً وهو يَأْبى ثُبُوتَ شَيْءٍ لَهم بِلا واسِطَةٍ

(روح المعانی، ج 10، ص 222)

ذاتی وعطائی کی تاویل کرنے والا کارِ عبث کی تہمت لگا رہا ہے

ہماری تمام کتب میں رؤیت باری تعالیٰ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دیدار کی جو خواہش کا اظہار کیا گیا ہے اس کو مستدل بنایا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر رب تعالیٰ کی رویت ممکن نہ ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام نے ایک کارعبث کی معاذ اللہ رب سے درخواست کی جس کی توقع کسی اولو العزم نبی سے نہیں کی جاسکتی۔ یہی طرز ہم یہاں اختیار کرتے ہیں نبی کریم ﷺ کے بارے میں نہ کسی مسلمان اور نہ اس زمانے کے کسی مشرک کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ ذاتی علم رکھتے ہیں تو پھر اس علم کی نفی جو کسی کا عقیدہ ونظریہ ہی نہ ہو کارعبث ہے جس کی نسبت اللہ کی طرف کرنا کھلی گمراہی ہے۔

بدعتی تاویل : اس میں تو ہے ہم نے کسی کو نہیں دیا یہ کہاں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بھی نہیں دیا۔

جواب : چلیں آپ قرآن میں سے دکھادیں کہ کسی کو نہیں دیا سوائے نبی کریم ﷺ کے ہاں ان کو دیا ہے۔ جس طرح ہم سے مطالبہ ہے اسی طرح واضح طور پر نبی کریم ﷺ کا نام اور وقت قیامت کا علم دینے کا ذکر ہو۔

(۲) مولوی صاحب! کچھ تو خدا کا خوف کرو ہم نے جو آیات ذکر کی ہیں ان میں کسی میں انما،

کسی میں عندہ خبر مقدم وغیرہ سے حصر کو بیان کیا گیا مفسرین اور خان صاحب نے بھی تفسیر اور ترجمہ میں اسی حصر کے مطابق ترجمہ وتفسیر کی۔ پھر مفسرین نے" قل یا محمد " انت لا تعلمها " وغیرہ کے ساتھ تفسیر بیان کر کے ان آیات کی مراد واضح کر دی کہ نبی کریم ﷺ بھی اس علم کی نفی میں شامل ہیں۔ جنہوں نے مخاطب کے الفاظ استعمال نہیں کئے انہوں نے بھی نکرہ تحت النفی جو کہ عموم کا فائدہ دیتا ہے کے ساتھ تفسیر کر کے صاف طور پر بیان فرمادیا کہ خلق میں کسی بھی مقرب سے مقرب نبی اور مقرب سے مقرب فرشتے کو اس کا علم نہیں دیا گیا۔

پھر یہ تاویل عقل سے بھی بعید ہے اس لئے کہ کفار مکہ کا سوال تو آپ ﷺ سے تھا کہ اے محمد (ﷺ) آپ ہمیں بتائیں کہ قیامت کا علم کب ہوگا؟ اور نبی یہ جواب دیں کہ دیگر انبیاء کو اس کا علم نہیں۔ یعنی سوال آپ سے ہو نفی انبیاء سے ہوا ایں چہ بوالعجبی است؟۔

بدعتی تاویل : روح البیان وغیرہ میں لکھا ہے آپ ﷺ کو آخر وقت میں قیامت کا علم دے دیا گیا تھا۔

جواب : ہم نے صحابہ تابعین جمہور مفسرین سے اس بات کا ثبوت دیا کہ نبی کریم ﷺ کو قیامت کا علم نہیں دیا گیا پھر آگے احادیث کے باب میں مستقل نبی کریم ﷺ کی احادیث آرہی ہیں کہ آخر عمر تک مجھے اس کا علم نہیں دیا گیا تو نبی کریم ﷺ، عبداللہ ابن مسعود وعبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے مقابلے میں گیارہویں صدی کے ایک مفسر کے قول شاذ ومجہول کی کیا وقعت اور کیا حیثیت؟ روح البیان ہمارے نزدیک معتبر نہیں رطب ویابس سے پر ہے۔ اس کا جو قول جمہور کے مطابق ہوگا لے لیں گے اور جو قول قرآن وحدیث اور جمہور کے خلاف ہے ہم اس سے پناہ مانگتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۳: وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ۝۶۹

(سورہ یس، آیت 69، پارہ 23)

ترجمہ: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر

نصیحت اور روشن قرآن۔ (کنزالایمان)

اس آیت میں واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ اے محبوب ہم نے آپ کو شعر کہنا نہیں سکھایا نہ اس کا علم دیا اور نہ ہی اس کا علم آپ کی شان کے لائق ہے۔ پس اب کون بدبخت ہے جو اس آیت کے مقابلے میں نبی کریم ﷺ کو شاعر کہے؟

تفسیر اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ اماں جان سے کہا گیا:

هَلْ كَانَ رَسول الله ﷺ يَتَمَثَّلُ بِشَيءٍ مِّنَ الشِّعْرِ فَقَالَتْ كَانَ ابْغَض الْحَدِيْثِ اِلَيه غير انَّهُ كَانَ يَتَمَثَّلُ بَيتَ اخِي بَنِي قَيْسٍ فَيَجْعَلُ اوَّلَهُ آخِرَهُ وَ آخِرَهُ اوَّلَهُ فَقَالَ ابُوْ بَكْرٍ لَيْسَ هَكَذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنِّيْ وَاللهِ مَا انَا بِشَاعِرٍ وَّلاَ يَنْبَغِيْ لِيْ

(رواہ ابن حاتم ص 3200 وابن جریر ض 19 ص 480۔ ابن کثیر، ج 6 ص 590۔ الدر المنثور۔ ج 12 ص 372)

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور ﷺ کبھی کوئی شعر بھی پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ شعر آپ کو سب باتوں سے زیادہ ناپسند تھا البتہ کبھی کبھی آپ قیسی شاعر کا بیت (و یاتیک بالاخبار من لم تزود) الٹ پلٹ کر پڑھا کرتے تھے جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اصل شعر یوں نہیں جس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم میں شاعر نہیں ہوں اور شعر میرے لئے مناسب بھی نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اشهد انک رسول الله و ما علمک الشعر و ما ینبغی لک

(الدر المنثور، ج 12 ص 384)

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول برحق ہیں اس ذات نے آپ کو شعر کا علم نہیں دیا اور آپ کیلئے وہ مناسب بھی نہیں

دیگر مفسرین

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يَقُوْلُ اللهُ عز و جل مُخْبِراً عَنْ نَّبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ ﷺ اَنَّهٗ مَا عَلَّمَهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اى مَا هُوَ فِيْ طَبْعِهٖ فَلَا يُحْسِنُهٗ وَلَا يُحِبُّهٗ وَلَا تَقْتَضِيْهِ جِبِلَّتُهٗ وَلِهٰذَا وُرِدَ اَنَّهٗ ﷺ كَانَ لَا يَحْفَظُ بَيْتاً عَلٰى وَزْنٍ مُنْتَظِمٍ بَلْ اِنْ اَنْشَدَهٗ زَحَّفَهٗ اَوْ لَمْ يُتِمَّهٗ

(تفسیر ابن کثیر، ج4، ص578)

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر محمد ﷺ کی طرف سے خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ وہ ان کیلئے مناسب ہے یعنی وہ آپ کی طبعیت کے موافق ہی نہیں اس لئے نہ تو وہ آپ کو پسند ہے اور نہ آپ کی فطرت اس کی مقتضی ہے اور اسی ہی لئے وارد ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ٹھیک وزن پر ایک شعر بھی محفوظ نہ تھا بلکہ آپ اگر پڑھتے تو یا اس کا کچھ گرا دیتے یا نا تمام پڑھتے تھے۔

امام رازی رحمہ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

إشارَةٌ إلى أنَّهٗ مُعَلَّمٌ مِن عِنْدِاللهِ فَعَلَّمَهٗ ما أرادَ ولَمْ يُعَلِّمْهُ ما لَمْ يُرِدْ... خُصَّ الشِّعْرُ بِنَفْيِ التَّعْلِيمِ مَعَ أنَّ الكُفّارَ كانُوا يَنْسُبُونَ إلى النَّبِيِّ ﷺ أشْياءَ مِن جُمْلَتِها السِّحْرُ ولَمْ يَقُلْ وما عَلَّمْناهُ السِّحْرَ وكَذَلِكَ كانُوا يَنْسُبُونَهٗ إلى الكِهانَةِ ولَمْ يَقُلْ وما عَلَّمْناهُ الكِهانَةَ فَنَقُولُ: أمّا الكِهانَةُ فَكانُوا يَنْسُبُونَ النَّبِيَّ ﷺ إلَيْها عِنْدَما كانَ يُخْبِرُ عَنِ الغُيُوبِ ويَكُونُ كَما يَقُولُ.

وأمّا السِّحْرُ فَكانُوا يَنْسُبُونَهٗ إلَيْهِ عِنْدَما كانَ يَفْعَلُ ما لا يَقْدِرُ عَلَيْهِ الغَيْرُ كَشَقِّ القَمَرِ وتَكَلُّمِ الحَصى والجِذْعِ وغَيْرِ ذَلِكَ.

وأمّا الشِّعْرُ فَكانُوا يَنْسُبُونَهٗ إلَيْهِ عِنْدَما كانَ يَتْلُو القُرْآنَ عَلَيْهِمْ لَكِنَّهٗ

ﷺ ما كانَ يَتَحَدّى إِلّا بِالقُرآنِ كَما قالَ تَعالى: وَإِن كُنتُمْ في رَيبٍ مِمّا نَزَّلنا عَلى عَبدِنا فَاْتوا بِسُورَةٍ مِن مِثلِهِ [البقرة: ۲۳] إلى غَيرِ ذٰلِكَ وَلَم يَقُلْ: إِن كُنتُمْ في شَكٍّ مِن رِسالَتِي فَأَنطِقُوا الجُذُوعَ أَو أَشبِعُوا الخَلْقَ العَظِيمَ أَو أَخبِرُوا بِالغُيُوبِ فَلَمّا كانَ تَحَدِّيهِ ﷺ بِالكَلامِ وَكانُوا يَنسُبُونَهُ إِلى الشِّعرِ عِندَ الكَلامِ خَصَّ الشِّعرَ بِنَفيِ التَّعلِيمِ.

(تفسیر کبیر، ج9، ص304)

بدعتی تاویلات

تاویل ۱: اس میں ملکہ شعر گوئی کی نفی کی گئی ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا۔

جواب: جناب اس سے ہمارے استدلال پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ شعر سے خواہ ملکہ شاعری مراد ہو ما کان و ما یکون میں داخل ہیں اور جب ان میں سے کسی ایک کی نفی ہوگئی تو جمیع ما کان و ما یکون کا دعویٰ باطل ہوگیا۔

تاویل ۲: وہابیہ دیوبندیہ علم سے تو کورے ہوتے ہیں انہیں بڑی کتابوں کا مطالعہ نصیب نہیں تو کم از کم منطق کے چھوٹے رسالے دیکھ لیں کہ انہوں نے شعر سے کیا مراد لیا ہے؟ وہ کہتے ہیں الشعر هو المولف من المقدمات الكاذبة شعر وہ ہے جو جھوٹے مقدمات سے مرکب ہو اب معنی یہ ہوا کہ ہم نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو جھوٹی باتیں نہیں سکھلائیں اور نہ ہی جھوٹ ان کے لائق۔ (غایۃ المامول فیض احمد اویسی ص60)

نوٹ: اس آیت سے متعلق یہ تمام تاویلات باطلہ فیض احمد اویسی نے احمد رضا خان کی کتب نعیم الدین مرادآبادی کی الکلمۃ العلیا اور احمد یار گجراتی کی جاء الحق سے سرقہ کر کے لکھی ہیں یہ عبارت

هو المولف من المقدمات الكاذبة

بعینہ نعیم الدین مرادآبادی کی الکلمۃ العلیا ص 57. کی سطر 6 سے سرقہ کیا ہے۔ ایسے سرقہ باز لوگوں کو دوسروں کو کتابیں نہ پڑھنے کا طعنہ دیتے ہوئے بھی شرم آنی چاہیے۔

جواب: جناب مولوی صاحب! اب جب پھنس گئے ہو تو کہتے ہو کہ مراد جھوٹ اور جھوٹے اشعار ہیں وہ نہیں سکھائے اور اس لئے نہیں سکھائے کہ آپ ﷺ کی شان کے لائق نہیں حالانکہ شروع میں تو آپ فرمارہے تھے:

''نفس علم کسی چیز کا برا نہیں ...... اور دنیا میں سب سے بدتر چیز شرک اور کفر ہے مگر فقہاء فرماتے ہیں الفاظ کفریہ کا سیکھنا فرض ہے...... یعنی علم ریا اور حسد، عجب حرام اور کفریہ کلمات کا سیکھنا ضروری اور واللہ یہ فرض ہے''۔

(غایۃ المامول،ص 15,14)

یہی بات آپ کے حکیم الامت احمد یار گجراتی نے بھی ''جاء الحق،ص 49,48'' پر لکھی۔

تو اب سوال یہ ہے کہ جب نفس علم کسی چیز کا برا نہیں سب سے بدتر چیز دنیا میں کفر و شرک ہے مگر اس کا سیکھنا فرض ہے تو جھوٹ سیکھنا فرض کیوں نہیں؟ جھوٹے اشعار کا علم فرض کیوں نہیں؟ پھر رات کے اندھیروں میں لوگ کیا کر رہے ہیں، میاں بیوی کے آپس کے خاص تعلقات، فلموں ڈراموں کا علم، گندے علوم نبی کریم ﷺ کی کیا شان کے مطابق ہیں معاذ اللہ جو ان سب کا علم نبی کیلئے مانتے ہو؟ اگر معاذ اللہ یہ آپ ﷺ کی شان کے خلاف نہیں بلکہ ان سے بقول تمہارے نبی کریم ﷺ کی شان میں معاذ اللہ اضافہ ہوتا ہے تو مقدمات کا ذبہ سے مولف اشعار کا کیا قصور ہے؟ حیرت ہے کہ اگر علمائے اسلام آپ ﷺ سے ان گندے علوم کی نفی کریں کہ یہ آپ کی شان رفیع کے لائق نہیں تو فورا فتوے اور اب جب اپنی گردن پھنسی تو سارے قاعدے سارے اصول بھول گئے؟

پھر آنجناب ہی تو لکھتے ہیں:

''اسی سے نتیجہ نکلا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کو اپنی امت کا علم عطا فرما دیا''۔

(غایۃ المامول،ص 64)

جب نبی کریم ﷺ کو اپنی تمام امت کا علم بھی عطا فرما دیا کہ تو کیا آپ ﷺ کی امت کو جھوٹ کا علم، جھوٹے اشعار کا علم منطقی اشعار کا علم نہیں؟ اگر ہاں اور یقیناً ہاں تو تم نبی کریم ﷺ سے اس کی نفی کر کے امت کا علم نبی ﷺ سے زیادہ نہیں بڑھا رہے ہو؟ معاذ اللہ

آپ فرماتے ہیں کہ جن اشعار کے علم کی نفی کی ہے ان سے مراد شعر منطقی ہے جو مقدمات کاذبہ پر مشتمل ہوتے ہیں حالانکہ حضرت ابن ابی حاتم اپنی سند سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کبھی یہ بیت پڑھا کرتے تھے:

كَفٰى بِالْاِسْلَامِ وَالشَّيْبِ لِلْمَرْئِ نَاهِيًا

حالانکہ اصل موزوں مصرعہ اس طرح تھا

كَفَى الشَّيْبُ وَالْاِسْلَامُ لِلْمَرْئِ نَاهِيًا

مگر حضور ﷺ اسی طرح الٹ پلٹ کر کے پڑھتے تھے جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا:

اَشْهَدُ كَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلَّمَكَ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِىْ لَكَ

(تفسیر ابن ابی حاتم ج ص 3201)

معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں شعر سے مراد شعر منطقی نہیں بلکہ وہی شعر مراد ہے جن کو عام اہل عرب شعر کہتے تھے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ملکہ کی نفی نہیں کیونکہ ملکہ کو شعر گوئی میں دخل ہوتا ہے نہ کہ کسی کا شعر نقل کرنے میں۔

منطقی صاحب! جواب دیں کہ کیا مذکورہ بالا شعر مقدمات کاذبہ سے بنا ہے؟

چلیں مان لیتے ہیں کہ مراد اشعار منطقی ہیں جو جھوٹ پر مشتمل ہوتے ہیں. جھوٹ کے علم کی نفی کی جارہی ہے تو بندہ خدا! اس سے ہمارے دعوے اور موقف پر کیا فرق پڑا؟ اس لیے کہ منطقی اشعار یا جھوٹ بھی تو جمیع ما کان وما یکون کا ایک جز ہے آپ نے خود اس کی نفی کر دی تو ثابت ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کو تمام جمیع ما کان وما یکون کا علم نہیں لہذا تم شعر سے جو بھی مراد لو ملکہ مراد لو یا کچھ اور اتنی بات تو طے ہے کہ کچھ نہ کچھ ایسا ضرور ہے کہ جس کا علم نبی کریم ﷺ کو نہیں دیا گیا۔ اور یہی ہم ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔

تاویل ۳: مولوی صاحب! آپ نے تو مجھے بری طرح پھنسا دیا. دیکھو نبی کریم ﷺ کو عرفی اشعار کا علم تھا اسی لئے تو آپ نے شعر کہا

انا النبی لا کذب　　　انا ابن عبد المطلب

وغیرہ وغیرہ اگر شعر میں یہی شعر گوئی (یعنی عرفی اشعار از ناقل) مراد ہوں تو پھر تو قرآن کو غلط قرار دینا پڑے گا۔(غایۃ المامول ص 61)

جواب: جناب ہم نے آپ کو نہیں پھنسایا شیطان نے آپ کو بری طرح اپنے دام تزویر میں جکڑ رکھا ہے۔ بدعتیوں کی ذہنی پستی کا اندازہ لگائیں کہتے ہیں کہ دیکھو نبی کریم ﷺ نے شعر کہا اگر آیت میں شعر مراد ہیں تو پھر اس حدیث کی وجہ سے آیت کو غلط کہنا پڑے گا اس لئے آیت میں تاویل بلکہ تحریف کرو۔ حالانکہ اس کو کہنا چاہئے تھا کہ خبر واحد آیت قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لئے اگر بالفرض روایت درست بھی ہو تو روایت میں تاویل کریں گے نہ کہ قرآن میں۔ خبر واحد کی وجہ سے قرآن کو کیسے غلط کہہ سکتے ہیں؟ رضاخانی حضرات کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ عقیدہ پہلے بناتے ہیں اور رب کا قرآن بعد میں پڑھتے ہیں اب جب رب کا قرآن ان کے خود ساختہ عقیدے کے خلاف نکلتا ہے تو بجائے اپنا عقیدہ درست کرنے کے قرآن کی تحریف کے درپے ہو جاتے ہیں

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
کس قدر بے توفیق ہیں فقیہان حرم

بندہ خدا جو موزوں کلام آپ نے پیش کیا اس کو شعر کہنا ہی حماقت ہے اصطلاح عربیت میں اس قسم کے موزوں و مقفیٰ کلام کو رجز کہا جاتا ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں:

وَاخْتَلَفَ اَہْلُ الْعُرُوْضِ وَالْاَدَبِ فِی الرِّجْزِ ھَلْ ھُوَ شِعْرٌ " اَمْ لَا وَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ الشِّعْرَ لَا یَکُوْنُ شِعْراً اِلاَّ بِالْقَصْدِ اَمَّا اِذَا جَرٰی کَلَامٌ " مَوْزُوْنٌ " بِغَیْرِ قَصْدٍ فَلَا یَکُوْنُ شِعْراً وَّعَلَیْہِ یُحْمَلُ مَا جَائَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مِنْ ذَالِکَ لِاَنَّ الشِّعْرَ حَرَامٌ " عَلَیْہِ ﷺ

(شرح نووی، ج 1، ص 200)

اہل عروض اور ادب کا رجز سے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ شعر ہیں یا نہیں؟ اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ شعر اس وقت تک شعر نہیں جب تک اس میں قصد و ارادہ نہ ہو اگر کسی وقت بغیر قصد کے

کوئی کلام موزوں زبان پر جاری ہوگیا تو وہ شعر نہیں ہوگا اور آنحضرت ﷺ سے جو ثابت ہے اس کا بھی یہی محمل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ پر شعر کہنا حرام ہے۔

اسی طرح عروض کی درسی کتاب محیط الدائرہ میں شعر کی تعریف یوں کی گئی ہے:

اَلشِّعْرُ کَلَام ''یُقْصَدُ بِہِ الْوَزْنُ وَالتَّقْفِیَۃُ (محیط الدائرہ، ص 1)

شعر وہ کلام ہے جس میں وزن اور قافیہ بندی کا قصد کیا جائے۔

اور مولوی صاحب! آپ نے جو موزوں کلام پیش کیا اس کو شعر کہنا ہی جہالت ہے۔ علامہ ابن کثیر اسی کے متعلق فرماتے ہیں:

ھٰذَا مَا وَقَعَ اِتِّفَاقًا مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ لِوَزْنِ شِعْرٍ بَلْ جَرٰی عَلَی اللِّسَانِ مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ اِلَیْہِ

(تفسیر ابن کثیر،4،ص 590)

ایسا کلام کبھی کبھار اتفاقیہ بغیر وزن کا ارادہ کئے آپ ﷺ کی زبان پر جاری ہو جاتا۔

نیز علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَتَحَ الْبَآئَ فِیْ کَذِبِ وَ خَفَضَ الْیَآئَ فِی الْمُطَّلِب

(مدارک، ج3،ص 111)

یعنی اس میں بھی نبی کریم ﷺ نے ''کذب'' کی با پر ''زبر'' پڑھا اور ''مطلب'' کی با پر زیر پڑھا جس سے کلام غیر موزوں ہو گیا۔

دوسروں کو علم سے کورے ہونے کا طعنہ دینے والے اب ذرا اپنی حدود اربعہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اس پہ بھی غور کریں کہ امام نووی تو نبی کریم ﷺ پر شعر پڑھنے کو حرام فرما رہے ہیں اور آج کل کے بدعتی کہتے ہیں کہ نہیں نبی کریم ﷺ شعر پڑھتے تھے آپ کو اشعار آتے تھے گویا نبی کریم ﷺ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کارحرام کیا کرتے تھے؟ یہ ہے ان گستاخوں کا اصل چہرہ۔ قاضیخان میں تو یہ لکھا ہے کہ جو یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ شعر کہتے تھے تو اس نے کفر کیا

لو قال شعر النبی ﷺ شعرا فقد کفر

(فتاوی قاضیخان، ج3، ص426)

بدعتی مولانا غلام رسول سعیدی صاحب

اگر اب بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آیا تو لیجئے اپنے شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی کو پڑھئے:

" آپ سے اشعار کی صورت میں جو کلام صادر رہوا جیسا کہ ہم نے متعدد حوالوں سے احادیث نقل کی ہیں مثلا انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب وغیرہ تو ہر چند کہ یہ کلام موزون ہیں لیکن یہ اصطلاح میں شعر نہیں کیونکہ اس میں کلام کا ایک وزن پر ہونا اتفاقا ہے قصدا نہیں"۔

(تبیان القرآن، ج8، ص543)

شعر کی اصطلاحی تعریف

نیز یاد رہے کہ شعر اسے کہتے ہیں جو مولف ہو مقدمات کاذبہ سے یہ صرف مناطقہ وحکماء کے ہاں ہے۔ ورنہ شعر کی اصطلاحی تعریف یہ کی گئی ہے:

کلام موزون مقفی دال علی معنی

(الصاحی ص70، لابن فارس، المزھر فی علوم اللغۃ وانواعھا لسیوطی، ج2، ص398، نقد الشعر لابن قدامہ ص64، منہاج البلغاء وسراج الادباء، ص71، البلغۃ الی اصول اللغۃ ص38، شرح مائۃ المعانی والبیان ص19، العمدۃ فی محاسن الشعر وآدابہ لابن رشیق القیر وانی، ج1، ص119، روح البیان، ج10، ص150، البرہان فی علوم القرآن، ج3، ص114، محیط الدائرہ، ص1، التعرفیات، ص92)

اس معنی میں بھی نبی کریم ﷺ کو شعر کا علم نہ تھا۔ اس کے علاوہ چند دیگر تعریفیں بھی ملتی ہیں ملاحظہ ہو:

(کتاب الصناعتین ص60، کتاب الشعر للفارابی ص93، فن الشعر لابن سینا، ص168، مقدمۃ ابن خلدون)

پھر اویسی نے جو شعر منطقی کی تعریف کی ہے وہ بھی مناطقہ کے ہاں متفقہ نہیں۔ چنانچہ بریلویوں

کے صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی نے اسے صرف بعض مناطقہ کا قول لکھا ہے اور قدماء حکماء سے شعر کی تعریف یہ لکھی ہے:

''وزن و قافیہ شعر کا رکن ہے بلکہ رکن شعر صرف مقدمات مخیلہ کا ایراد ہے تو جو قیاس کہ مقدمات مخیلہ سے مرکب ہو اس کو شعر کہتے ہیں''۔

(الکلمۃ العلیاء، ص 57)

امید کرتا ہوں کہ فیض احمد اویسی اور دیگر رضا خانیوں کی یہ غلط فہمی دور ہوگئی ہوگی کہ دیوبندی کتب کا مطالعہ نہیں کرتے۔

آیت نمبر ۱۴: قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

(سورۃ الاعراف، آیت 188، پارہ 9)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں اس بات کو خوب واضح کر دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ صفات الٰہیہ سے متصف نہ تھے نہ آپ مختار کل تھے اور نہ آپ ﷺ عالم الغیب تھے۔ یہاں جو نفع و ضرر کا بیان ہے یہ دنیاوی نفع و ضرر کا بیان ہے یعنی میں اگر علم غیب جانتا تو دنیا میں مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی نہ دنیا کے مال و اسباب میں مجھے کوئی نقصان اٹھانا پڑتا چنانچہ اس آیت کے شان نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے:

اِنَّ اَہْلَ مَکَّۃَ قَالُوْا یَا مُحَمَّدُ اَلَا یُخْبِرُکَ رَبُّکَ بِالسِّعْرِ الرَّخِیْصِ قَبْلَ اَنْ یَّغْلُوَ فَتَشْتَرِیْہِ فَتَرْبَحَ عِنْدَ الْغَلَاءِ

(معالم التنزیل للبغوی، ج 3، ص 310، خازن)

اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے محمد کیا تمہارا رب اشیاء کی گرانی سے پہلے نرخ کی اور ارزانی کی خبر تجھے نہیں دیتا کہ آپ ارزانی میں خرید کر گرانی میں خاطر خواہ نفع حاصل کریں۔

یہاں جو الغیب پر الف لام ہے یہ لام استغراق کیلئے نہیں بلکہ عہد کیلئے ہے اور مراد یہ مخصوص غیب ہے یعنی دنیاوی نفع ونقصان کا مجھے کوئی علم نہیں یہاں استغراق مراد اس لئے نہیں کہ استغراق مجازی ہے اور لام عہد حقیقی ہے اور جب تک حقیقی پر عمل ممکن ہو بغیر قرینہ صارفہ مجاز کی طرف عدول جائز نہیں۔

لا یکون ثمہ استغراق نعم یصار الیہ بقرینۃ المقام

(حاشیہ عبدالغفور، ص 2)

التعریف لا یلزم من ان یکون الاستغراق العہد هو الاصل

(تلویح، ص 57)

جب اس خیر اور سوء سے مخصوص دنیاوی خیر اور سوء ہے مال و دولت کی صورت میں تو بریلویوں کا یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو "الکوثر" عطا کی خود بخود باطل ہو جاتا ہے کیونکہ اس آیت میں اخروی خیر کی نفی نہیں بلکہ دنیاوی مال و دولت کی نفی ہے۔

بہر حال آیت میں لو ہے جو انتفائے ثانی بسبب انتفائے اول کیلئے آتا ہے استکثار من الخیر منتفی ہے اس لئے کہ عالم الغیب ہونا منتفی ہے۔

دوسری بات لو۔۔الآیۃ یہ مقدم ہے اور لاستکثرت یہ تالی اور تالی مقدم کو لازم ہوتی ہے۔ یہاں استکثار خیر یہ مطلق علم غیب کے لوازم میں سے ہے خواہ ذاتی ہو یا عطائی۔اس کا تعلق صرف ذاتی کے ساتھ نہیں اس لئے کہ اس صورت میں تو معنی یہ ہو جائے گا کہ اگر آمدہ واقعات خود بخود ذاتی طور پر مجھ پر منکشف ہو جاتے تو مجھ کو تکلیف نہ ہوتی اور اگر اللہ عطائی طور پر مجھ پر انکشاف فرمادے تو مجھے تکلیف پہنچتی اور یہ صریح البطلان ہے۔

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ولو كنت اعلم الغيب اى لكانت حالى على خلاف ما هى عليه من

استکثار الخیر و اجتناب السوء والمَضَارِ حتی لا یَمَسَّنِی شیء منها

(مدارک التنزیل. ج 1 ص 623)

اگر میں علم غیب جانتا تو میرا حال اس کے برعکس ہوتا جواب ہے یعنی میں بہت منافع حاصل کرتا اور مضرتوں سے بچا رہتا ہے یہاں تک کہ مجھے کوئی تکلیف نہ ہوتی۔

بریلوی تاویل

مولانا عمر اچھروی صاحب کہتے ہیں کہ اگر آپ خود سے ضرر کو دور نہیں کر سکتے تو آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا انکار ہوگا کہ رحمت اور زحمت ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ورنہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔

جواب: حضور ﷺ کو نقصان ہوا اور آپ کو اس کے ٹالنے کی قدرت بھی نہ تھی اس سب کے باوجود آپ رحمۃ للعالمین ہیں اس میں نہ تو رحمت اور زحمت کا اجتماع ہے نہ اجتماع نقیضین کیونکہ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين مفعول لہ ہے اور اس کا اور اس کے فعل کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے (متن متین ص 30) تو معنی یہ ہوا کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا کہ ہم اس ارسال کی وجہ سے تمام جہانوں پر رحمت کریں تو یہ رحمت صفت خداوندی ہے اور نقصان نبی کریم ﷺ کو تو محل ایک نہ رہا جب محل ایک نہ رہا تو اجتماع نقیضین چہ معنی وارد؟ بالفرض رحمت بھی آپ ہوں اور نقصان بھی آپ کو پہنچا تو رحمت آپ دینی لحاظ سے ہیں اور نقصان دنیاوی لحاظ سے اور یہ تو منطق کا مسئلہ ہے کہ وبتفاوت الاعتبار یتفاوت الاحکام (سلم العلوم ص 34)

پھر مولانا عمر اچھروی تو کہتا ہے کہ رحمت اور زحمت جمع نہیں ہو سکتے مگر اس کے مسلک کا حکیم الامت احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''نبی اپنے امتیوں کے واسطے رحمت اور حاسدین کے واسطے زحمت''۔

(تفسیر نعیمی، ج 1 ص 483)

تو آپ کے بڑوں کے نزدیک تو رسول اللہ ﷺ بیک وقت رحمت بھی ہیں اور معاذ اللہ زحمت بھی۔

آیت ۱۵: قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ

(سورۃ الانعام، آیت 50، پارہ 7)

ترجمہ: تم فرمادو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ (کنزالایمان)

یہاں دو دعووں کا ذکر ہے ایک دعوی ہے خدائی کا الٰہیت کا دوسرا دعوی ملک نورانیت کا دعوی، تو اس آیت میں دونوں دعووں کی نفی ہے کہ آپ کہہ دیں کہ میں دونوں دعووں سے بیزار ہوں خدائی کے دعوے کا دارومدار دو چیزوں پر ہے ایک خزائن کا مالک ہونا دوسرا علم غیب میں ان دونوں دعوں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں میں نے خدائی کا دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مختار کل ہوں اور یہ کہ میں عالم الغیب ہوں اور نہ ہی میرا یہ دعوی ہے کہ میں کوئی نوری مخلوق ہوں بلکہ میں نے تو بشر ہونے کا دعوی کیا ہے۔ الحمدللہ اس ایک آیت نے بدعتیوں کے تینوں عقائد باطلہ علم غیب مختار کل. نوری مخلوق کی تردید کردی۔

تفسیر

(۱) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تَبَرَّا عَنْ دَعْوَی الْاِلٰهِيَّةِ وَالْمَلَكِيَّةِ وَادَّعٰی النُّبُوَّةَ الَّتِیْ هِیَ مِنَ الْكَمَالَاتِ الْبَشَرِيَّةِ

(بیضاوی، ج 1، ص 261)

نبی اکرم ﷺ نے الٰہیت و ملکیت کے دعوے سے برات کا اظہار کیا اور نبوت کا دعوی کیا جو حقیقت میں کمالات بشریہ میں سے ہے۔

(۲) علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ هِیَ عِبَارَةٌ ''عَنْ نَّفْیِ الْاُلُوْهِيَّةِ لِاَنَّ قِسْمَةَ الْاَرْزَاقِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَ مَعْرِفَةَ عِلْمِ الْغَيْبِ مَخْصُوْصَانِ بِهٖ

(حاشیۃ الشہاب، ج4،ص100)

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا دراصل اپنی ذات سے صفات الوہیت کی نفی کرنا ہے کیونکہ مخلوق کے درمیان رزق تقسیم کرنا اور علم غیب کا جاننا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

(۳) ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای ولا اقول لکم انی اعلم الغیب اِنَّمَا ذَاکَ مِنْ عِلْمِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ لَا اطَّلِعُ مِنْهُ اِلاَّ عَلٰی مَا اطْلَعَنِیْ

(تفسیر ابن کثیر، ج3،ص258)

(۴) علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا ادَّعِیْ مَا یُسْتَبْعَدُ فِی الْعُقُوْلِ انْ یَّقُوْلَ لِبَشَرٍ مِّنْ مِّلْکِ خَزَآئِنِ اللهِ وَعِلْمِ الْغَیْبِ وَاِنَّمَا ادَّعِیْ مَا کَانَ لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْبَشَرِ وَهُوَ النُّبُوَّةُ

(تفسیر المدارک، ج1،ص505)

میں وہ دعویٰ نہیں کرتا جس کو عقل بعید سمجھے (اور وہ دعویٰ یہ ہے) کہ کسی بشر کیلئے یہ کہا جائے کہ اس کے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور علم غیب ہے اور میں تو وہ دعویٰ کرتا ہوں جو کثیر جماعت بشر کے مناسب ہے وہ دعویٰ دعویٰ نبوت ہے۔

(۵) علامہ خازن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَیْسَ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ رِزْقِ اللهِ... فَاَخْبَرَ اَنَّ ذَالِکَ بِیَدِ اللهِ لَا بِیَدِیْ فَاَجَابَهُمْ لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ... مَعْنَی الآیَةِ اَنَّ النَّبِیَّ اَعْلَمَهُمْ اَنَّهُ لا یملک خزائن الله... و انه لا یعلم الغیب فیخبر بما کان و ما یکون

(تفسیر خازن، ج2،ص114)

یعنی میرے پاس رب کے رزق کے خزانے نہیں پس اللہ کے نبی نے ان کو بتادیا کہ یہ سب تو رب کے قبضہ قدرت میں ہے اور نبی کریم ﷺ نے ان کو بتایا کہ وہ اللہ کے خزانوں کے مالک نہیں اور نہ ہی وہ علم غیب جانتے ہیں کہ ما کان و ما یکون کی خبریں دیں۔

(۶) علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قُلْ لا اقول لکم عندی خزائن الله هَذَا يَدُلُّ عَلَى اعْتِرَافِهِ بِانَّهُ غَيْرُ قَادِرٍ عَلَى كُلِّ الْمَقْدُوْرَاتِ وَ قَوْلُهُ ولا اعلم الغيب يَدُلُّ عَلَى إعْتَرَافِهِ بِانَّهُ غَيْرُ عَالِمٍ بِكُلِّ الْمَعْلُوْمَاتِ

(التفسیر الکبیر، ج 1، ص 436)

نبی کا یہ فرمانا کہ لا اقول لکم عندی خزائن اللہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتراف پر دلالت کرتا ہے کہ آپ تمام مقدورات الٰہیہ پر قادر نہیں اور یہ فرمان کہ میں علم غیب نہیں جانتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اقرار پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام معلومات کے جاننے والے نہیں۔

علامہ طبری رحمہ اللہ کی تفسیر

علامہ طبری نے اس آیت کی تفسیر میں جو فرمایا وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے ملاحظہ ہو:

قُلْ لِهٰؤُلَآئِ الْمُنْكِرِيْنَ نُبُوَّتَكَ لَسْتُ اقُوْلُ لَكُمْ اِنِّى الرَّبُّ الَّذِىْ لَهُ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اعْلَمُ غُيُوْبَ الْاَشْيَآئِ الْخَفِيَّةِ الَّتِىْ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا الرَّبُّ الَّذِىْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَىْءٌ '' فَتُكَذِّبُوْنِىْ فِيْمَا اقُوْلُ مِنْ ذَالِكَ لِاَنَّهُ لَا يَنْبَغِىْ اَنْ يَّكُوْنَ رَبًّا اِلَّا مَنْ لَّهُ مِلْكُ كُلِّ شَيْئٍ وَّ بِيَدِهِ كُلِّ شَيْئٍ وَ مَنْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ خَافِيَةٌ '' وَّ ذَالِكَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ

(تفسیر طبری، ج 10، ص 255)

آپ کہہ دیجئے ان لوگوں سے جو آپ کی نبوت کے منکر ہیں کہ میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ میں وہ رب ہوں جس کے پاس آسمانوں اور زمینوں کے خزانے ہیں اور نہ میں نے یہ دعوی کیا ہے کہ میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہوں کہ تم میرے اس قول میں میری تکذیب کرو اس لئے کہ مناسب نہیں کہ ہو کوئی رب مگر وہ جس کی ملک ہر شے پر ہو اور اس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز ہو اور جس پر کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو اور ایسی ذات تو صرف اللہ ہی کی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

آیت ۱۶: قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾

(سورۃ النمل، آیت 65، پارہ 20)

ترجمہ: تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (کنز الایمان)

آیت میں نفی استثناء پر داخل ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے یعنی زمین و آسمان میں کوئی ایسا نہیں نہ کوئی نبی نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی پیر فقیر جس کو علم غیب ہو ایک اللہ کی ذات عالم الغیب ہے۔

اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تفسیر

اس آیت کی تفسیر میں اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

وَ مَنْ حَدَّثَکَ اَنَّہٗ یَعْلَمُ الْغَیْبَ فَقَدْ کَذَبَ وَھُوَ یَقُوْلُ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ

(بخاری، ج2 ص 1098، ابن کثیر، ج6 ص208)

جو تم میں سے یہ کہ آپ ﷺ کو علم غیب ہے تو اس نے جھوٹ کہا حالانکہ رب فرماتا ہے کہ غیب کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں

شانِ نزول

(۱) علامہ بغوی رحمہ اللہ علیہ اس آیت کے شان نزول کے متعلق فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِی الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ وَّقْتِ قِیَامِ السَّاعَۃِ

(معالم التنزیل، ج5 ص128)

یہی شان نزول جلالین ص 321، مدارک، ج2 ص 617 میں بھی مذکور ہے۔

(۲) علامہ خازن فرماتے ہیں:

وَالْمَعْنٰی اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی ھُوَ الَّذِیْ یَعْلَمُ الْغَیْبَ وَحْدَہٗ وَ یَعْلَمُ مَتٰی تَقُوْمُ

السَّاعَةُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ يَعْنِیْ اَنَّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ هُمُ الْمَلآئِكَةُ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَ هُمْ بَنُوْ آدَمَ لَا يَعْلَمُوْنَ مَتٰی يُبْعَثُوْنَ وَاللّٰهُ تَعَالٰی تَفَرَّدَ بِعِلْمِ ذَالِكَ

(خازن، ج5،ص125)

مطلب آیت کا یہ ہے کہ بس ایک ہی خدا علم غیب رکھتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی اور نہیں خبر ان کو کہ کب وہ دوبارہ زندہ کئے جاویں گے یعنی جو مخلوق کہ آسمانوں میں ہے یعنی فرشتے اور جو مخلوق کہ زمین میں ہے یعنی بنی آدم ان کو معلوم نہیں کہ کب وہ اٹھائے جاویں گے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کے علم کے ساتھ متفرد ہے۔

(۳) حافظ عماد الدین کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يَقُوْلُ اللّٰهُ تعالی آمِراً لِرَسُوْلِهٖ ﷺ اَنْ يَّقُوْلُ مُعَلِّماً لِّجَمِيْعِ الْخَلْقِ اَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ اَحَدٌ" مِّنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ قَوْلُهُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ اِسْتِثْنَاءٌ "مُنْقَطِعٌ" اَیْ لَا يَعْلَمُ اَحَدٌ" ذَالِكَ اِلَّا اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَاِنَّهُ الْمُتَفَرِّدُ بِذَالِكَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

(تفسیر ابن کثیر، ج6،ص208)

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ تمام مخلوق کو بتلادیں کہ آسمان وزمین کے رہنے والوں میں سے کوئی بھی خدا کے سوا غیب کا علم نہیں رکھتا۔ اور الا اللہ استثناء منقطع ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی غیب کا علم نہیں وہ ہی اس کے ساتھ متفرد ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

(۳) بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قُلْ يَا مُحَمَّدُ فِیْ جَوَابِهِمْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ مِنَ الْمَلآئِكَةِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَ مِنْهُمُ الْاَنْبِيَآئُ عليهم السلام مَنْ مُوْصُوْلٌ" اَوْ مُوْصُوْفٌ" الْغَيْبَ يَعْنِیْ مَا غَابَ عَنْ مَشَاعِرِهِمْ وَ لَمْ

يَقُمْ عَلَيْهِ دَلِيْل ''عَقْلِيّ'' إِلَّا اللهُ

(تفسیر مظہری، ج5،ص347)

اے محمد ﷺ آپ ان کے سوال کے جواب میں فرما دیجئے کہ آسمان کی مخلوق یعنی فرشتے اور زمین کی مخلوق یعنی جنات و انسان اور ان میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں ان میں سے کسی کو علم غیب نہیں سوائے اللہ تعالی کے۔

بدعتی مولوی کا اقرار

مولوی نصیر الدین سیالوی ابن مولوی اشرف سیالوی صاحب اسی آیت کے متعلق لکھتا ہے:

''کیونکہ آیت میں سب ماسوا اللہ سے علم غیب کی نفی ہے''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ حصہ اول،ص302)

جب سب ماسوا اللہ سے نفی ہے تو تم کون ہوتے ہو جو شیطانوں تک کیلئے اس علم غیب کو ثابت کرتے ہو؟؟

اس آیت پر ایک ممکنہ علمی اشکال اور اس کا حل

یہ اشکال اگرچہ کسی بدعتی کی طرف سے میرے سامنے نہیں آیا لیکن میرے ذہن میں اس آیت سے استدلال پر ایک اشکال ہے اور پھر بندہ خود ہی اس کا جواب دیتا ہے اشکال سمجھنے سے پہلے ایک اصطلاح سمجھو۔

سلب عموم اور عموم سلب

سلب عموم کہتے ہیں کہ جب حرف نفی ادات عموم جیسے کل،جمیع پر مقدم ہو جیسے کہتے ہیں لم یقم کل انسان اس میں نفی فی الجملہ ہوتی ہے یعنی کل سے نفی ہوتی ہے ہر ہر فرد سے نفی ضروری نہیں۔

اور عموم سلب کہتے ہیں کہ حرف نفی ادات عموم سے موخر ہو جیسے کل الطلاب لم یرسبوا۔ اس میں ہر ہر فرد سے نفی ہوتی ہے۔

اب اشکال یہ ہے کہ آپ نے جو استدلال میں آیت پیش کی اس میں حرف نفی من پر مقدم ہے گویا سلب عموم ہے جس میں موجبہ جزئیہ صادق آسکتا ہے۔ گویا زمین و آسمان میں کوئی علم غیب نہیں جانتا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر ہر فرد سے علم غیب کی نفی ہو بلکہ عمومی طور پر تو کوئی نہیں جانتا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں۔

جواب: اس اشکال کے جواب میں ہم بطور معارضہ آیت پیش کرتے ہیں

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (سورہ لقمٰن، آیت 18)

یہاں پر بھی ادات نفی ادات عموم یعنی کل پر مقدم ہے گویا سلب عموم ہے تو کیا یہاں بھی یہ معنیٰ لیں گے کہ معاذ اللہ بعض متکبروں سے اللہ محبت کرتا ہے؟

ایک اور آیت ملاحظہ جس پر آپ کا یہی اشکال ہو سکتا ہے

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ (سورہ قلم، آیت 10)

جو جواب آپ ان آیات کا دیں وہی ہماری طرف سے اپنے اشکال پر قبول کرلیں۔

ثانیاً دراصل سلب عموم یہ تقاضہ کرتا ہے رفع ایجاب کلی کا اور آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ رفع ایجاب کلی یہ متحقق ہوتا ہے سلب جزئی کے ضمن میں حالانکہ ایسا نہیں رفع ایجاب کلی کبھی متحقق ہوتا ہے سلب جزئی کے ضمن میں اور کبھی سلب کلی کے ضمن میں یہاں اس آیت میں رفع ایجاب کلی یہ متحقق ہے سلب کلی کے ضمن میں چنانچہ حاشیۃ الشہاب میں ہے:

والکلام علی رفع ایجاب الکلی والمراد سلب الکلی۔

(حاشیۃ الشہاب، ج 7، ص 422)

تیسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر کر کے عموم سلب بنائیں گے نہ کہ سلب عموم وہ اس طرح کہ یہ دراصل یوں ہے من فی السموات والارض لا یعلم الغیب الخ یہی تاویل ان اللہ لا یحب کل مختار فخور میں کی گئی ہے

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جیسا اللہ کا زمین آسمان میں تمکن اور ہونا محال ہے اسی طرح زمین و آسمان والوں کا علم غیب جاننا محال ہے۔

فَيُفِيدُ المُبالَغَةَ فِي نَفْيِ عِلْمِ الغَيْبِ عَمَّنْ فِي السَّماواتِ والأَرْضِ بِتَعْلِيقِ عِلْمِهِمْ إِيّاهُ بِما هو بَيِّنُ الاِسْتِحالَةِ مِن كَوْنِهِ تعالى مِنهم كَأَنَّهُ قِيلَ: إِنْ كانَ اللّٰهُ تَعالى مِمَّنْ فِيهِما فَفِيهِمْ مَن يَعْلَمُ الغَيْبَ يَعْنِي أَنَّ اسْتِحالَةَ عِلْمِهِمُ الغَيْبَ كَاسْتِحالَةِ أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ تعالى مِنهُ

(روح المعانی، ج10، ص222)

بندہ نے ایک ہمارے ڈیرے کے ساتھی مولانا نعمت اللہ صاحب سے اس اشکال پر تبادلہ خیال کیا تو فرمایا کہ علامہ آلوسی نے تو صاف وضاحت سے لکھا ہے کہ اس آیت میں سلب عموم نہیں بلکہ عموم سلب معتبر ہے نیز یہ دونوں قاعدے بھی قاعدے کلیہ نہیں بلکہ اکثری ہیں الحمدللہ اس صریح جزئیہ کے ملنے پر دل بہت خوش ہوا اصل عبارت ملاحظہ ہو:

فاللائق ان لایعتبر فی الآیة سلب العلوم بل یعتبر عموم السلب و یلتزم ان القاعدة اغلبیة۔

(روح المعانی ج20 ص12)

پیر گولڑوی صاحب مرحوم کا اعتراض اور جواب

اہل بدعت نے حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں اور حضرت پیر صاحب گولڑوی مرحوم کا علم غیب پہ ایک مناظرہ ان کی سوانح مہر منیر میں نقل کیا ہے جس میں ہے کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب مرحوم کے سامنے یہی آیت پیر صاحب نے پیش کی اور پوچھا کہ مولوی صاحب! کیا تمہارا اس آیت پہ ایمان ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا جی۔ تو پیر صاحب نے فرمایا کہ ایمان نام ہے تصدیق کا اور تصدیق کی چھ اقسام ہیں پانچ مردود ایک مقبول وہ کیا کیا ہیں؟ اس کے بعد مولوی صاحب بالکل ساکت و خاموش ہو گئے۔ (ملخصا مہر منیر ص ۴۳۹)

جواب: ہم سمجھتے ہیں اہل بدعت نے ہمیشہ کی طرح یہاں جھوٹ کا سہارا لیا حضرت پیر صاحب کی شان اس سے بہت بعید ہے کہ وہ ایک سنجیدہ گفتگو میں ایسے بچکانہ سوال کریں جو ہم طلبہ کو درجہ ثانیہ میں مرقاۃ میں پڑھاتے ہیں اور حضرت حسین علی صاحب مرحوم کی علمی شخصیت سے یہ بعید ہے کہ وہ اس

کا جواب دینے سے قاصر ہوں۔ بالفرض اس واقعہ کو سچا مان بھی لیا جائے تو ان کا خاموش ہونا لاعلمی پر نہ ہوگا بلکہ پیر صاحب کے اس عامیانہ سوال پر بطور تعجب ہوگا۔

عطا محمد بندیالوی کی سوانح میں لکھا ہے کہ یہ ایسا زبردست سوال تھا کہ پیر صاحب کے ساتھ موجود لوگوں بلکہ غلام محمود پپلانوی بریلوی کو بھی اس کا جواب معلوم نہ تھا بہت کتب کی ورق گردانی کی بعد ابن عربی کی فتوحات مکیہ میں اس کا جواب ملا۔ (ملخصا ذکر عطا ص 260)

افسوس ہوتا ہے ان لوگوں پر! ہائے کاش یہ کسی اچھے استاد سے درجہ ثانیہ میں مرقاۃ، درجہ رابعہ میں قطبی اور درجہ سادسہ میں شرح عقائد پڑھ لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ جب استاد ان کتب کو پڑھاتے ہوئے تصور و تصدیق کی بحث کرتا ہے اور تصدیقات یقینیہ و غیر یقینیہ کی بحث چھیڑتا ہے تو اسی میں ان اقسام کا اظہار کر دیتا ہے۔ اب سنئے:

اذعان و اعتقاد کو تصدیق کہتے ہیں اگر اس اذعان میں نقیض کا احتمال ہو تو اسے ظن کہتے ہیں۔

اور احتمال نہ ہو تو اسے جزم کہتے ہیں۔

پھر اگر یہ اذعان نفس الامر اور واقعہ کے مطابق نہ ہو تو اسے جہل مرکب کہتے ہیں۔

اگر واقعہ کے مطابق ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

اگر تشکیک مشکک سے زائل ہو جائے تو اسے تقلید کہتے ہیں

اور اگر زائل نہ ہو تو اسے علم الیقین کہتے ہیں اور یہی ایمان میں معتبر ہے۔

پھر اگر اس کے ساتھ مشاہدہ بھی ہو تو عین الیقین

اور اگر تجربہ بھی ہو تو حق الیقین کہتے ہیں۔

آخری تین کو تصدیقات یقینیہ اور بقایا کو غیر یقینیہ کہا جاتا ہے۔

دلچسپ بات یہ کہ خود "ذکر عطا" نامی کتاب میں تصدیق کی چھ کی جگہ سات اقسام بنا کر پیر صاحب کی تغلیط کی گئی ہے۔

آیت ۱۷: وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ

(سورۃ ھود، آیت 123، پارہ 12)

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔ (کنزالایمان)

آیت میں للہ ظرف مقدم حصر کیلئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین کے کل مخفیات کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

تفسیر

(۱) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خَاصَّۃً لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ خَافِیَۃٌ فِیْہِمَا

(بیضاوی۔ج 2،ص 261)

ترجمہ: اور صرف اللہ ہی کو آسمان و زمین کا غیب ہے یہ اسی کے ساتھ خاص ہے زمین و آسمان کی کوئی پوشیدہ چیز اس سے مخفی نہیں۔

(۲) علامہ خفاجیؒ لکھتے ہیں:

ھُوَ بَیَان ''لِمَعْنَی اللَّامِ وَالْاِخْتِصَاصِ الْمُسْتَفَادِ مِنْہلو مِنَ التَّقْدِیْمِ

(حاشیۃ الشہاب۔ج 5،ص 256)

(یہ جو بیضاوی نے خاصۃ معنی کیا ہے) لام کے معنی کا بیان ہے اور اختصاص کے معنی کا بیان ہے جو حاصل ہوا اس لام سے اور خبر کو مقدم کرنے سے۔

(۳) علامہ جریر طبریؒ لکھتے ہیں:

وَ لِلّٰہِ یَا مُحَمَّدُ مُلْکُ کُلِّ مَا غَابَ مِنْکَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَلَمْ تُطَّلَعْ عَلَیْہِ وَلَمْ تَعْلَمْہُ کُلُّ ذَالِکَ بِیَدِہٖ وَ بِعِلْمِہٖ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ مِنْہُ شَیْءٌ ''

(تفسیر طبری۔ج 12،ص 648)

اے محمد ﷺ جو آپ سے غائب ہے زمین و آسمان میں ان سب کا مالک صرف اور صرف اللہ ہے آپ کو اس کا علم عطا نہیں کیا گیا اور آپ جانتے بھی نہیں سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے جس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں۔

(۴) علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انّہٗ سُبحَانَہٗ یَعلَمُ کُلَّ مَا غَابَ فِیْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا یَعلَمُ ذَالِکَ احَد'' سِوَاہُ جَلَّ وَعَلَا

(روح المعانی، ج6،ص360)

وہی اللہ ہی زمین وآسمان کی تمام پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۵) حافظ عماد الدین کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ ابنُ جَرِیرٍ حَدَّثَنَا ابنُ وَکِیعٍ حَدَّثَنَا زَیْدُ بنُ الحاجب عَنْ جَعْفَرَ بنِ سُلَیْمَانَ عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بنِ رَبَاحٍ عَنْ کَعْبٍ قَالَ خَاتِمَۃُ التَّوْرَاۃِ خَاتِمَۃُ ھُوْدَ

(تفسیر ابن کثیر، ج4،ص364 تفسیر الخازن، ج2،ص509 طبری، ج12،ص649)

یہ جو سورہ ہود کی آخری آیت ہے تورات کا خاتمہ بھی اسی پر ہوا۔

معلوم ہوا کہ تورات شریف کا آخری اعلان بھی یہی ہے کہ زمین وآسمان کے کل غیوب کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

آیت ۱۸: وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(سورۃ النحل، آیت 77، پارہ 14)

ترجمہ: اور اللہ ہی کیلئے ہیں آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے ایک پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

(کنز الایمان)

اس آیت میں بھی لام برائے اختصاص اور خبر کو مقدم کرنے کی وجہ سے حصر پیدا ہو گیا کہ زمینوں اور آسمانوں کا کل غیب سوائے رب تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا

تفسیر

(۱) علامہ آلوسی حنفی اور قاضی ابی سعود متوفی 951ھ لکھتے ہیں:

للہ غیب السموت والارض خَاصَّۃً لَالِاَحَدٍ غیرِہ استقلالا ولا اشتراکا

(روح المعانی، ج 7، ص 435، تفسیر ابی سعود، ج 5، ص 130)

آسمانوں اور زمیوں کا کلی غیب اللہ ہی کیلئے خاص ہے کسی دوسرے کو اس کا علم نہیں نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر۔

(۲) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

یَخْتَصُّہٗ بِہٖ تَعَالٰی عِلْمَہٗ لَا یَعْلَمُہٗ غَیْرُہٗ

(بیضاوی، ج 2، ص 321)

اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے اس کا علم اس کو سوا کوئی دوسرا اس کو نہیں جانتا

(۳) یہ جو قاضی بیضاوی نے کہا اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اسی کے ساتھ خاص ہے یہ حصر والا معنی انہوں نے کہاں سے کیا؟ تو حاشیۃ الشہاب میں اس پر خفاجی لکھتا ہے:

قَوْلُہٗ لَا یَعْلَمُہٗ غَیْرُہٗ مُسْتَفَاد'' مِّنْ تَقْدِیْمِ الْخَبْرِ

(حاشیۃ الشہاب، ج 5، ص 629)

یہ حصر خبر کو مقدم کرنے سے حاصل ہوا۔

(۴) امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قولہ تعالیٰ وللہ غیب السموت والارض یُفِیْدُ الحصر معناہ اَنَّ الْعِلْمَ بِھٰذِہٖ الْغُیُوْبِ لیس الّا للہ تعالیٰ۔

یہ للہ خبر مقدم کی وجہ سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا مطلب یہ بنا آیت کہ آسمانوں اور زمین کے غیوب کو سوائے اللہ تعالیٰ کہ کوئی نہیں جانتا۔

(۵) علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ای یَخْتَصُّ بِہٖ علمُ ما غاب فیہما عن العباد و خَفِیَ علیہم عِلْمُہٗ او اراد

بغیب السموت والارض یوم القیامۃِ علی اَنَّ علمہٗ غائب عن اھل السموت والارض لم یطَّلِعْ علیہ اَحَدٌ منھم۔

(تفسیر مدارک، ج2،ص225)

آیت نمبر۱۹: لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ

(سورۃ کہف، آیت 26)

اس میں لام برائے تخصیص اور خبر مقدم ہونے کی وجہ سے حصر پیدا ہوا آیت کا مطلب وہی ہے جو ما قبل میں گزر چکا۔

فائدہ:

یہاں ایک بات ملحوظ خاطر رہے کہ اللہ تعالی کے ساتھ جس زمین وآسمان کے غیب کو خاص بتایا گیا ہے وہ ان کا کلی علم ہے یعنی کلیات کا علم ہے بعض جزئیات کا علم نہیں جزئی علم اللہ کا خاص نہیں بلکہ کسی شے کا جزئی علم معنی رب تعالی کیلئے کفر ہے۔ یہ فائدہ اس طور پر حاصل ہوا کہ ان آیات میں "غیب" یہ مصدر ہے اور مصدر جب مضاف ہوتا ہے تو عموم کا فائدہ دیتا ہے چنانچہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کونہ لا یخفی علیہ خافیۃ من عموم المصدر المضاف فانّہ من طرق العموم فأفادانہ یعلم کُل غیب وانّہ لایعلم ذالک سواہ

(حاشیۃ الشہاب، ج5،ص151)

یہ مصدر مضاف کے عموم سے ہے کہ یہ بھی عموم کے طرق میں سے ایک طریقہ ہے پس فائدہ حاصل ہوا اس یہ کہ وہی آسمانوں و زمینوں کے کل غیب کا جاننے والا ہے اور اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

آیت۲۰: وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ

(سورۃ توبہ، آیت 101)

تفسیر

(۱) قاضی بیضاوی لکھتا ہے:

لا تعلمھم لا تَعْرِفُھُمْ بِاَعْیَانِھِمْ وَھو تقریر'' لِمَھَارَتِھِمْ فیہ وَ تَنَوُّقِھِمْ فی تَحَامِی مَوَاقِعِ التُّھَمِ الی حَدٍّ اخفی علیک حالھم مع کمال فِطْنَتِکَ و صدقِ فِراستِکَ نحن نعلمھم و نَطَّلِعُ علی اسرارھم اِنْ قَدِرُوْا ان یُلْبِسُوا علیک لم یقدروا ان یلبّسوا علینا

(بیضاوی، ج2،ص218)

(اے محمد ﷺ) آپ ان منافقوں کی شخصیتوں کو نہیں جانتے اور اس میں اس بات کو واضح کرنا ہے کہ وہ اپنے نفاق کو چھپانے میں اتنے ماہر ہیں کہ وہ ان باتوں سے بے حد بچتے ہیں جو ان کے معاملے کو مشکوک کرتی ہیں حتی کہ آپ باوجود کمال ذکاوت اور صحیح فراست کے ان کے نفاق پر مطلع نہیں ہو سکتے ہم ہی ان کو جانتے ہیں اور ان کے بھیدوں پر مطلع ہیں اگر وہ آپ کو فریب دینے پر قادر ہو گئے تو ہم کو تو وہ فریب نہیں دے سکتے۔

(۲) علامہ نسفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یَخْفَوْنَ علیک مع فِطنتک و صدق فراستک لفرط تنوقھم فی تحامی مَایُشَکِّکُ فی امرھم ثم قال نحن نعلمھم ای لا یعلمھم الا اللہُ ولا یطَّلِعُ علی سرھم غیرُہٗ

(مدارک، ج2،ص705)

آپ ان کو نہیں جانتے آپ کی فطانت اور ذہانت کے باوجود وہ آپ پر مخفی ہیں اور فراست کاملہ کے باوجود آپ ان کو نہیں پہچان سکتے کیونکہ وہ ایسے کاموں سے ہوشیاری کے ساتھ بہت محتاط رہتے ہیں جن کی وجہ سے آپ ان کے متعلق شک میں پڑے ہیں۔ ہم ان کو جانتے ہیں ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بدعتی تاویلات

تاویل نمبر ۱: مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو منافقین کا علم تھا اس آیت میں علم کی نفی کی گئی ہے مگر اس آیت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ۔

ولتعرفنھم فی لحن القول اور ضرور تم ان کو بات کے طریقے سے پہچان لوگے لہذا یہ آیت منسوخ ہے ۔ (ملخصا جاء الحق)

جواب: عجیب مغالطہ ہے ہم نے جو آیت پیش کی وہ سورہ توبہ کی آیت ہے جو قرآن کریم کی آخری سورت ہے اور آپ جو آیت پیش کر رہے ہو وہ سورہ محمد کی آیت ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی تو مقدم سے موخر کو منسوخ کیسے کیا جا سکتا ہے؟

ثانیا: ہم نے جو آیت پیش کی وہ خبر ہے اور خبر میں سرے سے نسخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

ثالثا: ان دونوں آیتوں کا محل ہی الگ الگ اور جدا جدا ہے نہ تو ان میں تعارض کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ نسخ کا ۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

و قولہ لا تعلمھم نحن نعلمھم لَا یُنَافِیْ قَوْلَہٗ تَعَالٰی وَلَوْ نَشَآئُ لَاَرَیْنَاکَھُمْ فَلَعَرَفْتَھُمْ بِسِیْمَاھُمْ وَلَتَعْرِفَنَّھُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ لِاَنَّ ھٰذَا مِنْ بَابِ التَّوَسُّمِ فِیْھِمْ بِصِفَاتٍ یُّعْرَفُوْنَ بِھَا لَا اَنَّہٗ یَعْرِفُ جَمِیْعَ مَنْ عِنْدَہٗ مِنْ اَھْلِ النِّفَاقِ وَالرَّیْبِ عَلَی التَّعْیِیْنِ

(تفسیر ابن کثیر، ج 4 ص 204)

باری تعالی کا یہ ارشاد لا تعلمھم اس کے اس ارشاد ولونشآء الآیۃ کے منافی نہیں ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو آپ کو وہ منافق دکھادیں سو آپ ان کو ان کے چہرے بشرے کی نشانیوں سے پہچان سکتے ہیں کیونکہ یہ تو ان علامات سے پہچاننا مراد ہے جو ان کے چہرے پر رونما ہوں جس سے وہ پہچانے جا سکتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ آپ تمام منافقوں اور مشکوک لوگوں کو علی التعیین جانتے تھے ۔

تاویل نمبر ۲: شرح شفاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ و عبداللہ ابن مسعودؓ

سے مروی ہے کہ منافقین مرد تین سو تھے اور عورتیں ایک سو تھیں۔اور نبی کریم ﷺ نے ایک دن جمعہ میں نام بنام منافقین کو پکار پکار کر نکالا۔تم کیسے کہتے ہو کہ نبی کریم ﷺ کو منافقین کا علم نہ تھا۔ (ملخصا جاء الحق)

جواب ۱: جناب من! ہم نہیں رب کا قرآن اس پر ناطق ہے رب تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ میرے محبوب آپ کو منافقین کا علم نہیں۔رہی آپ کی روایت تو ہمارا استدلال آیت قطعیہ سے ہے جس کے مقابلے میں خبر واحد حجت نہیں۔اصول وحوالہ جات تفصیل کے ساتھ پہلے باب میں گزر چکے۔

جواب ۲: جمعہ کے دن نام بنام مسجد سے منافقین کو نکالنے والی روایت کی سند بدعتیوں نے یوں بیان کی:

حدثنا احمد بن يحيي الحلوانى قال حدثنا الحسين بن محمد بن عمرو العنقرى قال حدثنا ابى قال حدثنا اسباط بن نصر عن السدى عن ابى مالك عن بن عباس

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق،ص 282)

اس کی سند میں ''اسباط بن نصر ابو یوسف الہمدانی'' ہے۔ابو حاتم فرماتے ہیں کہ اس کی اکثر حدیثیں عامی ساقط الاعتبار اور مقلوب الاسانید ہیں،امام احمد بن حنبل بھی اس کو ضعیف سمجھتے تھے۔

(الجرح والتعدیل،ج 1،ص 332،رقم 1261،کتاب الضعفاء والمتروکین،ج 1،ص 96، رقم 291)

ابو نصر ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ کثیر الخطاء ہیں۔

(تقریب التہذیب،ص 98،رقم 321)

ابن معین سے ایک قول ان کے بارے میں لیس بشیء کا ہے،امام نسائی فرماتے ہیں لیس بقوی۔

(تہذیب التہذیب،ج 1،ص 109)

اور اسباط روایت کر رہے ہیں ''سدی الکبیر'' سے ان کا پورا نام:

اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریمۃ السدی ہے یہ اگر چہ تفسیر کا امام ہے مگر محدثین کی رائے حدیث کے باب میں ان کے متعلق تسلی بخش نہیں چنانچہ یحیٰی ابن معین فرماتے ہیں کہ ان کی روایات میں ضعف ہوتا ہے جوز جانی نے تو ان کے متعلق یہاں تک کہا:

کذاب شتام (بہت بڑا جھوٹا اور تبرائی ہے) ابو زرعۃ فرماتے ہیں لین ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث نقل تو کر لی جائے مگر اس سے احتجاج درست نہیں جوزجانی فرماتے تھے کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں ایک سدی ایک کلبی طبری فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث سے استدلال واحتجاج درست نہیں۔

(تہذیب التہذیب، ج 1 ص 159)

یاد رہے کہ اسی روایت کی ایک سند میں ''کلبی'' بھی آتا ہے جس سے روایت کرنے والے سدی صغیر ہیں (سعید الحق ص 283) نیز کلبی پر آئمہ اسماء الرجال کی شدید جرح موجود ہے جو کہ معروف ہے یہ بد بخت عبد اللہ ابن سبا کا ہم عقیدہ تھا کہتا تھا کہ ایک بار جبریل علیہ السلام وحی لیکر آئے آپ کسی حاجت کیلئے اٹھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ وہاں بیٹھ گئے تو جبرائیل نے ان پر وحی نازل کر دی معاذ اللہ۔ ایک نمبر کا کذاب آدمی تھا۔ ابن حجر نے تو یہاں تک لکھا کہ

قَدْ اِتَّفَقَ ثِقَاتُ اہلِ النَّقْلِ عَلَى ذَمِّہٖ وَ تَرْكِ رِوَايَتِہٖ عَنْہُ فِي الْاَحْكَامِ وَالْفُرُوْعِ

(تہذیب التہذیب، ج 3 ص 570)

اہل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں۔

قرآن کے مقابلے میں اس قسم کی روایات پیش کرتے ہوئے آدمی کو حیاء آنی چاہئے۔

بدعتی محقق کا اقرار

مولوی سعید اللہ خان بریلوی لکھتا ہے:

''محقق اہل سنت مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگر ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی لا تعلمهم (تم ان منافقین کو نہیں جانتے) واضح کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کو منافقین کے احوال سے آگاہی نہ تھی اس کے باوجود یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو آگاہی تھی۔

اس سلسلہ میں چند گزارشات درج ذیل ہیں۔

(ا) بلاشبہ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو منافقین کا علم نہ تھا مگر جب دیگر آیات قرآنیہ آشکار کر رہی ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا تھا جیسا کہ فرمایا و علمك مالم تكن تعلم (اور اللہ تعالیٰ نے تعلیم دے دی اس چیز کی جو تم نہیں جانتے تھے) تو یوں کہا جائے گا پہلے آپ ﷺ کو علم نہ تھا یہ علم بعد میں گیا گیا"۔

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق ص 284)

الحمد للہ! بدعتی مفتی نے مان لیا کہ واقعی ان آیات میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ ﷺ کو ان منافقین کا علم نہ تھا البتہ بعد میں دے دیا گیا تھا اور صریح کذب بیانی ہے ہمارا چیلنج ہے کہ پورے قرآن سے کوئی ایک آیت پیش کر دو کہ جس میں ہو کہ آپ ﷺ کو منافقین مدینہ کا علم دے دیا گیا تھا۔ مفتی نے جو آیت و علمك مالم تكن تعلم پیش کی عجیب جاہلانہ استدلال ہے ہم واضح کر چکے ہیں کہ سورہ توبہ قرآن پاک کی سب سے آخری سورت ہے اگر آپ ﷺ کو علمك مالم تكن تعلم کے نزول پر ان کا علم دے دیا گیا تھا تو بعد کی سورت میں اس علم کا انکار کیوں کیا جا رہا ہے؟ کیا یہ قرآن میں کھلا تضاد نہیں؟ و علمك مالم تكن تعلم پر مزید تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔

فصل......احادیثِ مبارکہ کے بیان میں

حدیث نمبر ا

طویل حدیث ہے جو کہ حدیث جبرائیل کے نام سے مشہور ہے جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قیامت کے وقوع کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا:

مَتَى السَّاعَةُ

تو نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا:

مَاالْمَسْئُولُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ

(بخاری، ج 1 ص 12، مسلم، ج 1 ص 29، سنن النسائی، ج 2 ص 229، ترمذی، ج 2، ص 85، ابن ماجہ ص 302، ابوداؤد، ج 2 ص 289)

یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(مسلم، ج 1 ص 27، ابوداود، ج 2 ص 289، مشکوۃ، ج 1 ص 3)

یہ روایت حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت انس، حضرت جریر بن عبد اللہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

(فتح الباری، عمدۃ القاری، ج 1 ص 431)

حضرت عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(کنز العمال)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔(نسائی، ج 2 ص 229)

شارحینِ حدیث سے اس کی تشریح

(ا) علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَاِنَّ الْمُرَادَ اَیْضاً التَّسَاوِیْ فِیْ عَدَمِ الْعِلْمِ بِہٖ

(فتح الباری، ج1،ص121)

مراد اس سے بھی صرف یہی ہے کہ سائل اور مسؤل عنہا دونوں نفی علم میں برابر ہیں۔

(۲) حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لِاَنَّهُمَا مُتَسَاوِيَانِ فِيْ نَفْيِ الْعِلْمِ بِهٖ ...وِ أَن كل سَائِل وَّ مَسْؤُل فَهُوَ كَذَالِكَ

(عمدۃ القاری، ج1،ص455)

دونوں نفی علم میں مساوی ہیں اور ہر ایک سائل اور مسؤل عنہا کا یہی حکم ہے۔

(۳) ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

انَّهُمَا مُتَسَاوِيَانِ فِي انْتِفَآئِ الْعِلْمِ بِذَالِكَ

(مرقاۃ،1،ص123)

(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"یعنی نیستم من داناترا از تو بداں یعنی من وتو ہر دو برابریم در ندانستن آں بلکہ ہر سائل و مسئول ہمیں حال دارد کہ آنرا جز خداوند تعالیٰ کسے نداند و وے تعالیٰ ہیچکس را از ملائکہ و رسل براں اطلاع نداد"۔(اشعۃ اللمعات، ج1،ص45)

یعنی میں اس وقت قیامت کو تم سے زیادہ نہیں جانتا یعنی میں اور تم دونوں اس کے نہ جاننے میں برابر ہیں بلکہ ہر سائل ومسول کا اس بارہ میں یہی حال ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی۔

فائدہ ۱:

یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے آخری دور کا ہے چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَ جَائَ فِي الطَّرِيْقِ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ آخِرِ عُمُرِهٖ

(مرقاۃ، ج1 ص،107)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ آخری عمر کا تھا۔

انَّ رَجُلاً فِیْ آخِرِ عُمُرِ النَّبِیِّ ﷺ جَآئَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

(فتح الباری وعمدۃ القاری. ج 1 ص 455)

لہٰذا بریلویوں کا یہ کہنا کہ روح البیان وغیرہ میں لکھا ہے کہ آخری دور میں نبی کریم ﷺ کو قیامت کا علم بھی دے دیا گیا تھا اس صریح اور متواتر حدیث کے بالکل خلاف ہے۔

فائدہ ثانی:

اس روایت میں جن باتوں کا ذکر ہوا ہے وہ تمام کی تمام باتیں دین کا حصہ ہیں چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جَعَلَ ذَالِکَ کُلَّہٗ مِنَ الْاِیْمَانِ

(بخاری. ج 1 ص 12)

اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا آپ نے ان سب کو ایمان قرار دیا۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہ تھا جس میں قیامت کے وقوع کا علم بھی شامل ہے ایمان کا حصہ ہے اب جو نبی کریم ﷺ کیلئے یہ عقیدہ رکھے کہ آپ ﷺ کو قیامت کا بھی علم تھا کہ کب واقع ہوگی وہ اس حدیث کی رو سے اپنے ایمان کی خیر منائے۔ بلکہ ابن حجر نے تو یہاں تک لکھ دیا:

قُلْتُ الْاِعْتِقَادُ بِوُجُوْدِھَا وَ بِعَدْمِ الْعِلْمِ بِوَقْتِھَا لِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی مِنَ الدِّیْنِ ایضاً

(عمدۃ القاری. ج 1 ص 439)

میں کہتا ہوں کہ قیامت کے آنے کا اعتقاد اور اس کے ساتھ یہ یقین رکھنا کہ اسکا علم بجز اللہ تعالی کے اور کسی کو نہیں جزء دین میں سے ہے۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ بھی لکھتے ہیں:

یَدْخُلُ فِیْہِ اِعْتِقَادُ وُجُوْدِ السَّاعَۃِ وَ عَدْمِ الْعِلْمِ بِوَقْتِھَا لِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی لِاَنَّھُمَا مِنَ الدِّیْنِ

(ارشاد الساری، ج1، 138)

اس میں قیامت کے آنے کا اعتقاد اور اسی طرح یہ اعتقاد بھی داخل ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالی کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں عقیدے دین میں سے ہیں۔

بدعتی تاویلات

تاویل نمبر ۱: احمد یار گجراتی لکھتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو قیامت کا علم تھا اسی لئے تو فرمایا انا والساعۃ کھاتین ۔قیامت کی تمام نشانیاں بیان فرمائی دجال کب آئے گا حضرت مسیح کا ظہور کب ہوگا نبی کریم علیہ السلام نے قیامت ختم ہونے تک کے واقعات من وعن بیان کر دئے حضور ﷺ کو علم ہے کونسا واقعہ کس کے بعد ہوگا جو آخری واقعہ ہوگا وہی دنیا کی انتہاء اور قیامت کی ابتداء ہے۔

جواب ۱: ہم نے ما قبل میں نصوص قطعیہ اور حدیث جبرائیل جو حدیث متواتر ہے نیز اقوال صحابہ تابعین ومفسرین عظام ومحدثین کرام سے ثابت کر دیا کہ نبی کریم ﷺ کو قیامت کے وقوع کا علم نہیں الخ صریح نصوص کے مقابلے میں ان بدایونی ڈھکوسلوں کی کوئی حیثیت نہیں۔

جواب ۲: احمد یار گجراتی نے انا والساعۃ کھاتین جو روایت پیش کی اس کا جواب دیتے ہوئے امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَاِنْ قِيلَ اَلَيْسَ اَنَّهُ ﷺ قَالَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ فَكَانَ عَالِماً بِقُرْبِ وُقُوعِ الْقِيَامَةِ فَكَيْفَ قَالَ هٰهُنَا لَا اَدْرِيْ اَقَرِيبٌ '' اَمْ بَعِيدٌ'' اُجِيبُ بِاَنَّ الْمُرَادَ بِقُرْبِ وُقُوعِهِ هُوَ اَنَّ مَا بَقِيَ مِنَ الدُّنْيَا اَقَلُّ مِمَّا انْقَضٰى فَهٰذِهِ الْقَدْرُ مِنَ الْقُرْبِ مَعْلُوْمٌ '' فَاَمَّا مَعْرِفَةُ مِقْدَارِ الْقُرْبِ فَغَيْرُ مَعْلُوْمٍ

(تفسیر کبیر، ج10، ص678)

اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے کہ میری بعثت اور قیامت میں تو اتنا قرب ہے جتنا انگشت شہادت اور اس کی قریب والی انگلی میں تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو قرب قیامت کا علم تھا پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ مجھے اس کے قرب و بعد کی خبر نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے

قریب ہونے کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ دنیا کی باقیماندہ عمر اس کی گذشتہ عمر سے کم ہے پس اتنا قرب تو معلوم ہے لیکن اس قرب کی ٹھیک مقدار معلوم نہیں۔

اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۶۸ھ) فرماتے ہیں:

اِنْ قِیْلَ ثُبِتَ انَّ النَّبِیَّ ﷺ سَأَلَ جِبْرِیْلَ عَنِ السَّاعَۃِ فَقَالَ مَاالْمَسْؤلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ الحدیث فَھٰذَا یَدُلُّ انَّہٗ لَمْ یَکُنْ عِنْدَہٗ عِلْم '' وَرَوَیْتُمْ عَنْہُ انَّہٗ قَالَ بُعِثْتُ انَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ وَ ھٰذَا یَدُلُّ عَلَی انَّہٗ کَانَ عَالِماً فَکَیْفَ یَتَاَلَّفُ الْخَبَرَانُ قِیْلَ لَہٗ قَدْ نَطَقَ الْقُرْآنُ بِقَوْلِہِ الْحَق قل انما علمھا عند ربی الاعراف: 187)الآیۃ فَلَمْ یَکُنْ یَعْلَمُھَا ھُوَ وَلَاغَیْرُہٗ وَاما قولہ بعثت انا والساعۃ کھاتین فمعناہ انا النبی الاخیر فلا یلینی نبی آخر و انما تلینی القیامۃ کما تلی السبابۃ والوسطی ولیس بینھما اصبع اخر و ھذالا یوجب ان یکون لہ علم بالساعۃ نفسھا

(التذکرۃ باحوال الموتی وامور الآخرۃ،ص 580,579.فیض القدیر للمناوی ج 3،ص 202 .رقم الحدیث 3146)

اس عبارت کا ترجمہ ایک بدعتی یوں کرتا ہے:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ امر تو حدیث مبارک سے ثابت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے قیامت کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا قیامت کے بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت کے بارے میں علم نہیں تھا جبکہ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے اور آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگشت مبارک کو ملایا۔اور یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت کا علم ہے۔اب ان دونوں حدیثوں کے درمیان مخالفت ہوئی لہٰذا دونوں روایتوں میں تطبیق کیسے پیدا کی جائے گی؟

جواب: علامہ قرطبی ان باہم دو متخالف حدیثوں کے درمیان نظر آنے والے تعارض کو دور کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ قرآن پاک اپنے قول برحق کے ساتھ ناطق ہے

قل انما علمها عند ربی تم فرماؤ کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہوا کہ حضور ﷺ فرمار ہے ہیں کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا میرے بعد صرف قیامت آئے گی اور میرے اور قیامت کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں ہے جس طرح شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے درمیان کوئی اور انگلی نہیں میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی نہیں اور یہ حدیث اس امر کو ثابت کرنے والی نہیں ہے کہ آپ کو خود قیامت کا علم بھی ہو۔

(سفر آخرت کی منازل، ص 532،531، فرید بک سٹال لاہور)

گجراتی صاحب نے اس روایت سے یہ باطل استدلال شاید انہی دو کتب سے سرقہ کیا مگر اپنی دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے اس کا جواب نقل نہ کیا مگر الحمد للہ تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

جہاں تک گجراتی صاحب نے اپنا مقلیانہ کرشمہ دکھاتے ہوئے یہ کہا کہ خروج دجال کا نبی کریم ﷺ کو علم تھا لہذا قیامت کا بھی علم ہے تو اس باطل استدلال و مدعا کا جواب بھی علماء اہلسنت کی زبانی ملاحظہ ہو علی بن احمد الحرالی المغربی کے تذکرے میں حافظ ابن حجر عسقلانی حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

زَعَمَ اَنَّہٗ اسْتَخْرَجَ مِنْ عِلْمِ الْحُرُوْفِ وَقْتَ خُرُوْجِ الدجال و وقتَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَ هَذِهِ عُلُوْم '' وَ تَحْدِيْدَات '' مَا عَلِمَتْهَا رُسُوْلُ اللهِ بَلْ كُلّ '' مِنْهُمْ حتى نوح عليه السلام يَتَخَوَّفُ مِنَ الدجال و يُنْذِرُ اُمَّتَہٗ الدجال و هذا نَبِيُّنَا ﷺ يقول ان يَخْرُجْ وانا فيكم فانا

حَجِیْبُہٗ وھولاء الْجَہَلَۃُ اخواتُہ یدَّعُوْنَ مَعْرِفَتَہٗ متی یخرج نسأل اللہ السلامۃ
(لسان المیزان، ج5،ص 497، رقم 5326، میزان الاعتدال، ج3،ص 114، رقم 5785)

آج انہی جہلاء کے ایک اور بھائی بھی یہ دعوی کر رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دجال کے خروج کا وقت معلوم تھا اللہ پاک ہمیں ان جاہلوں کے شرور سے سلامت رکھے۔

تاویل نمبر ۲: بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو قیامت کے وقوع کا علم بھی دے دیا گیا تھا علامہ ابن حجر لکھتے ہیں قال بعضھم لیس فی الآیۃ دلیل علی ان اللہ لم یطلع نبیہ علی حقیقۃ الروح بل یحتمل ان یکون اطلعہ و لم یامرہ انہ یطلعھم و قد قالوا فی علم الساعۃ نحو ھذا واللہ اعلم

علامہ قسطلانی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں ذھب بعضھم الی انہ ﷺ اوتی علم الخمس ایضا و علم وقت الساعۃ والروح و انہ امر بکتم ذالك ،علامہ صاوی کا نظریہ بھی یہی ہے۔

(ملخصا شرح مسلم،ج1،ص 326,325)

جواب ۱ : علامہ ابن حجر ،علامہ قسطلانی ، اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ علیہم اجمعین کا واضح موقف ہم ماقبل میں تفصیل کے ساتھ مختلف قرآنی آیات اور حدیث جبریل علیہ السلام کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ سمیت مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کا علم نہیں دیا گیا لہذا یہ بات تو قطعی ہے کہ یہ ان کا نظریہ نہیں ۔انہوں نے محض ایک قول کے طور پر بعض لوگوں کا قول نقل کیا ہے یہ "بعضھم" کون تھے؟ ان کا علمی مقام کیا تھا؟ ان کا یہ نظریہ کہاں مذکور ہے؟ اس سلسلے میں کوئی وضاحت موجود نہیں رضاخانیوں کو ذرا بھی خدا کا خوف نہیں کہ واضح نصوص چھوڑ کر اس طرح مجہول اقوال کے درپے ہو کر لوگوں کے ایمان بگاڑ رہے ہیں۔ بعض لوگوں کے یہ شاذ اقوال قرآن وحدیث کی نصوص قطعیہ اور جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

جواب ۲: مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

''آمین بالجہر اور آمین خفی کی احادیث میں تعارض ہے مگر جہر والی روایتیں قرآن کریم کے خلاف ہیں لہذا چھوڑنے کے لائق ہیں اور آہستہ کی روایتیں قرآن کے مطابق ہیں لہذا واجب العمل ہیں''۔

(جاء الحق ص 523)

ہم بھی کہتے ہیں کہ آپ نے جو مجہول اقوال پیش کئے وہ قرآن کریم، احادیث صریحہ، اقوال صحابہ، تابعین اور جمہور امت کے خلاف ہیں اور ہم نے جو اقوال پیش کئے وہ ان سب کے موافق لہذا آپ کے پیش کردہ اقوال واجب الترک ہیں۔

تاویل نمبر ۳: ماالمسول عنها باعلم من السائل کا مطلب یہ ہے کہ اے جبریل اس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی۔

(جاء الحق ص 120)

جواب: اس کا منہ توڑ جواب ملا علی قاری رحمہ اللہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

وَ قَدْ جَاهَرَ بِالْكِذْبِ بَعْضُ مَنْ يَّدَّعِيْ فِيْ زَمَانِنَا الْعِلْمَ وَ هُوَ مُتَشَيِّع ''بِمَالَمْ يُعْطِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَعْلَمُ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ قِيْلَ لَهُ فَقَدْ قَالَ فِيْ حَدِيْثِ جَبْرِيْلَ مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ فَحَرَّفَهُ عَنْ مَوْضِعِهِ وَ قَالَ مَعْنَاهُ اَنَا وَ اَنْتَ نَعْلَمُهَا وَ هٰذَا مِنْ اَعْظَمِ الْجَهْلِ وَ اَقْبَحِ التَّحْرِيْفِ وَ النَّبِيُّ ﷺ اَعْلَمُ بِاللهِ مِنْ اَنْ يَّقُوْلَ لِمَنْ كَانَ يَظُنُّهُ اَعْرَابِيًّا اَنَا وَ اَنْتَ نَعْلَمُ السَّاعَةَ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلَ هٰذَا الْجَاهِلُ اَنَّهُ كَانَ يَعْرِفُ اَنَّهُ جَبْرِيْلُ فَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ هُوَ الصَّادِقُ فِيْ قَوْلِهِ وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا جَاءَ فِيْ صُوْرَةٍ اِلَّا قَدْ عَرَفْتُهُ غَيْرَ هٰذِهِ الصورة و فی اللفظ الآخر مَا شُبِّهَ عَلَيَّ غَيْرَ هٰذِهِ الْمَرَّةِ وَ فِي اللفظ الآخر رُدُّوْا عَلَيَّ الْاَعْرَابِيَّ فذهبوا فالتمسوا فلم يجدوا شيأ و انما عَلِمَ النَّبِيُّ ﷺ انه جبريل بعد مُدَّةٍ كما قال عمر فلبثت مليا ثم

قال ﷺ یا عمر اتدری من السائل وَالْمُحَرِّفُ یقول عَلِمَ وَقْتَ السُّؤَالِ انہ جبریل وَ لَمْ یُخْبِرِ الصَّحَابَۃَ بذالک اِلاَّ مُدَّۃً ثم قولہ فی الحدیث ماالمسؤل عنہا باعلم من السائل یَعُمُّ کُلَّ سائلٍ و مسؤلٍ فکلُّ سائل و مسؤول عن الساعۃ ھذا شانُھُما

(موضوعات کبریٰ ص 323,324)

ہمارے زمانے کے بعض مدعیان علم (جیسے بریلوی مناظرین از ناقل) جو درحقیقت علم سے موصوف نہیں بلکہ زے جعلساز ہیں یہ کھلا ہوا جھوٹ کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو وقت قیام ساعۃ معلوم تھا جب اس کو یہ کہا گیا کہ حدیث جبریل میں تو یہ آتا ہے کہ مسؤل عنہا سائل سے زیادہ علم نہیں رکھتا تو اس (احمد یار گجراتی جیسے از ناقل) محرف نے اس حدیث کے معنی میں یوں تحریف کی کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اور تو دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں اور یہ عظیم ترین جہل اور قبیح ترین تحریف ہے اور جناب نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی شان کو زیادہ جانتے ہیں وہ بھلا یہ کیسے کہہ سکتے تھے جس کو وہ ایک اعرابی اور دیہاتی سمجھتے تھے کہ میں اور تو قیامت کا علم رکھتے ہیں الایہ کہ یہ جاہل (احمد یار گجراتی از ناقل) دعویٰ کرے کہ آنحضرت ﷺ اس وقت حضرت جبریل کو جانتے تھے مگر اس کو کیا کریں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جو صادق ہیں یہ فرماتے ہیں کہ بخدا حضرت جبرائیل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آتے ہیں میں ان کو پہچان لیتا رہا مگر اب کی بار اس صورت میں میں ان کو نہیں پہچان سکا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت جبریل مجھ پر کبھی مشتبہ نہیں ہوئے مگر اس مرتبہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس اعرابی کو واپس بلالاؤ جب حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین گئے تو وہاں کچھ بھی نہ تھا آنحضرت ﷺ کو کچھ عرصہ کے بعد اس کا علم ہوا تھا کہ وہ تو حضرت جبریل تھے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے کچھ عرصہ بعد فرمایا کہ اے عمر تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا؟ اور یہ محرف (احمد یار گجراتی از ناقل) کہتا ہے کہ آپ سوال کے وقت ہی جانتے تھے کہ وہ حضرت جبریل تھے اور حضرات صحابہ کرام کو آپ نے اس کی اطلاع ایک عرصہ کے بعد دی پھر ما المسؤل عنہا باعلم من السائل کے عنوان کے اختیار کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ ہر سائل اور مسؤل کا یہی

حکم ہے کہ قیامت کا علم سوائے اللہ تعالی کے اور کسی کو نہیں۔

لطیفہ: آل بدعت مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں یہ نبی کریم ﷺ کی شان میں کھلی گستاخی ہے لیکن دوسری طرف ان تصریحات سے واضح ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اپنے سامنے کافی دیر موجود رہنے والے جبریل علیہ السلام کی خبر بھی نہ ہو سکی اور آپ ﷺ ان کو نہ پہچان سکے دیوار کے پیچھے کا علم نہ ماننے والے اگر گستاخ ہیں تو آنکھوں کے سامنے والے کا علم نہ ماننے والے کتنے بڑے وہابی ہوں گے؟

حدیث نمبر ۲

حَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ محمد قَالَ قَالَ ابنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ الزُّبَیْرِ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ بِشَهْرٍ تَسْاَلُوْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَاللّٰهِ

(مسلم، ج 2، ص 310، مسند امام احمد، ج 23، ص 335، رقم 15128، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث 2987، مشکوۃ، ج 2، ص 491، باب قرب الساعۃ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے اپنی وفات سے صرف ایک مہینہ پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کا وقت پوچھتے ہو حالانکہ اس کا علم صرف خدا تعالی ہی کو ہے۔

تشریح:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گفت جابر شنیدم آنحضرت را پیش از رحلت خود بیک ماہ تسالونی عن الساعۃ می پرسید مرا از وقت قیام قیامت وانما علمہا عند اللہ ونیست علم بہ تعیین وقت آن مگر نزد خدا وند اعز وجل یعنی از وقت وقوع قیامت کبری می پرسید آن خود معلوم من نیست وآں را جز خدا تعالی نداند

(اشعۃ اللمعات، ج 3، ص 377)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کی وفات سے صرف ایک ماہ قبل سنا آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کرتے ہو حالانکہ اس کے وقت متعین کا علم اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں یعنی تم قیامت کبری کے آنے کا وقت مجھ سے پوچھتے ہو اور وہ تو خود مجھے معلوم نہیں (میں تم کو کیا بتاؤں) اس کو اللہ تعالی کے بغیر اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

اس صریح صحیح حدیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوا کہ وفات سے ایک ماہ قبل تک نبی کریم ﷺ کو جمیع ماکان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا اب جو اس کے خلاف کا دعوی کرے وہ اس حدیث کی مخالفت کر رہا ہے اور حدیث رسول ﷺ کے مخالف بقول غلام رسول سعیدی امام شافعی کا قول بھی آجائے تو رد کر دیا جائے۔

حدیث نمبر ۳

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ لَقِيتُ لَيلَةَ أُسرِيَ بِيْ إِبْرَاهِيمُ وَ مُوسٰى وَ عِيسٰى فَتَذَاكَرُوا امْرَ السَّاعَةِ قَالَ فَرَدُّوْا امْرَهُمْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ عليه السلام فَقَالَ لَا عِلْمَ لِيْ بِهَا فَرَدُّوْا امْرَهُمْ إِلَى مُوسٰى فَقَالَ لَا عِلْمَ لِيْ بِهَا فَرَدُّوْا امْرَهُمْ إِلَى عِيسٰى فَقَالَ امَّا وَجْبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُ احَدٌ'' إِلَّا اللّٰهُ

(مسند امام احمد، ج 6، ص 19، رقم 3556، تفسیر ابن کثیر، ج 3، ص 522، کنز العمال، رقم 38339)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم اور حضرت موسی اور حضرت عیسی علیہم السلام سے ہوئی تو ان میں وقت قیامت کا تذکرہ ہوا پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں پھر یہی سوال حضرت موسی علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے بھی یہی

فرمایا کہ مجھے قیامت کا کوئی علم نہیں پھر یہی سوال حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے وقوع کے وقت کی خبر تو اللہ تعالی کے سوا اور کسی کو نہیں۔

مستدرک کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

فَتَذَاكَرُوْا السَّاعَةَ فَبَدَئُوْا بِأَبْرَاهِيْمَ فَسَالُوْهُ عَنْهَا فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْم '' ثُمَّ مُوْسٰى فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْم '' فَتَرَاجَعُوْا الْحَدِيْثَ إِلٰى عِيْسٰى فَقَالَ عِيْسٰى عَبْدَاللهِ إِلَيَّ فِيْمَا دُوْنَ وَجْبَتِهَا فَلَا نَعْلَمُهَا

(مستدرک، ج 2، ص 416، رقم 3448، ابن ماجہ)

سب سے پہلے قیامت کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سوال کیا گیا مگر ان کے پاس قیامت کا کچھ علم نہ تھا پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا مگر ان کے پاس بھی کچھ علم نہ تھا اس پر انہوں نے بات کا رخ حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف پھیر دیا انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے وقوع قیامت سے پہلے کی کچھ چیزیں تو مجھے بتائی ہیں لیکن اس کے وقت وقوع کو ہم نہیں جانتے۔

اس صاف اور صریح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم وموسی وعیسی علیہم السلام جیسے اولو العزم انبیاء کو بھی قیامت کا وقت معلوم نہ تھا کہ کب واقع ہوگی نہ ان کو جمیع ما کان و مایکون کا علم تھا حضرت عیسی علیہ السلام تو قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہیں و انہ لعلم للساعة جب ان کو اس کا علم نہیں تو اور کس کو ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ ان کے جواب کو آخری جواب سمجھا گیا اور ان کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور فن حدیث کا قاعدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کوئی بات کہی جائے یا کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو سن کر اس کو دیکھ کر اس کی تردید نہ فرمائیں تو وہ بھی آپ کی تقریری حدیث ہے کیونکہ آپ نہ باطل پر سکوت فرماتے تھے اور نہ منکر کو دیکھ کر بغیر رد کئے چھوڑتے تھے حضرت عیسی علیہ السلام کا جواب کہ اس کا وقت معلوم ہم میں سے کوئی نہیں جانتا سوائے رب تعالی کے سن کر آپ ﷺ نے اس کی تردید نہ فرمائی کہ میں تو اس سے مستثنی

ہوں بقول روح البیان والے کہ مجھے تو اس کا علم دے دیا گیا ہے لہذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو بھی قیامت کے وقوع کا علم نہیں۔گویا یہ مجلس اس بات پر انبیاء کے اجماع کو ظاہر کرتی ہے کہ قیامت کے وقوع کا وقت مقررہ کسی کو معلوم نہیں آج اگر مجتہدین کے اجماع کا انکار کرنے والا گمراہ ہے تو ان معصومین کے اجماع کا انکار کرنے والا گمراہ کیوں نہ ہوگا؟ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس پر کیا خوب کہا:

فَهٰؤُلَآئِ اَکَابِرُ اُولِی الْعَزْمِ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ لَیْسَ عِنْدَہُمْ عِلْم '' بِوَقْتِ السَّاعَۃِ عَلَی التَّعْیِیْنِ

(تفسیر ابن کثیر، ج 3،ص 522)

سو یہ اکابر اور بڑی شان کے رسول بھی قیامت کے وقت معین کا علم نہیں رکھتے۔

حدیث نمبر ۴

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

اِنِّي لَا اَدْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي اَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ

(ترمذی)

میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تمہارے اندر زندہ رہوں اس لئے میں تمہیں اپنے بعد ابو بکر اور عمر کی اقتداء کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔

تشریح:

ملا علی قاری اس روایت کی ضمن میں فرماتے ہیں:

لَا اَدْرِي كَمْ مُدَّةُ بَقَائِي فِيكُمْ قَلِيلٌ اَمْ كَثِيرٌ

(مرقاۃ، ج 11،ص 212)

مجھے نہیں علم کہ کتنا عرصہ تم میں رہوں گا کم یا زیادہ؟

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اپنی وفات کا علم بھی نہ تھا کہ کب تک زندہ رہتے جب اپنی وفات کا

علم نہ تھا تو بقول رضاخانیوں کے گھوڑوں، گدھوں، چرند، پرند، انسان، حیوان کی موت وحیات کا علم کیسے ہوسکتا ہے؟۔

فائدہ:

اس ایک حدیث میں تین باطل فرقوں کا رد ہے انی لاادری میں آل بدعت کا رد اور فاقتدوا من بعدی ابی بکر و عمر میں غیر مقلدین کا رد ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ میری وفات کے بعد خود اپنی عقل سے حدیثیں نکال نکال کر عمل کرنا بلکہ ان کی پیروی کا حکم دیا اور شیعہ کا رد کہ آپ ﷺ نے اپنے بعد ان کی خلافت کی بشارت دی۔

بدعتی تاویل

تاویل: اس میں درایت کی نفی ہے علم کی نفی نہیں درایت اٹکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں۔(جاءالحق)

جواب: درایت کے معنی اٹکل اور قیاس سے جاننا یہ بھی مفتی صاحب کا مفتیانہ میڈان بریلی اختراع ہے۔آئمہ لغت نے درایت اور علم کو مترادف قرار دیا ہے چنانچہ مختار الصحاح میں ہے

دری بہ ای علم ... و ادراہ اعلمہ

(مختار الصحاح ص218، باب الدال)

قالَ شیخُنا: صَرِیحُہ اتِّحادُ العِلْمِ والدِّرَایَةِ

(تاج العروس، ج38،ص42)

ہمارے شیخ نے کہا کہ علم اور درایت متحد ہیں (یعنی ایک ہی معنی ہے دونوں کا)۔

حدیث نمبر ۵

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ دو فریق اپنا مقدمہ لیکر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا بَشَر " وَ اِنَّہٗ یَاتِیْنِی الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَکُمْ اَنْ یَّکُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ

بِعَضٍ فَاَحْسَبُ اَنَّہٗ صَادِقٌ'' فَاَقْضِیْ لَہٗ بِذَالِکَ فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَاِنَّمَاھِیَ قِطْعَۃٌ'' مِّنَ النَّارِ فَلْیَاخُذْھَا اَوْلِیَتْرُکْھَا

(بخاری، ج 2، ص 1065، مسلم، ج 2، ص 74، نسائی، ج 2، ص 306، ابو داؤد، ج 2، ص 148، السنن الکبری، ج 10، ص 143، رقم 21007، المعجم الاوسط، ج 3، ص 12، رقم 2314، سنن الدارقطنی، ج 4، ص 239)

میں ایک بشر ہی ہوں اور میرے پاس فریق مقدمات لیکر آتے ہیں ایسی صورت ممکن ہے تم میں سے کوئی فریق دوسرے سے زیادہ اچھا بولنے والا ہو جس کی وجہ سے میں اس کو سچا سمجھ لوں اور میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں پس اس طرح میں جس کو دوسرے مسلمان کا حق دلوا دوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے خواہ وہ اسے لے یا چھوڑ دے۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ تمام غیوب اور جمیع ما کان و ما یکون کے عالم نہ تھے اور نہ آپ کے منصب میں یہ بات داخل تھی کہ آپ امور باطنہ کو بھی جانتے تھے ورنہ اس کا مطلقا احتمال ہی نہ ہوتا کہ آپ کسی فریق کی چرب لسانی کی وجہ سے جھوٹے کو سچا سمجھ لیتے اور عمداً اور دیدہ دانستہ دوسرے مسلمان کا حق اس کو دلوا دیتے اس سے آفتاب نیمروز کی طرح یہ بات آشکارہ ہو جاتی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ظاہری امور قرائن اور دلائل و شواہد کے مکلف اور پابند تھے باطنی امور اور حقیقت حال نفس الامر پر اطلاع پانا آپ کے خواص اور لوازم میں شامل نہ تھا یہ صریح اور صحیح حدیث اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے مگر ہم مزید تسلی اور اطمینان کیلئے آئمہ حدیث کے اقوال بھی پیش کر دیتے ہیں۔

تشریح:

(۱) امام نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

مَعْنَاہُ التَّنْبِیْہُ عَلٰی حَالَۃِ الْبَشَرِیَّۃِ وَ اَنَّ الْبَشَرَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِنَ الْغَیْبِ وَ بَوَاطِنِ الْاُمُوْرِ شَیْئاً اِلَّا اَنْ یُطْلِعَھُمُ اللّٰہُ تعالی عَلٰی شَیْئٍ مِنْ ذَالِکَ وَ اَنَّہٗ یَجُوْزُ عَلَیْہِ فِیْ اُمُوْرِ الْاَحْکَامِ مَا یَجُوْزُ عَلَیْھِمْ وَ اَنَّہٗ یَحْکُمُ بَیْنَ النَّاسِ

بِالظَّاہِرِ وَ اللّٰہُ یَتَوَلَّی السَّرَآئِرَ فَیَحْکُمُ بِالْبَیِّنَۃِ وَ بِالْیَمِیْنِ وَ نَحْوِ ذَالِکَ مِنْ اَحْکَامِ الظَّاہِرِ مَعَ اِمْکَانِ کَوْنِہٖ فِی الْبَاطِنِ خِلَافَ ذَالِکَ

(شرح مسلم، ج2، ص74)

اس کا منشا یہ ہے کہ حالت بشریت پر تنبیہ کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ بشر کو غیب اور باطنی امور کا علم نہیں ہوتا بجز اس کے کہ اللہ تعالی کسی چیز پر ان کو مطلع کر دے اور اس سے یہ بھی بتانا ہے کہ فصل خصومات میں جس طرح دوسروں سے خلاف واقع فیصلہ کرنا ممکن ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ سے بھی ممکن ہے اور آپ بھی لوگوں کے درمیان ظاہری حال پر فیصلہ کرتے ہیں اور اندرونی رازوں کا معاملہ خدا سے ہے سو آپ شہادت اور قسم وغیرہ ظاہری قرائن کے ذریعہ ہی فیصلہ صادر فرماتے ہیں وراس کا امکان ہے کہ واقع میں معاملہ اس کے خلاف ہو۔

(۲) ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَوْلُہٗ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ "اَیْ کَوَاحِدٍ مِّنَ الْبَشَرِ فِیْ عَدَمِ عِلْمِ الْغَیْبِ

(فتح الباری، ج12، ص339، رقم 6967)

میں بشر ہی ہوں یعنی علم الغیب نہ ہونے میں دوسرے انسانی افراد کی طرح ہوں۔

(۳) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَوْلُہٗ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ "لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ بَوَاطِنَ الْاُمُوْرَ کَمَا ھُوَ مُقْتَضِی الْحَالَۃِ الْبَشَرِیَّۃِ وَ اَنَّہٗ یَحْکُمُ بِالظَّاہِرِ

(عمدۃ القاری، ج13، ص8,7، باب اثم من خاصم فی باطل وھو یعلمہ)

میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہوں اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور تمہارے معاملات کے اندرونی احوال کو میں نہیں جانتا جیسا کہ بشریت کا تقاضہ ہے اور میں تو صرف ظاہری حال پر ہی فیصلہ دیتا ہوں۔

(۴) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ "مُشَارِکٌ" لَکُمْ فِی الْبَشَرِیَّۃِ بِالنِّسْبَۃِ لِعِلْمِ الْغَیْبِ الَّذِیْ

لَمْ يُطْلِعْنِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَقَالَ ذَالِكَ تَوْطِئَة ''لِقَوْلِهٖ وَاِنَّهٗ يَاتِيْنِيَ الْخَصْمُ فَلَا اَعْلَمُ بَاطِنَ اَمْرِهٖ

(ارشاد الساری، ج10 ص248، باب من قضی لہ بحق اخیہ، رقم الحدیث 7184)

میں تو بشر ہی ہوں اور تمہارے ساتھ غیب کے ان امور میں شریک ہوں جن پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع نہیں دی اور یہ ارشاد و انه یاتینی الخصم کے قول کیلئے تمہید ہے تو میں اس کے باطن کا علم نہیں رکھتا۔

آگے لکھتے ہیں:

انما انا بشر وَهُوَ رَدّ'' عَلٰی مَنْ زَعَمَ اَنَّ مَنْ كَانَ رَسُوْلًا فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ كُلَّ غَيْبٍ حَتّٰى لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ الْمَظْلُوْمُ مِنَ الظَّالِمِ

(ارشاد الساری، ج10 ص251)

آپ ﷺ نے انما انا بشر ان لوگوں کی تردید کیلئے فرمایا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول کو کل غیب کا علم ہوتا ہے حتی کہ اس پر مظلوم اور ظالم مخفی نہیں رہتے۔

(۵) علامہ نورالدین سندی متوفی 1139ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

و انما انا بشر ای لَا اَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ اِلَّا مَا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ كَمَا هُوَ شَانُ الْبَشَرِ

(سندی علی النسائی، ج2 ص306)

میں تو بشر ہی ہوں یعنی میں غیب نہیں جانتا مگر صرف اسی حد تک جس پر مجھے اللہ تعالیٰ نے تعلیم کے ذریعہ آگاہ کیا ہے جیسا کہ انسان اور بشر کی شان ہے۔

فائدہ ۱:

اس ایک روایت سے الحمدللہ تین مسئلے حل ہو گئے نمبر ایک نبی کریم ﷺ کو علم غیب نہیں آپ ﷺ نہ تو عالم الغیب ہیں نہ کلی علم غیب جانتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نوری مخلوق نہیں بلکہ بشر و انسان ہیں۔ نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں اگر ایسا ہوتا تو جو آپ کے پاس اپنے مقدمات لاتا آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ ان میں کون حق پر ہے کون نہیں؟ کیونکہ ان کے جھگڑے کے وقت وہاں آپ

خود موجود ہوتے۔

فائدہ ۲:

انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں ہاں اللہ تعالیٰ بعض غیوب کو ان پر ظاہر فرما دیتا ہے بعض غیب پر ان کو اطلاع دیتا ہے اس سے غیب کے خزانوں میں سے انہیں اتنا ہی معلوم ہوتا ہے جتنے کی اطلاع دی گئی ہے اس سے زیادہ نہیں جیسا کہ ان تشریحات میں گزرا اور علامہ دقیق العید رحمہ اللہ تو صاف فرماتے ہیں:

فِیہِ دَلِیْل '' عَلَی اِجْرَائِ الْحُکْمِ عَلَی الظَّاہِرِ وَ اعْلَامِ النَّاسِ بِاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَغَیْرِہٖ فِیْ ذَالِکَ وَ اِنْ کَانَ یَفْتَرِقُ مَعَ الْغَیْرِ فِیْ اِطِّلَاعِہٖ عَلٰی مَا یُطْلِعُہُ اللہُ مِنَ الْغُیُوْبِ الْبَاطِنَۃِ وَ ذَالِکَ فِیْ اُمُوْرٍ مَّخْصُوْصَۃٍ لَا فِی الْاَحْکَامِ الْعَامَّۃِ وَ عَلٰی ھٰذَا یَدُلُّ قَوْلُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ ''

(احکام الاحکام ص 914، باب القضاء)

اس میں اس بات کی دلیل ہے احکام کو ظاہر پر جاری کیا جائے گا اور نیز اس سے لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ نبی کریم ﷺ اس معاملہ میں دیگر لوگوں کی طرح ہیں اگرچہ دوسروں سے اس امر میں ممتاز ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غیوب باطنہ پر مطلع کرتا ہے مگر یہ بھی مخصوص امور میں نہ کہ عام احکام میں اور اسی جانب نبی کریم ﷺ کا ارشاد انما انا بشر دلالت کرتا ہے۔

لہٰذا اگر آپ نے کسی غیب کے کسی فرد کی اطلاع یا خبر دی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ اس کے تمام افراد کا علم رکھتے ہوں۔ الحمد للہ اس سے بدعتیوں کے ان تمام حوالہ جات کا جواب ہو گیا جو وہ پیش کرتے ہیں کہ دیکھو کل کی فلاں بات کی خبر دی فلاں کے مرنے کی خبر دی تو وہ خبر اور علم صرف اسی تک محدود ہے اب روز اول سے روز آخر تک کونسا انسان کونسا جانور کہاں کدھر کس جگہ مرے گا وغیرہ اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ بہت اہم فائدہ ہے خوب یاد رکھیں۔ بہت جگہ کام دے گا۔

حدیث نمبر ۶

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی خالہ تھیں) کے حجرہ میں داخل ہوا تو اس وقت ان کے پاس بھنی ہوئی گوہ (ضب) رکھی ہوئی تھی جن کو ان کی بہن حضرت حفیدہ بنت الحارث نجد سے اپنے ساتھ لائی تھیں تو حضرت میمونہ نے وہ گوہ آپ کی خدمت میں پیش کر دی جب آپ ﷺ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے اور آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وہ بہت کم کسی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے کہ جب تک آپ کو یہ نہ بتا دیا جاتا کہ یہ کھانا کیا اور کیسا ہے؟ تو حضرات ازواج مطہرات وہاں موجود تھیں ان میں سے کسی نے فرمایا

اَخْبِرْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ بِمَا قَدَّمْتُنَّ لَہٗ قُلْنَ ھُوَ الضَّبُّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَدَہٗ

(بخاری، ج2،ص 831،مسلم، ج2،ص 151، المعجم الکبیر، ج4،ص108، رقم3820، مسند امام احمد، ج28،ص 14، رقم16815)

جناب رسول اللہ ﷺ کو بتلا دو کہ یہ کیا ہے؟ چنانچہ ازواج مطہرات نے فرمایا کہ حضرت یہ گوہ ہے آپ نے یہ سنتے ہی فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیا (اور گوہ نہیں کھائی)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب کلی اور جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہ تھا ورنہ حضور کو خود ہی اس کا علم ہو جاتا کہ میرے سامنے گوہ پیش کی گئی ہے اور آپ ابتداء ہی سے اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر اور علم غیب نہیں رکھتے ورنہ انہیں یہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی کہ اخبرن رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دے دو۔

تشریح:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاَنَّہٗ کَانَ لَا یَعْلَمُ مِنَ الْمُغَیَّبَاتِ اِلَّا مَا عَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی

(فتح الباری، ج9،ص 667، باب الضب، رقم 5537)

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ (کو علم غیب نہ تھا آپ ﷺ) کو غیب کی صرف وہی چیزیں معلوم تھیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اطلاع دی جاتی۔

حدیث نمبر ۷

عن انس قال مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِتَمْرَۃٍ فِی الطَّرِیْقِ فَقَالَ لَوْ لَا اَنِّیْ اَخَافُ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الصَّدَقَۃِ لَاَکَلْتُہَا

(بخاری، ج1،ص 328، مسلم، ج1،ص 344، مشکوٰۃ، ج1،ص 162)

اور مستدرک کی روایت میں اس طرح ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ تَضَوَّرَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَقِیْلَ لَہٗ مَا اَسْہَرَکَ قَالَ اِنِّیْ وَجَدْتُ تَمْرَۃً سَاقِطَۃً فَاَکَلْتُہَا ثُمَّ تَذَکَّرْتُ تَمْرًا کَانَ عِنْدَنَا مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَۃِ فَلَا اَدْرِیْ مِنْ ذَالِکَ کَانَتِ التَّمْرَۃُ اَوْ مِنْ تَمْرِ اَہْلِیْ فَذَالِکَ اَسْہَرَنِیْ

(المستدرک، ج2،ص 18، رقم 2227، کتاب البیوع، ھذا الحدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ قال الذہبی فی التلخیص صحیح)

نبی کریم ﷺ نے ایک رات بڑی بے چینی اور بے قراری سے بسر کی آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی کہ حضرت آپ کو کیوں بے قراری میں نیند نہیں آ رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک افتادہ کھجور پائی اور میں اس کو کھا گیا پھر مجھے خیال آیا کہ ہمارے ہاں تو زکوٰۃ کی کھجوریں بھی تھیں سو مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ کھجور زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے تھی یا ہمارے گھر کی کھجوروں میں سے تھی سو اس وجہ سے میں بے چین ہوں۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہرگز عالم الغیب نہ تھے نہ جمیع ماکان و مایکون کے عالم تھے اگر ایسا ہوتا تو آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ افتادہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں اور اس بارہ میں آپ ﷺ کو ہرگز تردد نہ ہوتا اور نہ آپ اس طرح بے قراری اور بے چینی میں رات بسر کرتے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ

ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر نہ تھے ورنہ آپ ﷺ کو علم ہوتا کہ یہ کھجور تو میری موجودگی میں فلاں شخص سے گری ہے۔

حدیث نمبر ۸

حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَ ہُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا مَائً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَ ہُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا مَائً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَ ہُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ عليه السلام لِصَلَاةِ الْعِشَائِ الْآخِرَةِ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى اَبِي بَكْرٍ بِاَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ

(صحیح ابن حبان، ج 5، ص 480، رقم 2116، صحیح ابن خزیمہ، ج 1، ص 126، رقم 257، مسند امام احمد، ج 9، ص 140، رقم 5141.)

جب رسول اللہ ﷺ کا مرض زیادہ سخت ہوگیا تو (ایک دن) آپ نے فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ (یعنی کیا مسجد میں جماعت ہو چکی؟) عرض کیا گیا ابھی نہیں وہ سب حضور ﷺ کے منتظر ہیں ارشاد ہوا میرے لئے ٹب میں پانی رکھو چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا اور پانی رکھ دیا گیا حضور نے غسل فرمایا پھر آپ کھڑے ہونے لگے تو آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی کچھ دیر بعد آپ کو افاقہ ہوا تو پھر آپ نے دریافت فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا ابھی نہیں وہ حضور ﷺ کے انتظار میں ہیں پھر ارشاد فرمایا میرے لئے ٹب میں پانی رکھو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم نے اس حکم کی تعمیل کی اور پانی رکھ دیا گیا آپ نے غسل فرمایا اور پھر اٹھنے لگے لیکن پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی کچھ دیر بعد افاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ عرض کیا گیا نہیں وہ حضور کے انتظار میں ہیں پھر

وہی ارشاد ہوا کہ میرے لئے ٹب میں پانی رکھو چنانچہ پھر ہم نے رکھ دیا اور آپ نے بیٹھ کر غسل فرمایا اور پھر کھڑے ہونے لگے مگر پھر آپ کو غشی ہوگئی ج کچھ دیر بعد میں افاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا ابھی نہیں وہ حضور ہی کے انتظار میں ہیں اور لوگ عشاء کی نماز کیلئے حضور ﷺ کے انتظار میں جمے ہوئے تھے بالآخر آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حکم بھیجا کہ تم نماز پڑھا دو۔

فائدہ ۱:

یہ حضور ﷺ کے آخری زمانے کی نہیں بلکہ آخری دنوں کی حدیث ہے کیونکہ یہ آپ ﷺ کے مرض الوفات کا واقعہ ہے جس سے معلوم ہو کہ آخری دنوں تک آپ ﷺ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم محیط نہ تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ کو بار بار گھر والوں سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوتی کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ اور نہ آپ ﷺ بار بار غسل کیلئے تکلیف فرماتے۔

فائدہ ۲:

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے نور ہونے کا رد ہے اس لئے کہ نوری مخلوق بیمار نہیں ہوتے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ کے مختار کل ہونے کی نفی ہے اس لئے کہ آپ کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ مسجد جا کر نماز پڑھائیں مگر بار بار مرض کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے اور بے ہوشی طاری ہو جاتی اور مسجد باوجود ارادے کہ نہ جا پاتے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ کے علم غیب کا رد بھی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اس حدیث میں اس عقیدے کا بھی رد ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اس لئے کہ جو ہر جگہ حاضر ناظر ہو اس کا کوئی انتظار نہیں کرتا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ ﷺ کا مسجد میں اسی لئے انتظار فرمارہے تھے کہ آپ ﷺ وہاں موجود نہ تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی نبی کریم ﷺ کو ہر جگہ حاضر ناظر نہیں مانتے تھے ورنہ آپ ﷺ کا انتظار نہ کرتے کیونکہ آپ ﷺ تو مسجد میں موجود تھے۔ اس حدیث میں اس عقیدے کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے بعد خلافت کے حقدار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہیں: چنانچہ امام نووی اور قاضی عیاض فرماتے ہیں:

"یہ حدیث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام صحابہ پر افضیلت کی دلیل ہے اور اس بعد پر دال ہے کہ آپ ﷺ کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ حقدار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں"۔

(شرح مسلم، اکمال المعلم شرح صحیح مسلم، ج 2 ص 178)

حدیث نمبر ۹

حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ وَ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللهِ مَا وَضَعْنَاهُ فَاخْرُجْ اِلَيْهِمْ قَالَ فَاِلٰى اَيْنَ قَالَ هٰهُنَا وَ اَشَارَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ

(بخاری، ج 2 ص 590، مسلم، ج 2 ص 95، مسند احمد، ج 40 ص 336، رقم 24295)

جب جناب رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے کہا آپ نے ہتھیار اتار دئے ہیں ہم (فرشتوں) نے تو ابھی تک نہیں اتارے ادھر ان کی طرف چلئے آپ نے فرمایا کدھر؟ انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ادھر چنانچہ آپ (لشکر کے ساتھ) ادھر تشریف لے گئے۔

اگر آپ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہوتا تو آپ ﷺ کو پہلے سے ہی علوم ہوتا ہم نے خندق کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد بنو قریظہ کی طرف جانا ہے اور نہ آپ ﷺ ہتھیار اتارتے اور نہ آپ ﷺ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے یہ سوال کرنے کی نوبت آتی کہ فالی این؟ جب آپ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا اور ان غالب آئے تو ان پر تورات کا حکم نافذ کیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو گرفتار کیا گیا اور لڑنے والے نوجوانوں کو قتل کر دیا گیا۔ ان قیدیوں میں حضرت عطیہ القرظی ؓ بھی

تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں جب بحالت اسیری بنو قریظہ کی شکست کے دن:

عُرِضْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَشَكُّوْا فِيَّ فَامَرَ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلَيَّ هَلْ اَنْبَتُّ فَنَظَرُوْا اِلَيَّ فَلَمْ يَجِدُوْنِيْ اَنْبَتُّ فَخَلّٰى عَنِّيْ وَالْحَقَنِيْ بِالسَّبْيِ

(مستدرک، ج2، ص 148، رقم 2654، کتاب الجہاد، قال الذہبی علی شرط البخاری والمسلم)

جناب نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرات صحابہ کرام نے میرے بارے میں تردد کیا کہ کیا میں بالغ ہوں یا نہیں؟ تو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ وہ میرے زیر ناف بال دیکھ کر فیصلہ کریں چنانچہ جب انہوں نے معائنہ کیا تو میرے زیر ناف بال نہیں اُگے تھے لہذا مجھے نابالغ سمجھ کر قیدیوں کی مد میں شامل کر دیا۔

اگر جناب رسول اکرم ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو علم غیب حاصل ہوتا تو شک و تردد میں پڑ کر اشد مجبوری میں ان کے زیر ناف بال دیکھ کر فیصلہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

فائدہ:

بخاری اور مسلم کی جو روایت پیش کی اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر بھی نہیں ورنہ بنو قریظہ چلنے کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کیوں ارشاد فرماتے؟ آپ ﷺ تو پہلے ہی وہاں سے موجود ہوتے۔

حدیث نمبر ۱۰

جناب رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر فتح کیا تو مرحب کی بہن زینب بنت الحارث نامی ایک یہودی عورت نے آپ ﷺ کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا پلا لقمہ کھانے کے بعد آپ ﷺ کو معلوم ہوا (بلکہ گوشت کے ٹکڑے نے بول کر کہا کہ حضرت مجھ میں زہر ہے مت کھائیے) کہ اس میں زہر ہے۔ اگرچہ بحمد للہ آپ کے حق میں اس کا ارادہ پورا نہ ہو سکا لیکن آپ کے ایک صحابی

حضرت بشر بن براء بن معرور جانبر نہ ہو سکے (ابو داؤد، ج 2 ص 264) بلکہ روایت میں "بعض اصحابہ" کے الفاظ بھی ہیں:

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ یَہُوْدِیَّۃً مِّنْ اَہْلِ خَیْبَرَ سَمَّتْ شَاۃً مَصْلِیَّۃً ثُمَّ اَھْدَتْہَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الذِّرَاعَ فَاَکَلَ مِنْہَا وَ اَکَلَ رَھْطٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ مَعَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِرْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ وَ اَرْسَلَ اِلَی الْیَہُوْدِیَّۃِ فَدَعَاھَا فَقَالَ سَمَمْتِ ھٰذِہِ الشَّاۃَ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَکَ قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ ھٰذِہٖ فِیْ یَدِیْ لِلذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ اِنْ کَانَ نَبِیًّا فَلَنْ یَضُرَّہٗ وَ اِنْ لَّمْ یَکُنْ نَبِیًّا اَسْتَرَحْنَا مِنْہُ فَعَفَا عَنْہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ لَمْ یُعَاقِبْہَا وَ تُوُفِّیَ بَعْضُ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَکَلُوْا مِنَ الشَّاۃِ

(مشکوٰۃ، ج 2 ص 550، ابو داؤد، ج 2 ص 264، سنن الکبریٰ، ج 8 ص 46، رقم 16430)

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو جمیع ما کان وما یکون کا علم نہ تھا ورنہ آپ ﷺ ایک صحابی کو بھی مرنے نہ دیتے اور خود آنحضرت ﷺ پر جب مرض وفات میں اس زہر کا اثر نمایاں ہوا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

یَا عَائِشَۃُ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِیْ اَکَلْتُ بِخَیْبَرَ وَ ھٰذَا اَوَانُ وَجَدْتُ اِنْقِطَاعَ اَبْہَرِیْ مِنْ ذَالِکَ السُّمِّ

(بخاری، ج 2 ص 627)

اے عائشہ میں نے خیبر میں جب سے بکری کا زہر آلود گوشت کھایا ہے اس کی تکلیف میں برابر محسوس کرتا رہا ہوں اور اب تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ میری رگ جان کٹ رہی ہے۔

اور حضرت اُمِ مُبَشِّرؓ کی روایت میں ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت آپ پر اس دفعہ بیماری میں بڑی تکلیف ہے اور میرے خیال میں یہ تکلیف اسی زہر آلود بکری کے گوشت کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے میرا بیٹا بشر بن براء بن معرور فوت ہو گیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا:

وَانَالَااتَّہِمُ غَیْرَ ھَامَذَااوَانُ انْقِطَاعَ ابْھَرِیْ

(مستدرک، ج3، ص263، رقم،5029، ذکر مناقب بشر بن البراء بن معرورؓ)

میں بھی اس کے بغیر اس کا کوئی اور ظاہری سبب نہیں سمجھتا اور اس وقت تو میری رگ جان کٹتی سی معلوم ہو رہی ہے۔

اس واقعہ سے بھی معلوم ہو گیا کہ اگر آنحضرت ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا تو یہ المناک و افسوس ناک واقعہ ہرگز پیش نہ آتا اور بے گناہ صحابی شہید نہ ہوتے اور نہ آپ کو یہ تکلیف ہوتی جو آخر کار آپ ﷺ کی وفات کا ظاہرہ سبب بنا۔

مفتی احمد یار گجراتی صاحب کی دریدہ دہنی

''اس وقت حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا کہ اس میں زہر ہے...... ہم اسے کھالیں تا کہ بوقت وفات اس کا اثر لوٹے اور ہم کو شہادت کی وفات عطا فرمائی جاوے''۔

(جاء الحق، ص138)

جواب: حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ:

مَنْ تَحَسّٰی سُمّاً فَقَتَلَ نَفْسَہٗ فَسُمُّہٗ فِیْ یَدِہٖ یَتَحَسَّاہُ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خَالِداً مُخَلَّداً فِیْہَا اَبَداً

(بخاری، ج2، ص860، مسلم، ج1، ص721، قال الذہبی فی التلخیص علی شرط البخاری والمسلم)

اور جس نے زہر پیا اور خودکشی کر لی تو زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور دوزخ کی آگ میں وہ ہمیشہ اور ابد الآباد تک وہ زہر پیتا رہے گا۔

اگر نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور میری وفات اسی زہر سے ہوگی تو جواب دیں کیا نبی کریم ﷺ اس وعید شدید کی زد میں معاذ اللہ آتے ہیں یا نہیں؟ تف ہے ایسے گندے عقیدے پر جس کیلئے نبی کریم ﷺ کی ایسی توہین کرنی پڑے؟ نیز اگر نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور اس کے باوجود آپ نے صحابہ کو وہ کھانے دیا اور مرنے دیا تو از روافتاء بریلوی

حضرات جواب دیں کہ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے جوکسی کو زہر کھلائے اور اسے مرنے کے اسباب پیدا کرے۔

حدیث نمبر ۱۱

جب آیت یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم نازل ہوئی تو ثابت بن قیسؓ نے آپ ﷺ کی مجلس میں آنا ترک کر دیا:

عَنْ انَسِ بْنِ مَالِکٍ ؓ انَّ النَّبِیَّ ﷺ اِفْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَیْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ "یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا اَعْلَمُ لَکَ عِلْمَہٗ فَاَتَاہُ فَوَجَدَہٗ فِیْ بَیْتِہٖ مُنَکِّساً رَاسَہٗ فَقَالَ لَہٗ مَاشَانُکَ فَقَالَ شَرٌّ" کَانَ یَرْفَعُ صَوْتَہٗ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ﷺ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَاَتَی الرَّجُلُ النَّبِیَّ ﷺ فَاَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ قَالَ کَذَا وَ کَذَا قَالَ مُوْسٰی فَرَجَعَ اِلَیْہِ الْمَرَّۃَ الْاٰخِرَۃَ بِبَشَارَۃٍ عَظِیْمَۃٍ فَقَالَ اِذْھَبْ اِلَیْہِ فَقُلْ لَہٗ اِنَّکَ لَسْتَ مِنْ اَہْلِ النَّارِ وَلٰکِنَّکَ مِنْ اَہْلِ الْجَنَّۃِ

(بخاری، ج 2 ص 718، ج 1 ص 510، مستخرج ابی عوانہ، ج 1 ص 70، رقم 199)

جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو گم اور غائب پایا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ حضرت میں آپ کیلئے اس کا حال دریافت کر آتا ہوں وہ صحابی گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ثابت بن قیس نے اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں اس نے ان سے دریافت کیا آپ کو کیا فکر ہے؟ وہ بولے کہ معاملہ خراب ہے میری آواز حضور کی آواز پر بلند ہو جاتی رہی تو میرے عمل بالکل اکارت ہو گئے ہیں اور میں تو دوزخی ہو گیا ہوں وہ صحابی حضور ﷺ کے پاس گئے اور یہ باتیں آپ سے عرض کر دیں کہ ثابتؓ تو ایسا اور ایسا کہتا ہے دوبارہ وہ بشارت عظیمہ لے کر گئے اور حضور ﷺ نے فرمایا جا کر اس کو کہو کہ تو دوزخی نہیں بلکہ جنتی ہے۔

مسند احمد کی روایت میں اس طرح ہے:

وَ جَلَسَ فِیْ اَہْلِہٖ حَزِیْناً فَتَفَقَّدَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَانْطَلَقَ بَعْضُ الْقَوْمِ اِلَیْہِ

فَقَالُوْا لَہٗ تَفَقَّدَکَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مَا لَکَ

(مسند امام احمد، ج 19، ص 391، رقم 12399)

حضرت ثابتؓ اپنے گھر میں مغموم ہو کر بیٹھ گئے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو نہ پایا قوم میں سے بعض ان کے پاس گئے اور کہا کہ تجھے کیا ہے آنحضرت ﷺ نے تجھے مفقود پایا ہے۔

ایک روایت میں ہے:

یَا اَبَا عَمْرٍو مَاشَانُ ثَابِتٍ اشْتَکٰی فَقَالَ سَعْدٌ '' اِنَّہٗ لَجَارِیْ وَمَا عَلِمْتُ لَہٗ بِشَکْوٰی فَاَتَاہُ سَعْدٌ '' فَذَکَرَ لَہٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ

(مسلم، ج 1، مسند احمد، ج 19، ص 462، رقم 12480)

اے ابو عمر ثابت کا کیا معاملہ ہے؟ کیا وہ بیمار ہے؟ حضرت سعد نے فرمایا کہ حضرت وہ میرے پڑوس میں رہتے ہیں اور میرے علم کے مطابق وہ بیمار نہیں چنانچہ حضرت سعد ان کے پاس گئے اور آپ ﷺ کا پیغام ذکر کیا

اس روایت میں بالکل صاف اور واضح ہے کہ اگر جناب رسول اللہ ﷺ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہوتے تو حضرت ثابت بن قیس کے فقدان اور ان کی بیماری کا ہرگز خلاف واقعہ خیال آپ ﷺ کے ذہن مبارک میں نہ پیدا ہوتا اور نہ حضرات صحابہ کرام سے پوچھنے کی نوبت آتی اور نہ وہ آپ کو تحقیق حال کے بعد آگاہ کرنا ضروری سمجھتے۔

فائدہ:

تفقّد کے معنیٰ

تَفَقَّدَہٗ: طَلَبَہٗ عِنْدَ غَیْبَتِہٖ

(مختار الصحاح ص 517، باب الفا، القاموس المحیط ص 321)

کہ تفقدہ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کو غائب ہونے پر تلاش کیا۔

علامہ زبیدی الحنفیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اِفْتَقَدَهٗ وَ تَفَقَّدَهٗ طَلَبَهٗ عِنْدَ غَيْبَتِهٖ... وَ فِيْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ ﷺ اِفْتَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً اَيْ لَمْ اَجِدْهُ

(تاج العروس، ج 8 ص 502)

افتقدہ وتفقدہ کا یہی مطلب ہے کہ اس نے اس کو اس کی غیر حاضری میں تلاش کیا حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ افتقدت یعنی میں نے ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا۔

اسی مادہ سے فاقد البصر اور مفقود الخبر وغیرہما کے محاورے نکلے ہیں۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر بھی نہیں ہیں کیونکہ کوئی چیز اسی وقت غائب ہوگی جب اس کے پاس نہ ہو نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین میں سے کسی کا بھی آپ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ ﷺ عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں ورنہ وہ خود کبھی تحقیق نہ کرتے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ میں سے کوئی بھی عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے ورنہ انہیں خود حضرت ثابتؓ کے پاس جا کر تحقیق حال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔

حدیث نمبر ۱۲

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے محشر کے بعض حالات بیان کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں حوض کوثر پر ہوں گا:

وَ اِنَّهٗ سَيُجَآئُ بِرِجَالٍ مِنْ اُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ فَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ شَهِيْدٌ اِلٰى قَوْلِهِ الْحَكِيْمِ فَيُقَالُ اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ

(بخاری، ج 2 ص 966، مسلم، ج 2 ص 284، صحیح ابن حبان، ج 16 ص 344، رقم 7347، مسند البزار، ج 11 ص 278، رقم 5070، مسند امام احمد، ج 4 ص 9، رقم

2096،کنز العمال، ج 14،ص 156، رقم 38927)

اور وہاں میری امت کے بعض لوگ لائے جائیں گے اور پھر ان کو بائیں جانب (جہنم کی طرف) لے جایا جائے گا تو میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار یہ تو میرے ساتھی اور آدمی ہیں اور اللہ تعالی فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے جونئی نئی حرکتیں انہوں نے آپ کے بعد اختیار کیں آپ نے فرمایا تو میں خدا تعالی کے نیک بندہ (حضرت عیسی علیہ السلام) کی طرح عرض کروں گا کہ میں جب تک ان میں رہا تو ان سے خبردار تھا جب تو نے مجھے اپنے پاس بلالیا تو تو ہی ان کی خبر رکھتا تھا اور تو ہر چیز سے خبر دار تھا جب تو نے مجھے اپنے پاس بلالیا تو ہی ان کی خبر رکھتا تھا اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے الخ پھر الحکیم تک تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا کہ یہ لوگ برابر ایڑیوں کے بل (دین سے) لوٹتے رہے اور مرتد ہو گئے۔

یہ روایت حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اَصْحَابِیْ فَیَقُوْلُ لَا عِلْمَ لَکَ بِمَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ

(بخاری۔ ج 2،ص 974۔ابن ماجہ ،ص 329،کنز العمال ،ج 14،ص 180۔رقم۔ (3912239118

سو میں کہوں گا اے میرے پروردگار یہ تو میرے ساتھی ہیں اللہ تعالی جواب ارشاد فرمائے گا کہ آپ کو کوئی علم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات ایجاد کیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اَصْحَابِیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ

(بخاری۔ ج 2،ص 974،مسلم، ج 2،ص 250،کنز العمال۔ ج 14،ص 179۔ رقم 39120،مسند احمد۔ ج 7،ص 352۔رقم 4332،المعجم الکبیر۔ ج 17،ص 201۔ رقم 538)

حضرت انس بن مالکؓ سے بھی مروی ہے۔

(بخاری ،ج 2،ص 974،مسلم،ج 2،ص 252،کنز العمال، ج 14،ص 179،
رقم 39120،مسند امام احمد،ج 21،ص 406،رقم 13991)

یہ روایت حضرت ابودرداءؓ سے بھی مروی ہے۔
(المعجم الاوسط،ج 1،ص 125 ،رقم 397،کنزالعمال،ج 13،ص 42،رقم 36316)

حضرت سمرۃؓ بن جندب سے بھی مروی ہے۔
(المعجم الکبیر،ج 7،ص 207،رقم 6856,6598)

حضرت ابوسعید الخدریؓ سے بھی مروی ہے۔
(بخاری ،ج 2،ص 974،مسلم ،ج 2،ص 249، مسند امام احمد ،ج 17،ص 318
رقم 11220)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے۔
(بخاری ،ج 2،ص 975،مسلم ،ج 2،ص 249،مسند امام احمد ،ج 34،ص 133، رقم
20507،20494،کنز،ج 14،ص 180)

سہل بن سعدؓ سے بھی مروی ہے
(مسند امام احمد،ج 37،ص 514،رقم 22873)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔
(بخاری ،ج 2،ص 974،مسلم ،ج 2،ص 251،مسند امام احمد ،ج 38،ص 326، رقم
23290، 23337 کنزالعمال،ج 14،ص 180 ،رقم 39125)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے
(کنزالعمال،ج 14،ص 180)

ام المومنین حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں
حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فلا اقولن ای رب منی و من امتی فیقول انک لا تدری ما عملوا بعدک

ماز الوا یر جعون علی اعقابھم
(مسلم، ج 2، ص 249، کنز العمال، ج 14، ص 180، رقم 39123)
میں یہ ضرور کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے ہیں اور میرے امتی ہیں اللہ تعالی فرمائے گا بے شک تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا عمل کئے ہیں؟ یہ تو ہمیشہ ایڑیوں پر الٹے پھرتے رہے اور مرتد ہو گئے۔

غرض یہ سب الفاظ واضح طور پر یہ بتلا رہے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو ان لوگوں کی آخری گمراہیوں اور بدانجامیوں کا علم نہیں تھا اگر آپ کو وفات کے بعد بھی کسی وقت میں جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوتا تو ضرور تھا کہ ان مرتدین کا ارتداد اور ان کی ریشہ دوانیاں تبدیلیاں اور گمراہیاں آپ کے علم مبارک میں ہوتیں اور میدان محشر میں آپ سے باری تعالی ہرگز یہ ارشاد نہ فرماتے انك لا تدری ما احدثوا بعدك. انك لا علم لك بما احدثوا بعدك. اور هل شعرت ما عملوا بعدك۔

فائدہ ۱:

حوض کوثر کی یہ روایت مختلف اسانید اور متعدد طرق سے الفاظ کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ تیس سے زائد حضرات صحابہ کرام سے مروی ہے (تفصیل کیلئے نووی) حتی کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ فِيْ بَعْضِ هٰذَا مَا يَقْتَضِيْ كَوْنَ الْحَدِيْثِ مُتَوَاتِراً
ان احادیث کا بعض اس کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔

(شرح النووی، ج 2، ص 249)

بعینہ یہی بات علامہ ابی الفضل عبد الرحیم العراقی متوفی 806ھ بھی قاضی عیاض رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

(طرح التثریب فی شرح التقریب، ج 3، ص 296، حوض النبی ﷺ)

امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ نے اس قول کو امام بیہقی رحمہ اللہ

کی طرف منسوب کیا ہے جو غالباان کا سہو ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔
قاضی عیاض یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں:

متواتر النقل

(شرح النووی، ج2،ص249)

امام بیہقی نے اس باب میں 47 روایات کو جمع کیا ہے۔
(البعث والنشور۔ باب ماجاء فی حوض النبی ﷺ)

الحاصل یہ متواتر حدیث اس امر کا ثبوت قطعی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو دخول جنت و نار سے قبل کے کل واقعات معلوم نہیں اگر ایسا ہوتا تو ان مرتدین کی بے ایمانیوں بدعات کا بھی آپ ﷺ کو ضرور علم ہوتا۔

فائدہ ۲:

اللہ کے رسول ﷺ اس دن فرمائیں گے:

فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ شَهِيْدٌ

میں خدا تعالی کے نیک بندہ (حضرت عیسی علیہ السلام) کی طرح عرض کروں گا کہ میں جب تک ان میں رہا تو ان سے خبر دار تھا جب تو نے مجھے اپنے پاس بلالیا تو تو ہی ان کی خبر رکھتا تھا اور تو ہر چیز سے خبر دار تھا جب تو نے مجھے اپنے پاس بلالیا تو ہی ان کی خبر رکھتا تھا اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اب ہر جگہ نہ تو جسمانی طور پر نہ روحانی طور پر اور نہ علمی طور پہ ہر جگہ ہر مقام پر ہر وقت حاضر ناظر ہیں یہ روایت بریلویوں کے اس عقیدے کے رد پر زبردست دلیل ہے۔

بدعتی تاویلات

تاویل نمبر ۱ : نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر تمہارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو حوض والی روایت میں جن مرتدین کا ذکر ہے یقیناً ان کے اعمال بھی پیش کئے گئے ہوں گے تو نبی کریم ﷺ کو علم ہوگا کہ یہ کون لوگ ہیں۔

جواب ۱ : ہم نے جو روایت پیش کی یہ روایت متواتر ہے آپ کی پیش کردہ روایت کا تعلق خبر واحد سے ہے جو خبر متواتر کے مقابلے میں حجت نہیں۔

جواب ۲ : نیز اس روایت کے الفاظ ہیں:

فَمَا كَانَ مِنْ حَسَنٍ حَمِدتُّ اللهَ عَلَيْهِ وَ مَا كَانَ مِنْ سَيِّئٍ أَسْتَغْفِرُ اللهَ لَكُمْ یعنی جو عمل اچھا میرے سامنے پیش ہوگا اس میں اس پر اللہ تعالی کا شکر بجالاؤں گا اور جو برا عمل ہوگا اس پر خدا تعالی سے تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو اعمال پیش کئے جائیں گے وہ صرف امت اجابت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں امت دعوت (جس میں مرتدین و منافقین بھی شامل ہیں) کے اعمال ہرگز پیش نہیں کئے جاتے نہ عرض اعمال کی کسی صحیح حدیث میں ان کے اعمال پیش کرنے کا ذکر ہے۔ روایت کے الفاظ میں صاف اس کی صراحت موجود ہے کہ وہ اعمال پیش کئے جاتے ہیں جن کی مغفرت ہوسکتی ہے اور جن پہ آپ بارگاہ خداوندی میں معافی کی سفارش فرماسکتے ہیں اور یہ بالکل ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کفر و شرک اور ارتداد و نفاق ایسے گناہ ہیں کہ نہ تو اللہ ان کی مغفرت فرمائے گا اور نہ آپ ایسے لوگوں کیلئے سفارش ہی کریں گے اور انک لاتدری والی جو روایات ہم نے پیش کی وہ بھی مرتدین و بدعتیوں کے متعلق ہے۔ پھر یہ عرض اعمال بھی اجمالی ہے تفصیلی نہیں علامہ زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عرض اعمال اجمالی ہوتا ہے:

تُعْرَضُ عَلَيْهِ عَرْضاً مُجْمَلاً

(شرح الزرقانی علی الموطا، ج 1 ص 61 جامع الوضوء)

اس حوالے سے مزید تفصیل حاضر و ناظر کی بحث میں آرہی ہے۔

تاویل ۲: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی روایت میں اما شعرت ما عملو ابعدك کے الفاظ آتے ہیں جس میں ہمزہ استفہام انکاری کیلئے ہے لہٰذا حاصل مطلب یہ ہوا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا۔

جواب: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے بخاری و مسلم میں جو روایت ہے اس میں مندرجہ ذیل الفاظ ہیں:

هَلْ شَعَرْتَ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ

یہ الفاظ سراسر آپ کے مدعی کے خلاف ہیں۔ثانیا کیا ہمزہ استفہام ہر مقام پر انکاری کیلئے آتا ہے؟ اگر نہیں اور یقینا نہیں تو پھر اس کیلئے کونسا قطعی قرینہ ہے کہ آپ کی پیش کردہ روایت میں ہمزہ استفہام انکار کیلئے ہے ہم نے جو ما قبل میں انك لا تدری و انك لا علم والی روایات پیش کی وہ صراحتا آپ کی اس تاویل کو رد کر رہی ہے۔احادیث میں زیادہ تر اما شعرت کا جملہ اس موقع پر بولا جاتا ہے جہاں مخاطب کو پہلے سے اس چیز کا علم نہیں ہوتا چنانچہ حضرت حسنؓ نے زکوۃ و صدقہ کی کھجور منہ میں ڈال دی تو آنحضرت ﷺ نے ان کو جھڑکا اور تنبیہ کی تاکہ وہ کھجور منہ سے نکال دیں پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت حسنؓ سے فرمایا:

ثم قال اما شعرت انا لا ناکل الصدقة

(بخاری، ج 1 ص 202)

کیا تو نہیں جانتا کہ ہم (بنو ہاشم) صدقہ نہیں کھایا کرتے۔

علامہ بدر الدین حنفی اما شعرت کی شرح میں لکھتے ہیں:

هَذِهِ اللَّفظ تُقَالُ فِي الشَّيئِ الْوَاضِحِ التَّحْرِيمِ وَ نَحْوِهِ وَ اِنْ لَمْ يَكُنِ الْمُخَاطَبُ عَالِماً بِهٖ اىْ كَيفَ خَفِيَ عَلَيْكَ مَعَ ظُهُوْرِ تَحْرِيْمِه

(عمدة القاری، ج 9 ص 124، رقم الحدیث 1491، باب مایذکر فی الصدقة للنبی)

اما شعرت کا لفظ اس چیز اور اس موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جس کی حرمت وغیرہ بالکل واضح ہو اگر چہ مخاطب اس کو نہ جانتا ہو یعنی تجھ پر اس کی حرمت کیسے مخفی رہ گئی حالانکہ اس کی حرمت بالکل عیاں

اور ظاہر ہے۔

کم وبیش یہی مطلب ابن حجرؒ اور ان کے حوالے سے ملا علی قاری نے بھی بیان کیا۔

(فتح الباری، ج3، ص355، مرقاۃ المفاتیح، ج4، ص289)

لیجیے دو بلند پایہ حنفی محدثین اور ایک شافعی عالم ومحدث نے نے فیصلہ کر دیا کہ اما شعرت کا جملہ علم کو نہیں چاہتا بلکہ یہ ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے جس کا مخاطب کا پہلے سے علم نہ ہو۔

یہی صحیح روایت مسلم میں ان الفاظ سے آتی ہے:

اما علمت انا لا ناکل الصدقۃ

(مسلم، ج1، ص344)

امام نووی شافعی اما علمت کی شرح میں فرماتے ہیں:

هَذِهِ اللَّفْظ تُقَالُ فِي الشَّيِئِ الْوَاضِحِ التَّحْرِيمِ وَ نَحْوِه وَ إِنْ لَّمْ يَكُنِ الْمُخَاطَبُ عَالِماً بِه

(نووی شرح مسلم، ج1، ص344)

تاویل ۳: بخاری کی ایک روایت میں آتا ہے کہ بینما انا نائم گویا یہ خواب کا واقعہ ہے اور خواب میں ... ﷺ یہ واقعہ دیکھ چکے ہیں ان کو علم ہے۔

جواب: مولوی صاحب! آپ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کے دو نسخے ہیں ایک بینما انا نائم کا نسخہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ مجھ پر یہ واقعہ پیش کیا گیا مگر یہ نسخہ حاشیہ پر درج ہے اصل نسخہ جو متن کا ہے وہ یہ ہے:

بینما انا قائم اذا مرۃ (بخاری، ج2، ص975)

کہ جب میں (حوض کوثر پر) کھڑا ہوں گا تو ایک جماعت

اور علامہ ابن حجر اور عینی نے اسی "قائم" کے نسخہ کو "اوجہ" کہہ کر ترجیح دی ہے۔ اور یہ مطلب بیان کیا کہ لان المراد قیامہ علی الحوض۔

(فتح الباری، ج11، ص474، عمدۃ القاری، ج23، ص219، رقم 6587، باب الحوض)

کیونکہ مراد تو حضور ﷺ کا حوض کوثر پر قیام کرنا ہے۔

لہٰذا یہی نسخہ صحیح نسخہ ہے تعجب ہے اہل بدعت پر کہ وہ صحیح نسخہ چھوڑ کر مرجوح نسخہ سے استدلال و استناد کرتے ہیں۔ اگر بینا انا نائم کا نسخہ بھی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ خواب میں قیامت کا وہ نقشہ نبی کریم ﷺ پر اجمالی طور پر پیش کیا گیا اور اس اجمالی علم کی آپ نے امت کو اطلاع دی باقی تفصیلی جملہ کیفیات تو وہ انك لا تدری اور انك لا علم میں داخل ہیں۔

حضرت اسماءؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہے آنحضر ﷺ نے فرمایا

إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ حَتَّى أَنْظُرَ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ وَ سَيُؤْخَذُ نَاس'' دُوْنِيْ فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ مِنِّيْ وَمِنْ أُمَّتِيْ فَيُقَالُ هَلْ شَعَرْتَ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوْا يَرْجِعُوْنَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ.

(بخاری، ج 2، ص 975)

میں حوض کوثر پر رہوں گا یہاں تک کہ میں دیکھوں گا ان لوگوں کو جو تم میں سے مجھ پر پیش کئے جائیں گے اور کچھ لوگوں کو میرے سامنے ہی پکڑا جائے گا تو میں کہوں گا کہ اے میرے پروردگار یہ تو میرے ہیں اور میرے امتی ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا اعمال کئے ہیں؟ خدا تعالیٰ کی قسم یہ تو ہمیشہ ایڑیوں کے بل (دین سے) لوٹتے رہے۔

اس روایت اور اس قسم کی تمام صحیح روایات میں حوض کوثر کی تصریح موجود ہے اور یہ بھی صراحت موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن پیش آئے گا تو ان تمام صحیح روایات جو متواتر النقل ہیں سے کیونکر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرلی جائیں؟ نیز اس صحیح روایت اور اس مضمون کی دیگر صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ قیامت کے دن ان لوگوں کی طرف خصوصیت سے توجہ فرمائیں گے اور کامل التفات اور پوری توجہ کے بعد بھی آپ کو ان کے ارتداد وابتداع اور رجعت قہقہری کا کوئی علم نہیں ہوگا تا نکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واللہ مابرحوا کے الفاظ سے آپ کو ان کے ارتداد کا علم اور اس کی اطلاع دے دی جائے گی۔

حدیث نمبر ۱۳

حضرت زید بن ارقم ؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ دعا میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّایَنْفَعُ

(مسلم، ج 2، ص 350، نسائی، ج 2، ص 273، موارد الظمآن، ج 1، ص 601 باب سلو اللہ العافیۃ، صحیح ابن حبان، ج 1، ص 273، باب ما یجب علی المرء ان لسأ اللہ العلم النافع، المعجم الاوسط، ج 9، ص 32، رقم 9050، المعجم الکبیر، ج 5، ص 201، رقم 5085)

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے بھی مروی ہے۔

(نسائی، ج 2، ص 268، مستدرک، ج 1، ص 725، رقم 2011، ترمذی، ج 2، ص 186 وقا حسن صحیح، مسند امام احمد، ج 11، ص 117، رقم 6557)

اور حضرت انس بن مالک ؓ سے بھی مروی ہے۔

(نسائی، ج 2، ص 268، موارد الظمآن، ج 1، ص 605، مستدرک، ج 1، ص 174، رقم 356، صحیح ابن حبان، ج 1، ص 284، کنز العمال، ج 2، ص 78، رقم 3618)

اور حضرت ابو ہریرۃ سے بھی مروی ہے۔

(مستدرک، ج 1، ص 174، فضائل القرآن، نسائی، ج 2، ص 268، ابن ماجہ، ص 281، کنز العمال، ج 2، ص 91، رقم 3786، مسند امام احمد، ج 14، ص 188، رقم (98298779,8488)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے بھی مروی ہے۔

(کنز العمال، ج 2، ص 76، رقم 3605)

اماں عائشہ ؓ سے بھی مروی ہے۔

(کنز العمال، ج 2، ص 93، رقم 3801)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے علوم غیر نافعہ سے پناہ مانگی اور یقینا آپ ﷺ مستجاب الدعوات ہیں آپ ﷺ کی یہ دعا ضرور اللہ نے قبول کی ہوگی اور آپ ﷺ کو

ایسے علوم نہیں دے جن کا کوئی نفع نہیں۔تعجب ہے کہ نبی کریم ﷺ تو خود علوم غیر نافعہ سے پناہ مانگے مگر رضاخانی ان گندے علوم کو بھی نبی کریم ﷺ کیلئے ثابت کرتا ہے اور اسے ان کا کمال مانتا ہے۔معاذ اللہ۔

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں جو حضرت جابر بن سمرۃؓ سے مروی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ

(المعجم الکبیر،ج2،ص252،رقم2058،کنز العمال،ج2،ص78،رقم3620)

حدیث نمبر ۱۴

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک غزوہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھی ایک جگہ آپ نے پڑاؤ کیا وہاں میرا ایک ہار جاتا رہا اصل الفاظ یہ ہیں:

اِنْقَطَعَ عِقْدٌ ''لِیْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَی الْتِمَاسِہٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَہٗ

(بخاری،ج1،ص48،ج2،ص663،مسلم،ج1،ص160،نسائی،ج1،ص34،موطا امام مالک،ص19)

میرا ہار گم ہو گیا تو آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ اس کو تلاش کرکے کیلئے وہاں ٹھہرے گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اس منزل میں قیام فرمایا اور اپنے کچھ حضرات صحابہ کرامؓ کو (جن میں سے ہر ایک بجائے خود کامل ولی تھا) اس ہار کے تلاش کرنے کیلئے بھیجا اور اس اثناء میں لوگ کافی پریشان ہوئے کیونکہ نہ تو ان کے پاس پانی تھا اور نہ وہ پانی پر تھے۔لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے شکایت بھی کی کہ آپ کی صاجزادی نے سب لوگوں کو پریشان کر دیا اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ پر کافی سختی بھی کی اور ان کی کوکھ میں کئی ضربات بھی طیش اور غصہ میں آکر لگائیں۔جب بالکل مایوس ہو گئے اور تھک ہار کر جانے کا عزم کرلیا تو اسی حدیث کے آخر میں مذکور ہے:

فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَاَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ

(بخاری، ج 1 ص 48، ج 2 ص 663، مسلم، ج 1 ص 160، نسائی، ج 1 ص 34، موطا امام مالک ص 19)

جب ہم نے وہ اونٹ جس پر میں سوار تھی اٹھایا تو دیکھا کہ ہار اس کے نیچے پڑا ہوا ہے۔

اگر جناب رسول اللہ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہوتا تو اتنی پریشانی کیوں ہوتی؟ اور ہار کی تلاش کیلئے آپ خود کیوں قیام فرماتے؟ اور لوگوں کو کیوں قیام کرنے پر مجبور ہوتے؟ اور ہار کی تلاش کیلئے آپ ﷺ بعض اصحاب کو کیوں بھیجتے؟ آپ پہلے ہی فرما دیتے کہ ہار تو اونٹ کے نیچے پڑا ہوا ہے اسکو اٹھاؤ اور راستے پر گامزن ہو جاؤ پریشانی اور اضطراب کی کیا حاجت؟۔

فائدہ ۱ :

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ:

فَجَآئَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاضِعٌ '' رَاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآئٍ وَّ لَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ '' قَالَتْ فَعَاتَبَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَّ قَالَ مَاشَآئَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَ جَعَلَ يَطْعُنُ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى فَخِذِيْ

(لوگوں کی شکایت سن کر) حضرت ابو بکر میرے پاس آئے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے زانو پر سر رکھے ہوئے محو نیند تھے حضرت ابو بکر نے مجھے ڈانٹنا شروع کیا اور کہنے لگے تم نے رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ کو پریشان کیا اور ایسی جگہ روک لیا ہے جہاں بالکل پانی نہیں ہے نہ صحابہ کے پاس پانی ہے پھر حضرت ابو بکر ناراض ہو کر جو کچھ ان کے دل میں آیا کہتے رہے اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں اپنی انگلی چبھوتے رہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل آنے کے خیال سے اپنی جگہ سے مطلقاً نہ ہلی۔

اگر اولیاء اللہ عالم غیب جانتے ہیں تو صحابہ سے بڑا ولی اللہ کون ہوگا؟ مگر انہیں بھی علم نہیں کہ ہار کہاں ہے؟ وہ آکر ابو بکر صدیقؓ سے شکایت کر رہے ہیں کہ یہ آپؓ کی بیٹی کی وجہ سے ہمیں تکلیف ہو

رہی ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس میں میری بیٹی کا کیا قصور؟ یہ تو اللہ کی طرف سے ابھی تیمم کی آیت اترنی ہے اسی لئے ہار گما دیا گیا مگر وہ آ کر حضرت عائشہؓ کو اس کا قصور وار ٹھراتے ہوئے ان پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ حدیث کے اس حصہ نے بریلویوں کے تمام لایعنی تاویلات کا رد کر دیا اسے یاد رکھیں۔

فائدہ ۲:

یہ واقعہ غزوہ بن المصطلق کا ہے جو سن سات (۷) ہجری میں واقعہ ہو۔

(عمدۃ القاری، ج 4، ص 5، فتح الباری، ج 1، ص 433، ارشاد الساری، ج 6، ص 93

گویا نبی کریم ﷺ کو سن سات ہجری تک علم غیب نہیں تھا۔

بعض کے نزدیک فتح مکہ کا ہے جو اواخر ۸ ھ میں پیش آیا۔

(عمدۃ القاری، ج 4، ص 5، فتح الباری، ج 1، ص 433

فائدہ ۳:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نہ تو نبی کریم ﷺ اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ، بلکہ حاضر و ناظر ہیں ورنہ ہار ڈھونڈنے کیلئے کسی کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟

حدیث نمبر ۱۵

حدیث شفاعت طویل حدیث ہے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حدیث شفاعت میں (جس کے اندر شفاعت کی پوری تفصیل موجود ہے) یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب اہل محشر دوسرے اولو العزم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے بے نیل و مرام واپس ہو کر میرے پاس آئیں گے تو میں فوراً شفاعت کیلئے بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گا پھر ارشاد فرمایا:

فَاَقَعُ سَاجِداً لِرَبِّیْ ثُمَّ یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلَیَّ مِنْ مَّحَامِدِہٖ وَ حُسْنِ الثَّنَآئِ عَلَیْہِ شَیْئاً لَمْ یَفْتَحْہُ عَلٰی اَحَدٍ قَبْلِیْ

(بخاری، ج 2، ص 685، مسند امام احمد، ج 15، ص 384، رقم 9623)

سو میں سجدہ میں گر جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی بہترین تعریفیں منکشف فرمائے گا اور بہتر ثناء مجھے الہام کرے گا جو مجھ سے پہلے وہ طریقہ کسی کو نہیں بتایا گیا۔

ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ وَ يُلْهِمُنِيْ مِنْ مَّحَامِدِهٖ وَ حُسْنِ الثَّنَآئِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ

(مسلم، ج 1، ص 111، مستخرج ابی عوانہ، ج 1، ص 148، رقم 437، کنز العمال، ج 14، ص 169، رقم 39045)

پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی عمدہ تعریف اور ثناء کا طریقہ ظاہر کرے گا جو مجھ سے قبل کسی ایک پر بھی وہ کشف نہیں کیا گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے:

فَاَسْتَاذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ وَ يُلْهِمُنِيْ مَحَامِدَ اَحْمَدُهٗ بِهَا وَ لَا تَحْضُرُنِيَ الْاٰنَ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ

(بخاری، 2، ص 1118)

میں بارگاہ الٰہی میں حاضری کی اجازت چاہوں گا پس مجھے اجازت مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے اپنی ایسی تعریف الہام فرمائے گا جو اس وقت مجھے معلوم نہیں ہیں سو میں انہی تعریفوں کے ساتھ حق تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گا۔

انہی کی ایک روایت میں یہ ہے:

فَاَحْمَدُهٗ بِمَحَامِدَ لَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ الْاٰنَ يُلْهِمُنِيْهِ اللّٰهُ تَعَالٰى

(مسلم، ج 1، ص 110)

تو میں اللہ تعالیٰ کی ایسی محامد بیان کروں گا جن پر اس وقت میں قادر نہیں ہوں وہاں ہی اللہ تعالیٰ مجھے الہام کرے گا۔

ان صاف اور صریح روایات سے ظاہر ہے کہ یہ خاص تعریفیں، ثنائیں اور محامد اس وقت

آنحضرت ﷺ کو معلوم نہیں ہیں جب آپ مقام محمود میں عرش کے نیچے سجدہ کریں گے پھر دوبارہ پھر سہ بارہ کمافی روایۃ ابی عوانۃ سجدہ کریں گے تو اس وقت اللہ تعالی کی طرف سے آپ کو یہ تعریفیں الہام کی جائیں گی اگر آپ کو دخول جنت و نار تک کل کائنات کا تفصیلی علم حاصل ہو جیسا کہ فریق مخالف کا غلط دعوی ہے تو ضرور تھا کہ یہ تعریفیں اور محامد بھی آپ کے علم میں ہوتے جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔

فائدہ ۱ :

اس طویل حدیث میں ہے کہ لوگ شفاعت کیلئے پہلے آدم علیہ السلام پھر ابراہیم علیہ السلام اور بالترتیب حضرت موسی علیہ السلام، عیسی علیہ السلام اور آخر میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آئیں گے اس سے معلوم ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی ہر جگہ حاضر ناظر نہ تھا ورنہ لوگوں کو مختلف مقامات پر جا جا کر ان سے گزارش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

فائدہ ۲ :

بخاری کی حدیث میں لَمْ یُفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي کا جملہ واضح طور پر بتا رہا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے بھی کسی نبی ولی کو ان کلمات کی خبر نہیں دی گئی لہذا آپ ﷺ کی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی کلی علم غیب و جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہ تھا۔

حدیث نمبر ۱۶

جناب نبی کریم ﷺ نے کئی ہزار صحابہؓ کے ساتھ سنہ ۱۰ھ کے اواخر میں جب حج کیلئے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا اور اپنی قربانی کے جانور مدینہ طیبہ ہی سے ساتھ لے لئے تو مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ پر منکشف ہوا کہ اہل جاہلیت کے اس خیال باطل کیلئے کہ اشہر حج میں عمرہ کرنا بڑا گناہ ہے، انہی دنوں میں مستقل عمرہ ادا کیا جائے اور اس کے بعد از سر نو حج کا احرام باندھ کر حج کیا جائے لیکن چونکہ احرام حج کے ساتھ آپ قربانی کے جانور بھی ہمراہ لے گئے تھے (اور اس صورت میں حج کی ادائیگی سے پہلے احرام کو فسخ نہیں کیا جا سکتا اس لئے آپ بذات خود تو اس تجویز پر عمل کرنے سے معذور تھے اس واسطے آپ

نے اپنے ان حضرات صحابہ کرامؓ جو اپنی قربانیاں ساتھ نہ لائے تھے حکم دیا کہ وہ پہلے عمرہ ادا کرکے احرام سے باہر نکل آئیں اور پھر حج کیلئے یہیں سے مستقل احرام باندھ لیں بعض حضرات صحابہ کرامؓ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ حج تو کم درجہ کا ہوگا کیونکہ اس صورت میں عمرہ کے اختتام اور احرام کے درمیان اپنی بیویوں سے لطف اندوزی اور دیگر لذائذ اور مرغوبات کے استعمال کا کافی موقع مل جائے گا اور احرام کے استمرار اور دوام کی صورت میں نفس اور نفسانی خواہشات جو پابندیاں رہتی وہ باقی نہ رہ سکتی تھیں اور ان سے اس عرصہ کیلئے آزادی حاصل ہو جائے گی نیز چونکہ آنحضرت ﷺ خود ایسا نہیں کر رہے تھے اس واسطے بھی حضرات صحابہ کرامؓ کو کچھ تردد ہوا کیونکہ ان کی انتہائی آرزو یہی تھی کہ وہ بالکل اسی طرح سے حج ادا کریں جس طرح خود آنحضرت ﷺ ادا فرمائیں اور آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر حرکت وسکون میں موافقت اور یگانگت کا شرف ان کو حاصل ہو بہر حال ان وجوہ کی بناء پر آنحضرت ﷺ کی اس نئی تجویز پر عمل کرنے میں بعض لوگوں کو کچھ پس وپیش سا لاحق ہوا جب آنحضرت ﷺ کو ان خیالات و وساوس اور افکار وخطرات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے بروایت حضرت جابرؓ یہ فرمایا:

لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَیْتُ وَلَوْ لَا اَنَّ مَعِیَ الْهَدْیَ لَاَحْلَلْتُ

(بخاری، ج 1 ص 224 مسلم، ج 1 ص 396، ابو داود، ج 1 ص 249، ابن ماجہ ص 228 نسائی، ج 2 ص 18 مشکوۃ، ج 1 ص 228)

(ایام حج میں عمرہ کرکے جاہلی خیال کو پامال کرنے کے متعلق) جو بات اب مجھے بعد میں معلوم ہوئی اگر وہ مجھے پہلے ہی سے معلوم ہو جاتی تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور احرام سے باہر نکل آتا۔

شارحین:

(۱) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ای لَوْ عَرَفْتُ فِیْ اَوَّلِ الْحَالِ مَا عَرَفْتُ اٰخِراً مِّنْ جَوَازِ الْعُمْرَۃِ فِیْ اَشْھُرِ

الْحَجِّ لَمَا اَهْدَيْتُ اَوْ لَكُنْتُ مُتَمَتِّعاً لِمُخَالَفَةِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ
(عمدۃ القاری، ج 13، ص 93، کتاب الشرکۃ باب الاشتراک فی الھدی والبدن)
یعنی اگر شروع ہی سے میں وہ بات پہچان لیتا جواب آخر میں آ کر مجھے معلوم ہوئی ہے کہ اشہر الحج میں عمرہ جائز ہے تو میں قربانی کیوں ساتھ لاتا؟ یعنی میں تو پھر ضرور تمتع کر کے اہل جاہلیت کی عملی مخالفت کرتا۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

اَیْ لَوْ عَلِمْتُ فِی الْاَوَّلِ مَا عَلِمْتُ فِی الْاٰخِرِ مَا سقت الهدی
(عمدۃ القاری، ج 10، ص 172، باب عمرۃ التنعیم)
یعنی اگر میں ابتداء ہی میں جان لیتا جیسا کہ بعد میں آ کر مجھے معلوم ہوا ہے تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا۔

(۱) ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اَيْ لَوْ عَلِمْتُ فِي قَبْلُ (مِنْ اَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ) اَيْ مَا عَلِمْتُهُ فِي دُبُرٍ مِنْهُ وَالْمَعْنىٰ لَوْ ظَهَرَ لِي هٰذَا الرَّاْيُ الَّذِي رَاَيْتُهُ الْاٰنَ لَاَمَرْتُكُمْ بِهٖ فِي اَوَّلِ اَمْرِي
(مرقات، ج 5، ص 464)

یعنی اگر یہ رائے جواب مجھ پر ظاہر ہوئی ہے

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

"اگر پیش ازیں میدانستم برآمدن از احرام برشما شاق خواہد آمد من نیز سوق ہدی نمی کردم و من نمی دانستم کہ حکم الٰہی چنیں خواہد بود"۔

(اشعۃ اللمعات، ج 2، ص 338)

اگر اس سے پہلے مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شاق گذرے گا تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور مجھے تو معلوم نہ تھا کہ حکم الٰہی ایسا ہو جائے گا۔

حدیث نمبر ۱۷

عن سعید الخدری ﷺ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّیْ بِاَصْحَابِہٖ اِذْ خَلَعَ نَعْلَیْہِ فَوَضَعَھُمَا عَنْ یَّسَارِہٖ فَلَمَّا رَاٰی ذَالِکَ الْقَوْمُ اَلْقَوْا نِعَالَھُمْ فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صَلَاتَہٗ قَالَ مَاحَمَلَکُمْ عَلٰی اِلْقَائِکُمْ نِعَالِکُمْ قَالُوْا رَاَیْنَاکَ اَلْقَیْتَ نَعْلَیْکَ فَاَلْقَیْنَا نِعَالَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ جِبْرِیْلَ اَتَانِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ فِیْہِمَا قَذْرًا ۔ ۔ ۔ الخ

(دارمی ص 867، رقم 1418، باب الصلوۃ فی النعلین سنن ابی داؤد ۔ باب الصلوۃ فی النعل، مشکوۃ، ج 1 ص 74، صحیح ابن خزیمۃ، ج 1 ص 384، رقم 786، مسند امام احمد، ج 18 ص 379، رقم 11877)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم سب جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جوتے پہن کر نماز میں مشغول تھے کہ اچانک آپ نے اپنے جوتے اتار کر بائیں طرف رکھ دیے حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کی اقتداء کرتے ہوئے جوتے اتار دیے آپ نے فرمایا کہ تمہیں جوتے اتارنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو اس لئے جوتے اتارے تھے کہ حضرات جبرئیل علیہ السلام نے مجھے آ کر اس کی خبر دی ہے کہ میری جوتیوں کو نیچے نجاست لگی ہوئی ہے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہ تھا اگر آپ کو یہ علم ہوتا تو آپ کو ضرور اپنے جوتوں کے نیچے پلیدی نظر آجاتی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آ کر خبر دینے کی کیا ضرورت ہوتی؟

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ لَعَلَّ وَجْہَ تَاْخِیْرِ الْاَخْبَارِ اِعْلَامٌ '' بِاَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا یَعْلَمُ مِنَ

الْغَیْبِ اِلَّا بِمَا یُعَلِّمُ

فائدہ:

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو تمام اولیاء، قطب اتقیاء کے سردار ہیں ان کو بھی علم غیب نہیں ورنہ وہ فقط نبی کریم ﷺ کی اتباع کی وجہ سے یہ نہ کرتے بلکہ انہیں علم ہوتا کہ نبی کریم ﷺ یہ سب کچھ ایک خاص وجہ سے کر رہے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۸

غزوہ احد سے چار مہینے کے بعد صفر 4 ہجری میں بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا جس کا خلاصہ یہ ہے بعض قبائل عرب کے کچھ لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ اپنے کچھ آدمی ہمارے ساتھ کر دیجئے (بعض روایات میں یہ بھی تصریح ہے کہ انہوں نے آدمی تبلیغ اسلام اور تعلیم کتاب وسنت کیلئے طلب کئے تھے) بہرحال آنحضرت ﷺ نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمالیا اور انصار میں سے ستر منتخب مسلمان (جو شب و روز دینی تعلیم اور دینی خدمات میں ہی میں مصروف رہتے تھے اور گویا جنہوں نے اپنی زندگی کو دین کی خدمت واشاعت ہی کے لئے وقف کر دیا تھا) ان کے ساتھ کر دئے چند منزل جانے کے بعد ان لوگوں نے غداری کی اور راستہ ہی میں مشرک قبائل کے سفاکوں سے ان خدام اسلام کو شہید کرا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو ان فرزندان اسلام کی شہادت کا اس قدر صدمہ ہوا کہ بقول حضرت انس ؓ کسی اور ایسے حادثہ پر آپ کو اتنا رنجیدہ اور غمزدہ نہیں دیکھا گیا یہاں تک کہ آپ نے ان غداروں اور سفاک قبائل کے حق میں نمازوں میں بددعا فرمائی۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی، ج 2 ص، صحیح مسلم، ج 1 ص 220)

یہ واقعہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا جمیع ما کان وما یکون کا علم نہ تھا۔

حدیث نمبر ۱۹

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ فِی الْحِجْرِ وَ قُرَیْش'' تَسالُوْنِیْ عَنْ مَسْرَای فَسَالَتْنِیْ عَنْ اشْیَآئِ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدَسِ لَمْ اثبتها فکرِبْتُ کُرْبَۃً مَاکُرِبْتُ مِثْلَہٗ قَطُّ قَالَ فَرَفَعَہٗ اللهُ لِیْ انْظُرُ اِلَیْہِ مَا یَسْالُوْنِیْ عَنْ شَیْئٍ اِلاَّ اَنْبَاْتُھُمْ

(بخاری، ج1،ص548،مسلم،ج1،ص94)

میں حطیم کعبہ میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے واقعہ معراج کے بارے میں سوالات کر رہے تھے انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں پوچھیں جن کو میں نے محفوظ نہیں رکھا تھا جس کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے اتنا کبھی پریشان نہیں ہوا تھا تب اللہ تعالی نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا وہ مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور میں دیکھ دیکھ کر بیان کرتا رہا۔

جن بدعتیوں نے یہ کہا کہ معراج کی رات آپ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب دے دیا گیا تھا یہ روایت ان کے موقف کے صریح خلاف ہے اگر معراج کی رات تو کیا معراج کے بعد بھی آپ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب دے دیا گیا تھا تو آپ ﷺ کو اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اللہ تعالی کو آپ ﷺ اور بیت المقدس کے درمیان پردے ہٹانے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ ﷺ تو سب کچھ جانتے ہیں؟ پس معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو معراج کی رات بھی جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہیں دیا گیا تھا۔

حدیث نمبر ۲۰

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ آنحضرت ﷺ سے بیان کرتے ہیں:

فَاِنَّ النَّاسَ یُصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاکُوْنُ اَوَّلَ مِنْ یُفِیقُ فَاِذَا انا بِمُوسٰی آخِذٌ بِقَائِمَۃٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ اَفَاقَ قَبْلِیْ اَوْ جُوْزِیَ بِصَعْقَتِہٖ

(بخاری، ج1،ص481،مسلم،ج2،ص267)

قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو

اچانک میں جناب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا ایک پایہ تھامے ہوئے ہوں گے مجھے معلوم نہیں کہ ان کو مجھ سے پہلے ہوش آچکا ہوگا یا ان کو طور کی بے ہوشی کے معاوضہ میں اس بے ہوشی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو۔

اگر نبی کریم ﷺ دخول جنت و نار تک سب کے حالات تفصیلی کلی حاصل ہیں تو اس جملے لا ادری میں نہیں جانتا کا کیا مطلب؟ یہ جملہ واضح طور پر بتا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو قیامت تک کے جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب کلی تفصیلی نہیں۔

نوٹ: اس موضوع پر مزید آیات و احادیث کیلئے امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کی ''ازالۃ الریب'' اور مناظر اعظم فاتح رضاخانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کی ''بوارق الغیب'' کا مطالعہ کریں۔ بندے نے بھی ان کتب سے بہت استفادہ کیا۔

فہمِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

ماقبل میں مختلف آیات کی تفاسیر میں عدم علم غیب پر صحابہ کے اقوال گزر چکے نیز احادیث بھی جو بیان کی گئی لازمی بات ہے کہ جس جس صحابی سے مروی ہیں ان صحابہ کا اس حدیث کے مطابق ہی عقیدہ ہوگا۔ مگر بطور خاص یہاں چند اور روایات ملاحظہ فرمالی جائیں۔

روایت نمبر ۱

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَتَی الْمَقْبَرَۃَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّوْمِنِیْنَ وَ اِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰہِ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ وَدِدْتُّ اَنَّا قَدْ رَاَیْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا اَوَلَسْنَا اِخْوَانَکَ قَالَ اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ اِخْوَانُنَا الَّذِیْنَ لَمْ یَاْتُوْا بَعْدُ فَقَالُوْا کَیْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَّمْ یَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ اَرَاَیْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَّہٗ خَیْلٌ "غُرٌّ" "مُّحَجَّلَۃٌ" بَیْنَ ظَہْرَیْ خَیْلٍ دُھْمٍ بُھْمٍ اَلَا یَعْرِفُ خَیْلَہٗ

(بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا السلام علیکم اے مومنو! ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں میری خواہش ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچان لیں گے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ کسی شخص کے ایسے گھوڑے ہوں جو سفید اور سفید چہرے ٹانگوں والے ہوں۔ سیاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو ان میں سے شناخت نہیں کرے گا

اس حدیث سے صاف پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو بھی علم غیب نہ تھا ورنہ

اولسنایا کیف تعرف ہرگز نہ کہتے۔

فائدہ ۱:

اس حدیث سے صراحتا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ورنہ ان لوگوں کو جو صحابہ کے بعد آنے والے تھے ان کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی آپ ﷺ تو ان میں موجود تھے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے بعد جتنے اولیاء اللہ تعالی ہوں گے بلکہ پوری امت مسلمہ ان میں سے کوئی بھی ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ورنہ آپ ﷺ ان کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار ہی نہ کرتے کیونکہ وہ تو آپ ﷺ کی حیاتی ہی میں موجود تھے۔

فائدہ ۲:

اس حدیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے اپنی مبارک زبانوں سے نبی کریم ﷺ کو ''اپنا بھائی'' کہا اب جو تقویۃ الایمان پر بریلوی فتوے لگاتے ہیں وہ سارے فتوے ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین پر لگ رہے ہیں معاذ اللہ۔

علامہ نووی شافعی وملا علی قاری حنفی اس جملہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

لَيْسَ هَذَا نَفْياً لِأُخُوَّتِهِمْ لٰكِنْ ذَكَرَ لَهُمْ مَزِيَّةً بِالصُّحْبَةِ عَلَى الْأُخُوَّةِ فَهُمْ إِخْوَةٌ'' وَصَحَابَةٌ'' كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ''

(شرح مسلم، ج 1، ص 127، مرقاۃ المفاتیح، ج 2، ص 23)

نبی ﷺ نے صحابہ سے بھائی ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ ان کا وہ مرتبہ ذکر کیا جو اس پر زائد ہے اور جو ان کے ساتھ مختص ہے اور جو بعد میں آنے والے مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے اس لئے ان کا ذکر دینی اخوت کے ساتھ کیا علامہ ابن عبد البر نے کہا کہ تمام اہل ایمان آپ کے دینی بھائی ہیں اور آپ کے صحابہ وہ ہیں جو آپ کی صحبت میں رہے ہوں

علامہ زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْبَاجِيُّ لَمْ يَنْفِ بِذَالِكَ أُخُوَّتَهُمْ وَلٰكِنْ ذَكَرَ مَرْتَبَتَهُمُ الزَّائِدَةَ

بِالصُّحْبَۃِ وَاخْتِصَاصِھِمْ بِھَا وَ اِنَّمَا مَنَعَ اَنْ یُسَمُّوْا بِذَالِکَ لِاَنَّ التَّسْمِیَۃَ وَالْوَصْفَ عَلٰی سَبِیْلِ الثَّنَآئِ وَالْمَدْحِ لِلْمُسَمّٰی یَجِبُ اَنْ یَکُوْنَ بِاَرْفَعِ حَالَتِہٖ وَ اَفْضَلِ صِفَاتِہٖ وَلِلصَّحَابَۃِ بِالصُّحْبَۃِ دَرَجَۃٌ'' لَا یَلْحَقُھُمْ فِیْھَا اَحَدٌ'' فَیَجِبُ اَنْ یُوْصَفُوْا بِھَا وَ قَبْلَہٗ عِیَاض '' ثُمَّ النَّوَوِیُّ وَ زَادَ فَھُؤُلَآئِ اِخْوَۃٌ'' صَحَابَۃٌ'' وَالَّذِیْنَ لَمْ یَأْتُوْا اِخْوَۃٌ ''لَیْسُوْا بِصَحَابَۃٍ

(شرح الزرقانی علی الموطا، ج 1 ص 148)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھائی کہنا

بعض رضاخانی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو بھائی کہا مگر صحابہ میں سے کسی نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی نہ کہا۔ اس سلسلے میں گذارش ہے کہ ''اخوت'' از ''تقابل تضایف'' ہے لہذا اس میں دونوں جہت ملحوظ ہوتی ہیں یہ نہیں کہ ایک طرف سے تو اخوت ہے اور دوسری طرف سے اخوت نہ ہو۔ مزید اتمام حجت کیلئے ایسے رضاخانیوں کیلئے یہ حوالہ ملاحظہ ہو:

اہل بدعت کی طرف سے امیر المجاہدین حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ پر یہ جاہلانہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہا یہ کھلی گستاخی ہے۔ ہماری طرف سے اس کا تفصیلی دندان شکن تحقیقی والزامی حوالہ جات کے ساتھ جواب کتاب'' دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول'' میں دیا جا چکا ہے جب اہل بدعت ہماری مضبوط گرفت سے ہر طرح سے عاجز آ گئے تو یہ نیا ڈھکوسلہ تراشا کہ اچھا امتیوں میں بھی کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہا تو لیجئے ہم خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت مختلف کتب سے پیش کر رہے ہیں جس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنا بھائی کہہ رہے ہیں (أَخَوَيَّ)۔ ہم امید (اگر چہ یہ امید محال عقلی کے درجہ میں ہے) کہ اب یا تو اپنے اعتراض کو مبنی پر تعصب شمار کریں گے یا توپوں کا رخ ادھر بھی کریں گے۔

اَنَّ عُمَرَ قَالَ: اذْهَبْ يَا غُلَامُ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فَقُلْ لَهَا: "إِنَّ عُمَرَ يَسْأَلُكِ اَنْ تَأْذَنِي لِي اَنْ أُدْفَنَ مَعَ اَخَوَيَّ ثُمَّ ارْجِعْ إِلَيَّ فَأَخْبِرْنِي قَالَ: فَأَرْسَلَتْ اَنْ

نَعَمْ قَدْ اذِنْتُ لَكَ قَالَ: فَارْسَلَ فَحُفِرَ لَهُ فِي بَيْتِ النَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلم ثُمَّ دَعَا ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: "يَا بُنَيَّ إِنِّي قَدْ ارْسَلْتُ إِلَى عَائِشَةَ اسْتَاذِنُهَا انْ أُدْفَنَ مَعَ اخَوَيَّ فَاذِنَتْ لِي وَانَا اخْشَى انْ يَكُونَ ذَلِكَ لِمَكَانِ السُّلْطَانِ فَإِذَا انَا مُتُّ فَاغْسِلْنِي وَكَفِّنِّي ثُمَّ احْمِلْنِي حَتَّى تَقِفَ بِي عَلَى بَابِ عَائِشَةَ فَتَقُولُ: هَذَا عُمَرُ يَسْتَاذِنُ يَقُولُ الخ. . . . فَإِنْ اذِنَتْ لِي فَادْفِنِّي مَعَهُمَا وَإِلَّا فَادْفِنِّي بِالْبَقِيعِ" قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَلَمَّا مَاتَ ابِي حَمَلْنَاهُ حَتَّى وَقَفْنَا بِهِ عَلَى بَابِ عَائِشَةَ فَاسْتَاذَنَهَا فِي الدُّخُولِ فَقَالَتِ: ادْخُلْ بِسَلَامٍ

(طبقات ابن سعد، ج 3، ص 326، المکتبۃ الخانجی القاہرہ بتحقیق الدکتور علی محمد، کنز العمال، ج 2، ص 483، موسسۃ الرسالہ، تاریخ دمشق، ج 44، ص 446، دار الفکر بیروت، موسوعۃ ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر، ص 772)

ترجمہ: فرمایا بیٹے میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنے دونوں بھائیوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ تدفین کی اجازت طلب کی جو انہوں نے مجھے دے دی لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ اجازت میرے مقام سلطنت کی وجہ سے نہ ملی ہو؟ سو اس پر (ان کی دلی رضامندی معلوم کرنے کیلئے یہ کہا جائے) جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دینے اور کفن پہنانے کے بعد اٹھا کر حضرت عائشہ کے دروازے پر لے جایا جائے اور پھر آپ ان سے کہو کہ یہ عمر ہیں جواب پھر بھی آپ سے اجازت طلب کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ انہیں اپنے ساتھیوں محمد رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق کے ساتھ دفنانے کی اجازت دی جائے؟ اگر انہوں نے (ایک مرتبہ پھر) اجازت دے دی تو مجھے وہاں دفنا دیا جائے وگرنہ بقیع دفنایا جائے ابن عمر فرماتے ہیں جب آپ وفات پا گئے تو ہم نے حسب ہدایات و وصیت آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پہ لے جا کر ان سے اجازت لی آپ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی طرف سے سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

فائدہ ۳:

حدیث میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے الفاظ ہیں وہ بریلوی جو حرف ک سے نبی کریم ﷺ کو ہر جگہ ہر مقام ہر آن ہر گھڑی حاضر و ناظر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جواب دیں کہ کیا قبور میں موجود مردے بھی اب اس کاف ضمیر خطاب کی وجہ سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں؟

دار قوم مومنین میں دار پر نصب "حرف یا" مقدر کی وجہ سے اب جو رضاخانی یا کے لفظ سے نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جواب دیں کیا یہاں قبور والے بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں؟

فائدہ ۴:

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّھُمْ یَعْرِفُوْنَ الزَّائِرَ وَ یُدْرِکُوْنَ کَلَامَہٗ وَسَلَامَہٗ

(مرقاۃ المفاتیح، ج2،ص23)

اس میں اشارہ ہے کہ اس طرف کہ قبر میں مردہ اپنی زیارت کرنے کے کلام و سلام کو سمجھتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مردے قبروں میں سنتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

روایت نمبر ۴

تَصَدَّقْنَ یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِیِّکُنَّ قَالَتْ: فَرَجَعْتُ إِلَی عَبْدِاللهِ فَقُلْتُ: إِنَّکَ رَجُلٌ خَفِیفُ ذَاتِ الْیَدِ وَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَاتِهِ فَاسْاَلْهُ فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ يَجْزِي عَنِّي وَإِلَّا صَرَفْتُهَا إِلَى غَيْرِكُمْ قَالَتْ: فَقَالَ لِي عَبْدُ اللهِ: بَلِ ائْتِيهِ اَنْتِ قَالَتْ: فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِي حَاجَتُهَا قَالَتْ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ قَالَتْ: فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ: ائْتِ رَسُولَ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْاَلَانِكَ: اَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلَى اَزْوَاجِهِمَا وَعَلَى اَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ قَالَتْ: فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ هُمَا فَقَالَ: امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَزَيْنَبُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ: امْرَاَةُ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَهُمَا اَجْرَانِ: اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ

(متفق علیہ مشکوۃ، ج 1 ص 172، بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو خواہ زیورات سے کیا کرو حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ تم خالی ہاتھ اور مفلس ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم کرو اگر (تمہیں دینا) ادائیگی صدقہ سے کافی ہو تو فبہا ورنہ میں تمہارے سوا کسی اور کو دے دیتی ہوں۔ حضرت زینب فرماتی ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا تم خود جاؤ حضرت زینب کہتی ہیں میں گئی تو دیکھا کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر کھڑی ہے اور اسے بھی یہی مسئلہ درپیش تھا اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مرعوب رہتے تھے پھر حضرت بلالؓ باہر آئے تو ہم نے کہا تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہو کہ دو عورتیں دروازے پر یہ معلوم کرنے کیلئے کھڑی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور جو ان کی گود میں یتیم بچے ہیں ان کو صدقہ دیں تو ادا ہو جائے گا اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے یہ مسئلہ معلوم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال سے پوچھا وہ عورتیں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا ایک انصار کی عورت ہے اور دوسری زینب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون سی زینب؟ انہوں نے کہا عبداللہ بن مسعود کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انہیں دو اجر ملیں گے ایک اجر قرابت کا اور ایک

اجر صدقہ کا۔

ولا تخبرہ من نحن اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں کا جملہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب نہیں ورنہ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ ان کو اس بات کی خبر نہ دینا کہ ہم کون ہیں؟

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

إِرَادَةَ الْإِخْفَاءِ مُبَالَغَةً فِي نَفْيِ الرِّيَاءِ

کوئی ملا علی قاری کو بتلائے کہ حضرت جب ساری دنیا حضور ﷺ کے سامنے مثل ہتھیلی کے ہے تو اصحاب رسول ﷺ کسی امر کو کیسے رسول اللہ ﷺ سے مخفی رکھ سکتے ہیں؟

فائدہ:

ولا تخبرہ من نحن اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں؟ یہ باتیں صحابہ نبی کریم ﷺ کے پردے کے پیچھے سے کر رہے ہیں اب جو بریلوی علماء اہل السنت پر الزام لگاتے ہیں کہ دیکھو ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں یہ گستاخ بے ادب ہیں وہ ان صحابہ کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے جو نبی کریم ﷺ کے گھر کے دروازے کے باہر جس پر پردہ پڑا ہوا ہے فرما رہی ہیں کہ دیکھو نبی کریم ﷺ کو نہ بتانا کہ ہم کون ہیں گویا ان کا عقیدہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیوار کیا پردے کے پیچھے کا بھی علم غیب نہیں اور حضرت بلال ؓ بھی یہ نہیں فرمارہے ہیں کہ یہ کیا کہہ رہی ہو یہ تو وہابیوں کا عقیدہ ہے نبی کریم ﷺ کو اگر خبر نہ دوں تب بھی ان کو تو ہر چیز کا علم ہے۔

روایت نمبر ۳

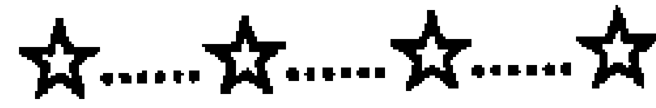
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

هَذِهِ الْخَمْسَةُ لاَ يَعْلَمُهَا مَلَكٌ '' مُقَرَّبٌ '' وَلاَ نَبِيٌّ '' مُصْطَفًى فَمَنِ ادَّعَى اَنَّهُ يَعْلَمُ شَيْئاً مِنْ هَذِهِ فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْآنِ لِاَنَّهُ خَالَفَهُ

(تفسیر الخازن، ج3، ص401، تفسیرات احمدی، ص608)

یہ پانچوں چیزیں وہ ہیں کہ نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی برگزیدہ نبی پس جو کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے تو اس نے قرآن کے ساتھ کفر کیا کیونکہ اس نے اس کی کھلی مخالفت کی۔

مزید اقوال ماقبل میں قرآنی آیات کی تفاسیر میں گزر چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔



فہمِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

حضرت سدی تابعی رحمۃ اللہ علیہ

لَیسَ مِن اَھلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَحَد'' اِلَّا وَقَدْ اَخْفَی اللّٰہُ عَنْہ' عِلْمَ السَّاعَۃِ وَھِیَ فِیْ قِرَأۃِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَکَادُ اُخْفِیْہَا مِنْ نَّفْسِیْ یَقُوْلُ کَتَمْتُھَا مِنَ الْخَلَائِقِ حَتّٰی لَوِ اسْتَطَعْتُ اَنْ اَکْتُمَھَا مِنْ نَّفْسِیْ لَفَعَلْتُ

(الدر المنثور ، ج 10 ص ،178 تفسیر ابی حاتم ص 2419)

زمین و آسمان میں جتنی بھی مخلوق ہے سب سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم مخفی رکھا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ

لَعَمْرِیْ لَقَدْ اَخْفَاھَا اللّٰہُ مِنَ الْمَلَآئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ مِنَ الْاَنْبِیَآئِ الْمُرْسَلِیْنَ

(تفسیر ابن کثیر ، ج 5 ص 277 ، در منثور ، ج 10 ص 179 تفسیر ابی حاتم ص 2419. تفسیر طبری . ج 18 ص 286)

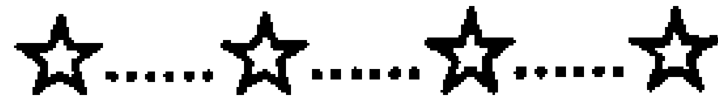
میری جان کے مالک کی قسم اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو ملائکہ مقربین و انبیاء مرسلین سے بھی مخفی رکھا۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

رَایَ الْمَنْصُوْرُ فِیْ مَنَامِہٖ صُوْرَۃَ مَلَکِ الْمَوْتِ وَ سَالَہٗ عَنْ مُدَّۃِ عُمْرِہٖ فَاَشَارَ بِاَصَابِعِہِ الْخَمْسِ فَعَبَّرَھَا الْمُعَبِّرُوْنَ بِخَمْسِ سَنَوَاتٍ وَّ بِخَمْسِ اَشْھُرٍ وَّ بِخَمْسَۃِ اَیَّامٍ فَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ ھُوَ اِشَارَۃ'' اِلٰی ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ فَاِنَّ الْعُلُوْمَ الْخَمْسَ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا اللّٰہُ

(تفسیر مدارک ج 3 ص 723 تفسیر احمدی ص 608)

خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو اس سے اپنی عمر کے متعلق دریافت کیا کہ میں مزید کتنا عرصہ زندہ رہوں گا؟ تو ملک الموت نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا۔ تو تعبیر بتانے والوں میں سے کسی نے بتایا کہ آپ مزید پانچ سال جئے گیں کسی نے پانچ ماہ کسی نے پانچ دن کی تعبیر بتائی۔ خلیفہ نے یہی خواب امام اعظم کے سامنے رکھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو امام اعظمؒ نے جواب دیا کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ سورہ لقمان کی ان آخری پانچ آیات (ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیہ) کی طرف ہے بلاشبہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔



فہمِ محدّثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

(۱) امام نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

مَعْنَاہُ التَّنْبِیْہُ عَلٰی حَالَۃِ الْبَشَرِیَّۃِ وَ اَنَّ الْبَشَرَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِنَ الْغَیْبِ وَ بَوَاطِنِ الْاُمُوْرِ شَیْئاً اِلَّا اَنْ یُطْلِعَھُمُ اللہُ تعالی عَلٰی شَیْئٍ مِّنْ ذَالِکَ وَ اَنَّہٗ یَجُوْزُ عَلَیْہِ فِیْ اُمُوْرِ الْاَحْکَامِ مَا یَجُوْزُ عَلَیْھِمْ وَ اَنَّہٗ یَحْکُمُ بَیْنَ النَّاسِ بِالظَّاہِرِ وَ اللہُ یَتَوَلَّی السَّرَائِرَ فَیَحْکُمُ بِالْبَیِّنَۃِ وَ بِالْیَمِیْنِ وَ نَحْوِ ذَالِکَ مِنْ اَحْکَامِ الظَّاہِرِ مَعَ اِمْکَانِ کَوْنِہٖ فِی الْبَاطِنِ خِلَافَ ذَالِکَ

(شرح مسلم، ج2،ص74)

اس کا منشا یہ ہے کہ حالت بشریت پر تنبیہ کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ بشر کو غیب اور باطنی امور کا علم نہیں ہوتا بجز اس کے کہ اللہ تعالی کسی چیز پر ان کو مطلع کر دے اور اس سے یہ بھی بتانا ہے کہ فصل خصومات میں جس طرح دوسروں سے خلاف واقع فیصلہ کرنا ممکن ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ سے بھی ممکن ہے اور آپ بھی لوگوں کے درمیان ظاہری حال پر فیصلہ کرتے ہیں اور اندرونی رازوں کا معاملہ خدا سے ہے سو آپ شہادت اور قسم وغیرہ ظاہری قرائن کے ذریعہ ہی فیصلہ صادر فرماتے ہیں اور اس کا امکان ہے کہ واقع میں معاملہ اس کے خلاف ہو۔

(۲) ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَوْلُہٗ اِنَّمَا اَنَا بَشَر " اَیْ کَوَاحِدٍ مِّنَ الْبَشَرِ فِیْ عَدَمِ عِلْمِ الْغَیْبِ

(فتح الباری، ج12،ص339، رقم 6967)

میں بشر ہی ہوں یعنی علم الغیب نہ ہونے میں دوسرے انسانی افراد کی طرح ہوں۔

(۳) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَوْلُہٗ اِنَّمَا اَنَا بَشَر " لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ بَوَاطِنَ الْاُمُوْرَ کَمَا ھُوَ مُقْتَضِی الْحَالَۃِ الْبَشَرِیَّۃِ وَ اَنَّہٗ یَحْکُمُ بِالظَّاہِرِ

(عمدۃ القاری، ج13،ص7،8، باب اثم من خاصم فی باطل وھو یعلمہ)

میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہوں اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور تمہارے معاملات کے اندرونی احوال کو میں نہیں جانتا جیسا کہ بشریت کا تقاضہ ہے اور میں تو صرف ظاہری حال پر ہی فیصلہ دیتا ہوں۔

(۴) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِنَّمَا انا بَشَر ''مُشَارِک'' لَّکُمْ فِی الْبَشَرِیَّۃِ بِالنِّسْبَۃِ لِعِلْمِ الْغَیْبِ الَّذِیْ لَمْ یُطْلِعْنِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَقَالَ ذَالِکَ تَوطِئَۃ ''لِقَوْلِہٖ وَاِنَّہٗ یَاتِیْنِیَ الْخَصْمُ فَلَا اَعْلَمُ بَاطِنَ امرہ

(ارشاد الساری، ج 10 ص 248، باب من قُضِی لہ بحق اخیہ)

میں تو بشر ہی ہوں اور تمہارے ساتھ غیب کے ان امور میں شریک ہوں جن پر اللہ تعالی نے مجھے اطلاع نہیں دی اور یہ ارشاد وانہ یاتینی الخصم کے قول کیلئے تمہید ہے تو میں اس کے باطن کا علم نہیں رکھتا۔

آگے لکھتے ہیں:

انما انا بشر وَھُوَ رَدّ'' عَلٰی مَنْ زَعَمَ انَّ مَنْ کَانَ رَسُوْلاً فَاِنَّہٗ یَعْلَمُ کُلَّ غَیْبٍ حَتّٰی لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ الْمَظْلُوْمَ مِنَ الظَّالِمِ

(ارشاد الساری، ج 10 ص 251)

آپ ﷺ نے انما انا بشر ان لوگوں کی تردید کیلئے فرمایا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول کو کل غیب کا علم ہوتا ہے حتی کہ اس پر مظلوم اور ظالم مخفی نہیں رہتے۔

(۵) علامہ نورالدین سندی متوفی 1139ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وانما انا بشر ای لَا اَعْلَمُ مِنَ الْغَیْبِ اِلَّا مَا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ کَمَا ھُوَ شَانُ الْبَشَرِ

(سندی علی النسائی، ج 2 ص 306)

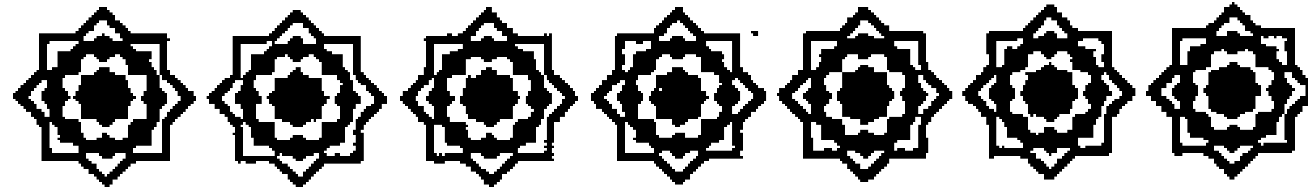
میں تو بشر ہی ہوں یعنی میں غیب نہیں جانتا مگر صرف اسی حد تک جس پر مجھے اللہ تعالی نے تعلیم کے ذریعہ آگاہ کیا ہے جیا کہ انسان اور بشر کی شان ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَفِيهِ أَنَّهُ كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَإِنَّمَا كَانَ يَعْلَمُ مِنْهُ مَا يُظْهِرُهُ اللَّهُ عَلَيْهِ

(التمہید، 10، ص 187)

اس حدیث میں اس باب پر دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب نہیں جانتے وہ غیب کے امور میں سے فقط اتنا ہی جانتے ہیں جتنا اللہ ان پر ظاہر فرمادے۔



فہمِ متکلّمین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تمام حنفیوں کا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں

(۱) ذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصْرِيحاً بِالتَّكْفِيرِ بِاعْتِقَادِهِ اَنَّ النَّبِيَّ عليه الصلوة والسلام يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قوله تعالى قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الا الله كذا فى المسايرة

(شرح فقہ الاکبر ص:422، دار البشائر الاسلامیہ۔ بیروت)

حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والی کی تکفیر کی ہے جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا ہاں صرف اللہ تعالی ہی غیب کا علم رکھتے ہیں۔

(۲) ذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصْرِيحاً (فِىْ فُرُوْعِهِمْ) تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبى يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الا الله

(المسامرۃ شرح المسایرۃ، ج2، ص212)

حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والی کی تکفیر کی ہے جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا ہاں صرف اللہ تعالی ہی غیب کا علم رکھتے ہیں

(۳) شیخ امام قاسم بن قطلو بغا الحنفی (878) فرماتے ہیں:

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ بردة اَنَّ الله تعالى لَمْ يُطْلِعْ عَلَى الرُّوْحِ مَلَكاً مُقَرَّباً وَّلَا نَبِيّاً مُرْسَلاً (حاشیہ المسامرۃ شرح المسایرۃ ص232)

عبد اللہ بن بردۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے روح کی حقیقت پر نہ تو کسی مقرب فرشتے اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو مطلع کیا ہے۔

(۴) امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَصْلُ الْقَدْرِ سِرُّ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ خَلْقِهٖ لَمْ يَطَّلِعْ عَلٰى ذَالِكَ مَلَكٌ'' مُقَرَّبٌ'' وَلَانَبِيٌّ'' مُرْسَلٌ''

(شرح عقیدہ طحاویہ ص 180)

(۵) علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَ بِالْجُمْلَةِ اَلْعِلْمُ بِالْغَيْبِ اَمْرٌ '' تَفَرَّدَ بِهِ اللّٰهُ تَعَالٰى لَاسَبِيْلَ اِلَيْهِ العباد اِلاَّ بِاِعْلَامٍ مِنْهُ وَالْاِلْهَامِ بِطَرِيْقِ الْمُعْجِزَةِ اَوِ الْكَرَامَةِ اَوْ اِرْشَادٍ اِلَى اِسْتِدْلَالٍ بِالْاَمَارَاتِ فِيْمَا يُمْكِنُ فِيْهِ ذَالِكَ

(شرح عقائد النسفی ص 204)

خلاصہ کلام علم غیب ایک ایسا امر ہے جسکے ساتھ اللہ تعالی متفرد ہے بندوں کو اس طرف پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے مگر اعلام یا الہام کے ساتھ جسے کرامت پر محمول کیا جائے گا یا معجزہ پر۔

(۶) اس کی شرح علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَالتَّحْقِيْقُ اَنَّ الْغَيْبَ مَا غَابَ عَنِ الْحَوَاسِ وَالْعِلْمِ الضَّرُوْرِيِّ وَالْعِلْمِ الْاِسْتِدْلَالِيِّ وَقَدْ نَطَقَ الْقُرْاٰنُ بِنَفْيِ عِلْمِهٖ عَمَّنْ سِوَاهُ تَعَالٰى فَمَنِ ادَّعٰى اَنَّهٗ يَعْلَمُهٗ كَفَرَ وَ مَنْ صَدَّقَ الْمُدَّعِيْ كَفَرَ وَ اَمَّامَا عَلِمَ بِحَاسَّةٍ اَوْ ضَرُوْرَةٍ اَوْ دَلِيْلٍ فَلَيْسَ بِغَيْبٍ وَّلَا كُفْرَ فِيْ دَعْوَاهُ لَا فِيْ تَصْدِيْقِهٖ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ

(شرح نبراس 574)

اور تحقیق غیب وہ ہے جو حواس ظاہری سمع و بصر سے غائب ہو اور علم ضروری وحی والہام اور علم استدلالی علامات و دلائل پر اس کی بنیاد نہ ہو کتاب اللہ اور ارشادات واحادیث میں اللہ

کے سوا جس علم غیب کی نفی فرمائی گئی ہے وہ یہی علم غیب ہے اور اس کا مدعی ومصدق بالاتفاق کافر ہے لیکن جو امور سمع و بصر سے محسوس و مدرک ہوں یا وحی یا الہام یا علامات و دلائل سے معلوم ہوں وہ غیب نہیں اور نہ ان سے متعلق علم علم غیب ہے۔

(۷) علامہ بیاضی حنفی رحمہ اللہ حدیث جبریل کی شرح میں فرماتے ہیں:

باعلم من السائل لِاِسْتِوَائِنَا فِیْ عَدْمِ الْعِلْمِ بِوَقْتِ قِیَامِھَا

(اشارات المرام ص 50)

قیامت کے وقت وقوع کا علم نہ ہونے میں ہم دونوں برابر ہیں۔

ایک اور انداز

شرح عقائد میں ہے کہ انسان اپنے افعال کا خالق نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر انسان اپنے افعال کا خالق خود ہوتا تو اپنے افعال کا تفصیلی علم بھی رکھتا کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ جس چیز پر آدمی قادر ہوتا ہے اس کے بارے میں پہلے سے ہی مکمل معلومات رکھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں یعنی کوئی انسان اپنے افعال کا تفصیلی علم رکھتا ہو تو افعال کا خالق ہونا بھی باطل معلوم ہوا کہ انسان اپنے افعال کا علم کبھی نہیں رکھ سکتا ورنہ اس صورت میں اسے اپنے افعال کا خالق ماننا پڑے گا۔ پس اگر اب حضور ﷺ کو علم غیب ہوتا تو اب ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ اپنے افعال کے خالق بھی ہیں اور یہ دلیل معتزلہ کے خلاف نہیں بن سکتی۔

اَنَّ الْعَبْدَ لَوْ کَانَ خَالِقاً لِاَفْعَالِہٖ لَکَانَ عَالِماً بِتَفَاصِیْلِھَا ضَرُوْرَۃً اَنَّ اِیْجَادَ الشَّیْئِ بِالْقُدْرَۃِ وَالْاِخْتِیَارِ لَایَکُوْنُ اِلَّا کَذَالِکَ وَاللَّازِمُ بَاطِلٌ''

(شرح العقائد مع مجموعۃ السنیۃ ص 369)

☆......☆......☆......☆

فہمِ اصولیین

(۱) علامہ صدر الشریعۃ عبداللہ بن مسعود (748ھ) فرماتے ہیں:

وَالْمُخْتَارُ عِنْدَنَا اَنَّہٗ مَامُوْر '' بِاِنْتِظَارِ الْوَحْیِ ثُمَّ الْعَمَلِ بِالرَّأیِ بَعْدَ انْقِضَائِ مُدَّۃِ الْاِنْتِظَارِ (التوضیح)

ہمارے علماء احناف کا مختار مسلک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ وحی کے انتظار کرنے کے مامور تھے پھر اس مدت انتظار کے بعد اپنی رائے پر عمل کرنے کے مامور تھے۔

(۲) علامہ حسام الدین (644ھ) فرماتے ہیں:

وَالصَّحِیْحُ عِنْدَنَا اَنَّہٗ علیہ السلام کَانَ یَعْمَلُ بِالْاِجْتِہَادِ اِذَا انْقَطَعَ طَمْعُہٗ عَنِ الْوَحْیِ فِیْمَا ابْتُلِیَ بِہٖ وَکَانَ لَا یُقَرُّ عَلَی الْخَطَاءِ

(حسامی مع شرح النامی ص189)

ہمارے (علماء احناف کے) نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ آپ کی جب وحی سے امید منقطع ہو جاتی تھی تو ایسے امور میں اجتہاد پر بھی عمل فرمایا کرتے تھے جن کی ضرورت درپیش ہوتی تھی مگر آپ کو خطا پر برقرار نہیں رکھا جاتا۔

(۴.۳) علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی اور ملا جیون فرماتے ہیں:

و عندنا ھو مامور بانتظار الوحی فیما لم یوح الیہ ای اذا نزلت الحادثۃ بین یدیہ یجب علیہ ان ینتظرَ الوحیَ اولاً لِجوابِھا الی ثلاثۃِ ایام او الی ان یخافَ فوتُ الغرض ثم العملُ بالرای بعد القضاء مدۃ الانتظار فان کان اصاب فی الرای لم ینزل الوحیُ علیہ فی تلک الحادثۃ و ان کان اَخطاء الرای ینزل الوحی للتنبیہ علی الخطاء و ماتقرر علی الخطاء قط بخلاف سائر المجتہدین فانھم ان خطأوا یبقی خطائھم الی یوم القیامۃ

(نور الانوار ص 226)

ہمارے (علماء احناف کے) نزدیک آنحضرت ﷺ جن احکام میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں وحی کے انتظار کرنے میں مامور تھے یعنی آپ کے سامنے جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو آپ پر اولا وحی کا انتظار ضروری تھی تین دن تک یا جس وقت تک فرض کے فوت ہونے کا خوف نہ ہوتا پھر آپ کو مدت انتظار کے اختتام کے بعد اپنی رائے پر عمل کرنے کا حق تھا اگر آپ کی رائے درست ہوتی تو نزول وحی کی ضرورت اس واقعہ میں نہ رہتی تھی اور اگر آپ سے خطا سرزد ہوتی تھی تو خطا پر تنبیہ کیلئے وحی نازل ہوتی تھی اور آپ کو خطا پر ہرگز برقرار نہیں رکھا جاتا تھا بخلاف دیگر سب مجتہدین کے کیونکہ اگر ان سے خطا سرزد ہو جائے تو قیامت تک ان کی خطا باقی رہتی ہے۔

(۵) ابوعبداللہ شمس الدین محمد المعروف بابن امیر حاج حنفی (879ھ) لکھتے ہیں:

مَسْالَةٌ اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَامُورٌ فِي حَادِثَةٍ لَا وَحْيَ فِيهَا بِانْتِظَارِ الْوَحْيِ (مَسْالَةٌ الْمُخْتَارُ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ) الْمُتَاخِّرِينَ مَا عَنْ اَكْثَرِهِمْ (اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَامُورٌ) فِي حَادِثَةٍ لَا وَحْيَ فِيهَا (بِانْتِظَارِ الْوَحْيِ اَوَّلًا مَا كَانَ رَاجِيهِ) اَيِ الْوَحْيِ (اِلَى خَوْفِ فَوْتِ الْحَادِثَةِ) بِلَا حُكْمٍ (ثُمَّ بِالِاجْتِهَادِ) ثَانِيًا اِذَا مَضَى وَقْتُ الِانْتِظَارِ وَلَمْ يُوحَ اِلَيْهِ لِاَنَّ عَدَمَ الْوَحْيِ اِلَيْهِ فِيهَا اِذْنٌ فِي الِاجْتِهَادِ حِينَئِذٍ ثُمَّ كَوْنُ مُدَّةِ الِانْتِظَارِ مُفَسَّرَةً بِهٰذَا

(التقریر والتحبیر ج3 ص294)

اب ان علماء اصول سے دریافت کیجئے کہ جو ہستی کل علم غیب پر بالتفصیل مطلع ہو جمیع ماکان و مایکون کا عالم کلی ہو اس کیلئے ایسے امور میں جن میں وحی نازل نہ ہوئی ہو اپنی رائے اختیار کرنے کا کیا مطلب؟ کیا عالم الغیب بھی قیاس و اجتہاد کرتا ہے؟ پھر اس اجتہاد سے خطاء اور غلطی کا احتمال کہاں سے پیدا ہوا؟ کیا عالم جمیع ماکان ومایکون سے بھی خطاء اور غلطی ہو سکتی ہے؟۔

☆ ☆ ☆ ☆

فہمِ فقہاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

(۱) ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقادہ ان النبی علیہ الصلوۃ والسلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسایرۃ

(شرح فقہ الاکبر ص: 422، دار البشائر الاسلامیہ۔ بیروت)

حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والی کی تکفیر کی ہے جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا ہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتے ہیں۔

(۲) لَوْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَا يَنْعَقِدُ وَيَكْفُرُ لِاعْتِقَادِهٖ اَنَّ النَّبِيَّ يَعْلَمُ الْغَيْبَ

(البحر الرائق ج 3 ص 155، دار الکتب العلمیہ۔ بیروت)

اگر نکاح کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر تو نکاح منعقد ہی نہ ہوا اور یہ شخص کافر بھی ہو جائے گا بسبب اس اعتقاد کے کہ نبی کریم ﷺ علم غیب جانتے ہیں۔

(۳) رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَاَةً وَلَمْ يَحْضُرِ الشُّهُوْدُ قَالَ خدایرا وَرَسُول راکواہ کردم اوْ قَالَ: خداي راو فرشتکان راکواہ کردم کَفَرَ

(فتاوی عالمگیری ج 2 ص 279، دار الفکر۔ بیروت)

ایک شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور اس نے یہ کہا کہ میں خدا تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناتا ہوں یا اس نے یہ کہا کہ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

(۴) رجل تزوج امراۃ بغیر شھود فقال الرجل والمراۃ (خدائرا و پیغامبر راہ گواہ کردیم) قالوا یکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول اللہ

ﷺ یعلم الغیب و ہو ماکان یعلم الغیب حین کا ن فی الاحیآء فکیف بعدالموت

(فتاوی قاضی خان ج 3 ص 428، دارالفکر۔ بیروت)

ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا اور بوقت نکاح عورت کو یوں کہا کہ ہم خدا تعالی اور اس کے پیغمبر جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناتے ہیں حضرات (سادات) فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کرلیا ہے کہ آنحضرت ﷺ علم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندگی میں علم غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد بھلا علم غیب کیسے جانتے ہیں؟

(۵) فَلَوْ تَزَوَّجَ امْرَاۃً بِشَہَادَۃِ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَرَسُولِہٖ لَا یَجُوْزُ النِّکَاحُ وَعَنْ قَاسِمِ الصَّفَّارِ وَھُوَ کُفْرٌ مَحْضٌ لِاَنَّہٗ اعْتَقَدَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ-عَلَیْہِ السَّلَامُ یَعْلَمُ الْغَیْبَ وَھٰذَا کُفْرٌ

(مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر ج 1 ص 472، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۶) ابوالمعالی برہان الدین محمود بن احمد حنفی فتوی دیتے ہیں:

تَزَوَّجَ اِمْرَاۃً بِشَہَادَۃِ اللہِ ورسولِہ لَا یَجُوْزُ لِاَنَّ ھٰذَا نِکَاح ''لَمْ یَحْضُرْہُ شُہُوْد'' وَعَنْ اَبِی قَاسِمٍ الصَّفَّارِ اَنَّہٗ قَالَ: یَکْفُرُ مَنْ فَعَلَ ھٰذَا لِاَنہ اِعْتَقَدَ أَنَّ رسول اللہ علیہ السلام عَالِمُ الْغَیْبِ (المحیط البرہانی ج3ص29)

(۶) اگر کسے بدون شھود نکاح کرد وگفت کہ خدا و رسول خدا را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود۔ (مالابدمنہ ص 146، میر محمد کتب خانہ۔ کراچی)

ان تمام فقہاء نے یہی مسئلہ نقل کیا جو اوپر البحر الرائق اور دیگر کتب فقہاء کے حوالے سے منقول ہوا بلکہ قاضی خان نے تو یہاں تک لکھا کہ نبی کریم ﷺ جب حیات تھے اس وقت علم غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد کس طرح انہیں علم غیب ہوگیا؟ ۔آخر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔

بریلوی اکابر کے حوالہ جات

(۱) پیر کرم شاہ ازہری صاحب لکھتے ہیں:

''آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ زمین وآسمان میں جو بھی موجود ہیں فرشتے جنات انسان جن میں علماء، اولیاء، انبیاء اور اولو العزم رسول بھی داخل ہیں اور دیگر لوگ کوئی بھی الغیب کو نہیں جان سکتے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ عالم الغیب ہے.......... اگر کوئی شخص اس کی صفت علم میں کسی کو شریک بنائے گا تو وہ بھی اسی طرح مشرک ہوگا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ جس طرح اس کی دوسری صفات میں کسی کو شریک بنانے والا یا اس کی ذات کی طرح کسی کو واجب الوجود ماننے والا مشرک ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے''۔

(تفسیر ضیاء القرآن، ج 3، ص 457)

(۲) بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی لکھتا ہے:

''حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں تو میرے احکام غیب پر مبنی ہیں تاکہ تمہیں یہ اعتراض کرنے کا موقع ہو جب میں نے یہ کہا ہی نہیں تو اعتراض بے محل.......... نیز لا اعلم الغیب فرمانے میں قوم پر ایک لطیف تعریض بھی ہے کہ کسی کے باطن پر حکم کرنا اس کا کام ہے جو غیب کا علم رکھتا ہو میں نے تو اس کا دعویٰ نہیں کیا باوجودیکہ میں نبی ہوں تم کس طرح کہتے ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے''۔

(خزائن العرفان حاشیہ کنز الایمان، ص 229، سورہ ہود، آیت 21)

(۳) یہی صدر الافاضل لکھتے ہیں:

''موسیٰ علیہ السلام نہ مدین سے خبردار تھے نہ اس کے راستے سے''۔

(خزائن العرفان حاشیہ کنز الایمان، ص 466، سورۃ القصص، آیت 22)

(۴) مولانا غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"اس حدیث میں اشکال یہ ہے کہ جب آپ کی پشت پر نجاست رکھ دی گئی تو پھر کس طرح بدستور نماز پڑھتے رہے۔ الجواب: صحیح جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو علم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا چیز رکھی گئی ہے اس لئے آپ نے طہارت سابقہ کے حکم کو باقی رکھا"۔

(شرح مسلم، ج5، ص564)

(۵) مولانا احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں:

"حدیث صحیح ہے کہ جبرائیل کل کسی وقت حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے دوسرے دن انتظار رہا مگر وعدہ میں دیر ہوئی اور جبرائیل حاضر نہ ہوئے سرکار باہر تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام در دولت پر حاضر ہیں فرمایا کیوں عرض کیا انا لا ندخل بیتا فیہ کلب وتصاویر رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو اندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا پلنگ کے نیچے ایک کتے کا پلا نکلا اسے نکالا تو حاضر ہوئے"۔

(ملفوظات، حصہ سوم، ص318)

کوئی پوچھے بریلویوں سے ساری دنیا کے چرند پرند، ریت کے ذرات، پانی کے قطروں، جانوروں کے نر و مادہ، ان کے پیٹ میں کیا ہے کون کب کہاں کدھر پیدا ہوا کون کب کہاں کیا کر رہا ہے؟ غرض ابتداء سے انتہاء تک ہر ہر بات کو ہر ہر لحاظ سے جاننے والے نبی ﷺ کو اپنے پلنگ کے نیچے ایک موٹے تازے کتے کے پلے کا علم نہیں بلکہ بتایا جاتا ہے پھر بھی پتہ نہیں چلتا اور تلاش کرنے کے بعد باہر نکالا جاتا ہے۔ فیا للعجب!

نیز علماء دیوبند پر الزام لگا کر کے انہیں گستاخ کہنے والوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں آپ کے بڑے لکھ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی پیٹھ پر نجاست گری پیٹھ کے پیچھے کا علم نہیں چار پائی کے نیچے کا علم نہیں۔ کوئی فتوی؟

(۶) مزید کہتے ہیں:

"وما ینبغی لہ یہ ان کی شان رفیع کے لائق ہی نہیں تو ان کے حق میں منقصت تھی اور وہ جمیع نقائص سے منزہ ہیں"۔

(ملفوظات، حصہ دوم ص 176)

قصہ ختم جب شعر کا علم نبی کریم ﷺ کی شان کے لائق ہی نہیں تو اللہ نے دیا بھی نہیں ہوگا اور جب یہ علم نبی کریم ﷺ کی شان میں منقصت ہے تو اب جو بریلوی مولوی یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ کو شعر کا علم تھا وہ نبی کریم ﷺ کی گستاخی کر رہا ہے اس کے خلاف 295C کا مقدمہ کرنا چاہئے۔

(۷) پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے پیر و مرشد خواجہ شمس الدین سیالوی فرماتے ہیں:

''ایمان کی شرطیں بھی سات ہیں......(۲) علم غیب کو خدا تعالی کا خاصہ سمجھے''۔

(مرات العاشقین ص 47، مجلس 7)

جب ایمان کی شرط ہی یہی ہے کہ علم غیب کو خاصہ خداوندی سمجھا جائے تو اب جو اس علم غیب کو شیاطین، پتھروں، بلیوں کیلئے بھی معاذ اللہ ثابت کر رہا ہو شمس الدین سیالوی کی اس عبارت کی روشنی میں اس کے بے ایمان ہونے میں کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے۔

(۸) مولانا کرم دین دبیر رحمۃ اللہ علیہ جنہیں بریلوی بھی اپنے اکابر میں سے تسلیم کرتے ہیں (ملاحظہ ہو تذکرا اکابر اہلسنت) وہ لکھتے ہیں:

''یہ مسئلہ بھی مسلمہ ہے کہ علم ما کان وما یکون خاصہ ذات باری تعالی ہے''۔

(آفتاب ہدایت ص 170)

(۹) بریلوی استاذ العلماء اشرف سیالوی لکھتا ہے:

''روایات میں ہے کہ انہوں نے موسی علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک علم اللہ تعالی نے مجھے عطا فرمایا ہے جو آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو عطا فرمایا جو میں نہیں جانتا''۔

(تحقیقات ص 84)

(۱۰) مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''بعض ناواقف غیب اور انباء الغیب میں فرق نہیں سمجھتے اس لئے وہ خصوصا خاتم الانبیاء ﷺ کیلئے علم غیب کلی ثابت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کو بالکل اللہ تعالی کی طرح عالم الغیب ہر ذرہ ذرہ کائنات کا علم رکھنے والا کہنے لگتے ہیں جو کھلا ہوا شرک ہے اور رسول کو

خدائی کا درجہ دینا ہے نعوذ باللہ منہ اگر کوئی شخص اپنا خفیہ راز کسی اپنے دوست کو بتلا دے جو اور کسی کے علم میں نہ ہو تو اس دنیا میں کوئی بھی اس دوست کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو ہزاروں غیب کی چیزوں کا بذریعہ وحی بتلا دینا ان کو عالم الغیب نہیں بنا دیتا خوب سمجھ لیا جائے"۔

(تبیان القرآن، ج 12، ص 316، 317)

(۱۱) مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"تفسیر کبیر کے شروع میں بسم اللہ کے ماتحت ہے کہ حق تعالیٰ کے تین ہزار نام ہیں جن میں سے ایک ہزار کو ملائکہ جانتے ہیں اور ایک ہزار صرف انبیاء کرام اور باقی ایک ہزار میں سے تین سو نام تورات شریف میں اور تین سو انجیل میں اور تین سو زبور میں اور ننانوے نام قرآن پاک میں اور ایک نام وہ ہے جس کو صرف حق تعالیٰ ہی جانتا ہے"۔

(تفسیر نعیمی، ج 1، ص 31)

(۱۲) حضرت شیخ غلام فرید صاحب کوٹ مٹھن والوں سے کسی نے سوال کیا کہ میں کہتا ہوں کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اطلاق درست نہیں اب اس بنیاد پر مجھ پر لوگ وہابیت کی تہمت لگا رہے ہیں حالانکہ میں پکا حنفی ہوں اور بعض علما نے میرے پیچھے اقتدا و نماز کو ناجائز قرار دیا کیا یہ درست ہے؟ (مستفتی رحیم بخش)

تو غلام فرید صاحب کوٹ مٹھن جواب دیتے ہیں:

"علم غیب خاصہ حضرت جل شانہ خاصة الشيي ما يوجد فيه ولا يوجد في غيره (یعنی شے کا خاصہ وہی ہوتا ہے جو اس میں موجود ہو دوسرے میں نہ ہو) عقیدہ فقیر ہمیں است (بندہ کا عقیدہ بھی یہی ہے)"۔

فقیر غلام فرید بقلم خود۔

(مشاہدہ لاریب در تحقیق مسئلہ علم غیب، ص 24، 25 از مولانا رحیم بخش صاحب مرحوم)

☆......☆......☆......☆

بدعتیوں کے دلائل کا جائزہ

قرآن سے دلائل

نوٹ: بدعتیوں سے گفتگو کرنے کیلئے جو اصول پہلے باب میں ذکر کر دیے گئے ہیں ان کو اچھی طرح از بر کر لیں انہی اصولوں کی بنیاد پر ان سے گفتگو کی جائے گی اور انہی اصولوں کی بنیاد پر ان کے دلائل کا جائزہ لیا جائے گا۔

آیت نمبر ا

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا (سورۃ البقرۃ، آیت:31)

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام ما کان و ما یکون کا علم تھا تو نبی کریم ﷺ تو حضرت آدم علیہ السلام سے کئی درجہ افضل تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار ہیں ان کو بھی یقیناً بدرجہ اولی تمام ما کان و ما یکون کا علم ہو گا۔

جواب:

(ا) جناب یہ مسئلہ عقائد کا ہے اور عقائد کے باب میں قیاس کوئی حیثیت نہیں رکھتا کوئی کہے کہ مکھی تو اڑتی ہے مولانا احمد رضا خان بریلوی تو مکھی سے کئی درجہ افضل و اعلی لہذا انہیں بھی اڑنا چاہیے ورنہ مکھی کا مقام احمد رضا خان صاحب سے بڑھ جائے گا تو کیا آپ اس قسم کے قیاسی شگوفوں کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں؟۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا تو نبی کریم ﷺ کے بارے میں بھی یہ عقیدہ اپنائیں کہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے؟۔ العیاذ باللہ۔

(۳) آپ نے جو قرآن کریم کی تفسیر کے اصول بیان فرمائے ہیں اس کے مطابق قرآن ہی سے یا اللہ کے نبی کریم ﷺ کی حدیث سے یا صحابی رضی اللہ تعالی عنہ وہ بھی فقیہ کی روایت اس آیت کی تفسیر میں پیش کریں کہ انہوں نے اس آیت سے یہی مطلب سمجھا ہو جو آپ ہمیں سمجھانا چاہتے ہیں۔

(۴) مفتی احمد یار گجراتی بریلوی لکھتا ہے:

"حضور علیہ السلام کے پہلے خلیفہ اور نائب آدم علیہ السلام ہیں"۔

(جاء الحق، ص 53)

جب آدم علیہ السلام نبی کریم علیہ السلام کے خلیفہ ہیں تو اس صورت میں تو آپ کے اس قیاسی اصول کے تحت نبی کریم ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے مل جانا چاہئے حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

(۵) نبی کریم ﷺ کے متعلق آپ کا عقیدہ ہے کہ انہیں ابتدائے آفرینش سے لیکر الی یوم القیامۃ کا علم غیب ہے جبکہ پیش کردہ آیت میں ایسی کوئی قید مذکور نہیں۔

(۶) آیت میں تو علم (تعلیم) کا ذکر ہے اور تعلیم علم غیب کو نہیں کہتے۔علم غیب تو کہتے ہی ایسے علم کو جو بغیر کسی کی تعلیم کے خود بخود حاصل ہو جیسا کے علم غیب کی تعریف میں گزر چکا تو اس آیت کا تو تعلق ہی علم غیب سے نہیں تو اسے اس باب میں پیش کیوں کر رہے ہو؟

(۷) مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"ان تفسیروں سے اتنا معلوم ہوا ما کان اور ما یکون کے سارے علوم حضرت آدم علیہ السلام کو دئے گئے (بزعم خویش از ناقل) زبانیں، چیزوں کے نفع وضرر بنانے کے طریقے آلات کا استعمال سب دکھا دئے گئے لیکن اب میرے آقا و مولی ﷺ کے علوم کو تو دیکھو حق یہ ہے کہ یہ علم آدم میرے آقا کے علوم کے دریا کا ایک قطرہ یا میدان کا ایک ذرہ ہیں"۔

(جاء الحق، ص 53)

جب حضرت آدم علیہ السلام کو ما کان و ما یکون کے سارے علوم حضرت آدم علیہ السلام کو دئے گئے تو آپ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کو "ابتدائے آفرینش ۔۔الی یوم القیامۃ" کی قید لگا کر محدود کیوں کر دیا؟ کیا ابتدائے آفرینش سے پہلے اور الی یوم القیامہ کے بعد کا زمانہ ما کان و ما یکون میں داخل نہیں؟

نیز جب یہ ما کان و ما یکون کے سارے علوم حضور ﷺ کے علوم کا ایک ذرہ وقطرہ ہے تو آج نبی

کریم ﷺ کے علم غیب کی طرف جمیع ما کان و ما یکون کی نسبت کر کے سارا زور اسی کو ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اس میں بھی "ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ" کا پیوند لگا کر اس ذرہ کے بھی اجزاء کرنے پر تم لوگ تلے ہوئے ہو تو بتاؤ کہ نبی کریم ﷺ کے علوم کو گھٹانے والے تم ہوئے یا ہم؟ اعلانیہ وہابی تم ہوئے یا ہم؟

(۸) مفسرین فرماتے ہیں:

اِخْتَلَفَ اھلُ التَّاوِیْلِ فِی الْاَسْمَاءِ الَّتِیْ عَلَّمَھَا اٰدَمَ

(تفسیر طبری. ج 1 ص 482)

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ وہ اسماء کونسے ہیں جن کی تعلیم حضرت آدم علیہ السلام کو دی گئی۔

اور مفتی احمد یار گجراتی صاحب کا یہ حوالہ گزر چکا کہ:

(۱) وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو"۔

(جاء الحق ص 51)

بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"دیوبندی وہابی کی آیت پیش کردہ قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر (خبر احاد سے عقائد ثابت نہیں ہوتے)"۔

اور نعیم الدین مراد آبادی کا اصول بھی گزر چکا:

"وہ چند وجوہ کا احتمال رکھتی ہوں ان میں سے کونسی وجہ مراد ہے یہ اللہ ہی جانتا ہے"۔

(خزائن العرفان. حاشیہ نمبر 8 ص 59)

لہذا یہ آیت محتمل اور متشابہات میں سے ہے مستدل نہیں بن سکتی۔

(۹) علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

و معنی تعلیمہ اَسماءَ المسمیات انہ تعالی اَراہ الاجناسَ التی خلقھا و

علمہ ان ھذا اسمہٗ فرس و ھذا اسمہ بعیر و ھذا اسمہ کذا و ھذا اسمہ
وعن ابن عباس علمہ اسمٙ کل شیءحتی القصعۃ والمغرفۃ
(تفسیر مدارک. ج 1)

اسماء مسمیات کی تعلیم کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان جنسوں کا علم دے دیا جو خدا تعالیٰ نے پیدا فرمائیں اور یہ بتادیا کہ اس کا نام گھوڑا ہے اور اس کا نام اونٹ ہے اور اس کا یہ اور اس کا یہ نام ہے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا نام بتایا حتیٰ کہ پیالہ اور چمچہ کا نام بھی بتایا۔

صاحب مدارک کی تفسیر میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جو علم عطا فرمایا تو ان اشیاء کی اجناس کا علم تھا مثلاً یہ کہ یہ گھوڑا ہے اور یہ اونٹ ہے اور یہ فلاں چیز ہے اور یہ فلاں چیز ہے اور یہ انسان ہے اور یہ بکری ہے رہا اس جنس کے تمام افراد اور افراد کے جزئی حالات تو ان کا اس میں کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی ان کا علم تفصیلی دیا گیا۔

پھر قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ان الفاظ سے مذکور ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ (20) وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ (21) فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ (سورۃ الاعراف)

پھر بہکایا ان کو شیطان نے تا کہ کھول دے ان پر وہ چیز کہ ان کی نظر سے پوشیدہ تھی ان کی شرمگاہوں سے اور وہ بولا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لئے کہ کبھی تم ہو جاؤ فرشتے یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے اور ان کے آگے ابلیس نے قسم کھائی کہ میں البتہ تمہیں نصیحت کرنے والا ہوں پھر مائل کرلیا ان دونوں کو فریب سے پھر جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں ان پر شرمگاہیں ان کی اور لگے جوڑنے اپنے اوپر

بہشت کے پتے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام عالم الغیب اور عالم جمیع ما کان و ما یکون ہوتے اور ان کو ہر بات معلوم ہوتی تو ابلیس لعین کے فریب میں کبھی نہ آتے اور نہ اس کی جھوٹی قسموں پر اعتبار کرتے لیکن یہی وہ سمجھے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرات کر سکتا ہے؟ اسی لئے وہ شیطان کی قسموں سے متاثر ہو گئے۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام کو ہر ہر بات کا علم ہوتا تو کبھی شیطان کے دھوکہ میں نہ آتے یاد رہے کہ تعلیم اسماء پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت آدم و حواء علیہما الصلوۃ والسلام کے ساتھ ابلیس کا یہ مکر بعد میں پیش آیا تھا تو یہ کیسے باور کرلیا جائے کہ حضرت آدم علیہ السلام عالم جمیع ما کان و ما یکون ہوتے ہوئے خناس کے فریب میں آجائے۔

آیت نمبر ۲

فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ

(سورہ جن، آیت 27.26)

تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (کنزالایمان)

جواب: مولانا! ترجمہ درست کریں آپ نے جو "مسلط" کا ترجمہ کیا ہے اس کے متعلق آپ کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

"غیب پر مسلط کرنے کا معنی ہے غیب پر غالب کرنا اور غیب پر غالب کرنے سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ غیب کے ہر فرد کا رسولوں کا علم ہے"۔

(تبیان القرآن، ج 12، ص 303)

اپنے غیب پر کسی کو مسلط (غالب) اس کا مطلب ہوا کہ معاذ اللہ یہ رسول اللہ کے علم غیب پر غالب آگئے؟

(۱) آیت میں "اظہار" کی نسبت ہے "غیب" کی طرف اس کے ہم منکر کب ہیں؟ ہم نے کب کہا کہ اظہار غیب انبیاء علیہم السلام پر نہیں ہوتا؟ ہم نے تو پہلے کہہ دیا کہ اظہار غیب اطلاع علی الغیب کے طور پر جتنی باتوں کا علم آپ ﷺ کو دیا گیا کائنات میں کسی مخلوق کو نہیں دیا گیا یہ

آیت تو ہمارے موقف پر دلیل ہے۔ آپ جمیع ما کان و ما یکون کے علم غیب پر دلیل دیں بعض اظہار غیب پر نہیں۔

(۲) یہ آیت سورہ ھود کی ہے جو مکی ہے (الاتقان، ج 1، ص 22، بیروت)

جب نبی کریم ﷺ کو بقول آپ کے مکہ مکرمہ میں یہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب جس کا دعوی آپ نے کیا وہ حاصل ہی نہیں ہوا تھا تو اس دور کی آیت پیش کرنے کا کیا مقصد کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اور اس آیت سے بقول آپ کے نبی کریم ﷺ کا علم غیب کلی ثابت ہوتا ہے اس وقت میں اس علم غیب کا نبی کریم ﷺ کیلئے ثبوت کے تو آپ بھی قائل نہ تھے۔

(۳) اس آیت میں تو کہیں بھی ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کی قید نہیں مطلقا ذکر ہے تو آپ کا دعوی مقید ہے آیت مطلق ہے دعوے کے مطابق آیت پیش کریں۔

(۴) اسی آیت سے پہلے متصل یہ آیت ہے:

قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل له ربی امدا

(اے محمد ﷺ) آپ اعلان کر دیں کہ میں نہیں جانتا کیا قریب ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے یا اس کیلئے میرا رب کوئی مدت مقرر کرے۔

ما توعدون سے بعض حضرات نے عذاب بعض نے قیامت مراد لی ہے کچھ بھی ہو کوئی چیز ما کان و ما یکون میں ایسی ضرور ہے جسکے بارے میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ سے اعلان کروا رہا ہے کہ مجھے اس کا علم نہیں پھر یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ بالکل متصل ہی یہ حکم ہو کہ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کو جمیع علم غیب دے دیا خدا کے کلام میں کیا یہ کھلا تعارض و اختلاف نہیں؟ معاذ اللہ۔

(۵) اپنے ہی قائم کردہ اصول کے تحت اس آیت کی تفسیر میں قرآن یا فرمان صاحب قرآن یا روایات صحابہ پیش کریں کہ آپ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب دے دیا گیا ہے اس آیت کا یہ معنی ہے۔

(۶) ما قبل میں باحوالہ گزر چکا کہ وحی یا الہام وغیرہما کے ذریعہ اللہ جو اپنے محبوبوں کو کچھ بتائے وہ علم غیب ہی نہیں کہلاتا پس جب اظہار غیب کے بعد غیب، علم غیب ہی نہیں رہتا تو اس

آیت کا تعلق موضوع سے نہیں۔

(۷) پھر مفسرین نے بھی اس آیت کی تفسیر میں تصریح کی ہے کہ اظہار غیب کے طریقے پر جو علوم انبیاء علیہم السلام کو دئے جاتے ہیں وہ جمیع ما کان و ما یکون نہیں بلکہ بعض علوم دئے جاتے ہیں:

(۱) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لِعلمِ بعضہ حتی یکونَ لہ معجزۃً

(بیضاوی)

بعض علم پر مطلع کر دیتا ہے تا کہ یہ اس کیلئے معجزہ ہو جائے۔

یاد رہے کہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے لا یظھر کا معنی لا یطلع کیا ہے۔

علامہ ابو سعود رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لاظہارہ علی بعض غیوبہ المتعلقۃ برسالتہ

(تفسیر ابی السعود، ج 9 ص 47)

(وہ رسول جن کو اللہ تعالی نے) بعض غیوب پر مطلع کرنے کیلئے (منتخب کر لیا ہو) جو اس کی رسالت سے متعلق ہیں۔

پس اس آیت کا تعلق علم غیب سے ہے ہی نہیں بلکہ حضور ﷺ کے علم سے ہے لیکن بالفرض علم غیب ہی تب بھی اس میں بعض ہی مراد ہیں جو آپ کے دعوے سے بالکل غیر متعلق ہے۔

آیت نمبر ۳

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (سورۃ النساء، آیت 113)

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو تمام آئندہ اور گزشتہ واقعات کی خبر دے دی گئی کلمہ ما عربی زبان میں عموم کیلئے ہوتا ہے تو آیت سے معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں نے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں تھا سب ہی بتا دیا اس میں قید لگانا کہ اس سے مراد صرف احکام ہیں اپنی طرف سے قید ہے

جو قرآن وحدیث اور امت کے عقیدے کے خلاف ہے جیسا کہ آئندہ ہوگا۔

(جاء الحق، ص 61)

لطیفہ: مفتی صاحب کی دماغی حالت کا اندازہ لگائیں فرماتے ہیں:

''شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں تھا......''

جواب:

جواب یہ ہے کہ جب سب کچھ ہی آپ کے علم میں تھا تو دوبارہ بتا کر یہ تحصیل حاصل کیوں؟ نیز جب ان سب باتوں کا پہلے ہی سے آپ کو علم تھا تو اس آیت سے آپ کس چیز کے ثبوت پر استدلال کر رہے ہیں؟۔

(۱) یہ آیت اوائل ۲ھ میں نازل ہوئی اس کے بعد کئی سورتیں و آیتیں نازل ہوئیں خصوصا سورہ توبہ جس میں جمیع علم غیب کی صریح نفی ہے تو یہ تعارض کیوں؟

(۲) جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت آپ کا بھی عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کو جمیع ماکان ومایکون کا علم نہ تھا تو اس آیت سے استدلال کیسے درست ہوسکتا ہے؟

(۳) آپ نے خود فرمایا کہ آیت میں ''ما عموم'' کیلئے ہے جس کی کوئی تخصیص نہیں۔

فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''ما عموم کیلئے آتا ہے جس میں کوئی فرد بھی خارج نہیں ہوتا اور عقلی ڈھکوسلے اور قیاسی گھوڑے اس میں سے کسی فرد کو خارج نہیں کر سکتے اگر کوئی اپنے قیاس اور عقلی ڈھکوسلے سے کسی فرد کو خارج کرتا ہے تو وہ گمراہ ہے''۔

(پڑھا لکھا امی، ص 7)

تو جب ما عموم کیلئے ہے تو آپ نے ''ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ'' کی قید لگا کر اس عموم میں تخصیص کیوں کر دی؟ فیض احمد اویسی صاحب کی عبارت سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ ابتدائے آفرینش الی یوم القیامۃ کی قید کیلئے ''عقل'' مخصص نہیں ہوسکتی۔ یہ بات ہم اس لئے

کر رہے ہیں کہ بعض رضا خانی کہتے ہیں کہ ہم نے جو اول و آخر کی قید لگائی اس کا مخصص عقل ہے۔
حیرت ہے آیت سے تو بقول آپ کے عموم ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی کوئی ابتداء اور کوئی انتہاء نہیں مگر آپ اسے ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ میں مقید کر رہے ہیں جو اس کا کروڑواں حصہ بھی نہیں تو بتائے آپ ہی کے اصول کے مطابق نبی کریم ﷺ کے علم غیب کو گھٹانے والے آپ ہوئے یا ہم؟ آیت میں جو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے وہ آپ ﷺ کو سکھا دیا تو بقول آپ کے نبی کریم ﷺ ابتدائے آفرینش سے قبل اور الی یوم القیامۃ کے بعد کے کروڑہا اربوں کھربوں علوم کو بھی تو نہیں جانتے ان کے نہ جاننے کا استثناء آپ نے کہاں سے کیا؟

(۴) اس آیت میں تو نبی کریم ﷺ کو تعلیم دینے کی بات ہے اور ہم بھی مانتے ہے کہ جو علوم آپ ﷺ کی شان اور نبوت سے متعلق تھے یقیناً وہ تمام علوم آپ ﷺ کو دیئے گئے اس کا کون کافر منکر ہے؟ آپ کا دعوی تو علم غیب کا ہے اس کا ثبوت دو۔

(۵) اگر ما عموم اور استغراق حقیقی ہی کیلئے آتا ہے تو ذرا اس آیت پر بھی غور کریں:

و علمکم مالم تکونوا تعلمون (سورۃ بقرہ، آیت ۱۵۱)

اور ے رسول تم کو وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔

اما [illegible] اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

حتی علمهم احتاجوا اليه في دينهم و ذالک من اعظم انواع النعم

دیکھیں یہاں امام رازی رحمہ اللہ ما کو عموم کیلئے نہیں رکھ رہے بلکہ "امر دین" کے ساتھ خاص کر رہے ہیں۔

اگر اس آیت میں مفتی صاحب کی طرح "ما" کو عموم و استغراق حقیقی پر محمول کیا جائے تو نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالی علیہم اجمعین کیلئے بلاواسطہ اور آپ کی پوری امت کیلئے بالواسطہ وہی جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب ماننا پڑے گا جو رضا خانی نبی کریم ﷺ کیلئے ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں:

و علم الانسان مالم یعلم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا۔
لیجئے اب بریلوی ہمت کریں اور تمام انسانوں کو عالم الغیب وہ بھی جمیع ماکان و مایکون کا مانیں۔
(۵) اس آیت کی تفسیر میں عمدۃ المفسرین علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَمَا انْزَلَ عَلَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَهُوَ الْقُرْآنُ وَالْحِكْمَةُ وَهِيَ السُّنَّةُ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَعْلَمْ اَيْ قَبْلَ نُزُوْلِ ذَالِكَ

(تفسیر ابن کثیر)

اور جو کچھ آپ پر کتاب اور سنت اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے اور آپ کو ان کی تعلیم دی کہ آپ ان کو نزول سے پہلے نہیں جانتے تھے۔

(۶) تفسیر قرآن کے جو اصول آپ نے پیش کئے ہیں اس کے مطابق قرآن کی کوئی آیت نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث یا صحابی کا کوئی قول پیش کریں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو جمیع ماکان و مایکون کا کلی علم تفصیلی دے دیا گیا تھا۔

(۷) ماقبل میں تفصیل گزر چکی ہے کہ ''ما'' اور ''کل'' کا لفظ عموم کیلئے علی الاطلاق نہیں آتا۔

{آیت نمبر ۴،۵،۶}:

قرآن پاک میں آتا ہے:

وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ

(سورۃ النحل، آیت 89)

اتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت و رحمت و بشارت۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ

(سورۃ یوسف آیت، 111)

قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف صاف

جدا جدا بیان۔
ایک اور مقام پہ ارشاد خداوندی ہے
مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ

(سورۃ الانعام، آیت 38)

ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔
دیکھیں اللہ نے فرمادیا کہ ہم نے اس قرآن میں ہر ہر چیز کا صاف بیان فرمادیا ہے اور قرآن آپ کے سینے میں لحاظ آپ کو بھی تمام علوم جمیع ما کان و ما یکون کے حاصل تھے آیت میں کل کا لفظ آیا ہے جو کبھی خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا۔

جواب: آپ کا اس آیت سے استدلال باطل ہے اس لئے کہ پہلی آیت جو پیش کی وہ سورہ نحل کی آیت کا ایک ٹکڑا ہے اور سورہ نحل مکی اور دوسری آیت سورہ یوسف کی آخری آیت کا حصہ ہے اور سورہ یوسف بھی مکی ہے تیسری آیت سورہ انعام کی آیت کا ایک جز ہے اور سورہ انعام بھی مکی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اس دور میں تو آپ خود بھی نبی کریم ﷺ کیلئے جمیع ما کان و ما یکون کا علم ثابت نہیں کرتے تھے اس دور میں آپ کا بھی عقیدہ تھا کہ بہت سے علوم ابھی نبی کریم ﷺ کو نہیں دیئے گئے تو پھر ان آیات سے استدلال کیسے درست ہوا؟ نیز ہم نے ما قبل میں مدنی آیتیں پیش کی جس میں صاف اور صریح طور پر آپ ﷺ سے جمیع ما کان و ما یکون کے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔

(۲) آپ کو ان میں اصل مغالطہ کل کے لفظ سے لگا ہے جس کی تفصیل ما قبل میں عرض کر دی گئی ہے۔

(۳) علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ عَلَی مَا ذہب الیہ جَمْع '' ما یَتَعَلَّقُ بامور الدین ای بیانا بلیغا لکل شیء یتعلق بذالک و من جملتہ احوالُ الْاُمَمِ مع انبیائھم علیہم السلام و کذا ما اَخْبَرت بہ ھذہ الآیۃ من بَعْثِ الشھداء و بعثہ علیہ الصلوۃ والسلام فانتظام الآیۃ بما قبلھا ظاہر

والدلیل علی تقدیر الوصف المخصَّصِ للشیء المُقَامِ وَ اَنَّ بعثۃ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انما ھی لبیان الدین

(روح المعانی، ج 7، ص 452)

کل شیء سے مراد جیسا کہ حضرات مفسرین کرام کی ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے وہ امور ہیں جو دین سے متعلق ہوں یعنی امور دین کی پوری تشریح اس میں مذکور ہے اور منجملہ ان کے وہ حالات بھی اس میں مندرج ہیں جو امم سابقہ کو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ پیش آئے اور اسی طرح اس آیت میں اس کا بیان بھی ہے کہ قیامت کے دن دیگر گواہوں کی شہادتیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی گواہی کیسے ہوگی؟ اس اعتبار سے آیت کا ماسبق کے ساتھ ربط بھی بالکل ظاہر ہے اور کل شیء سے امور دین کے وصف مخصص کی ضرورت کے بحسب مقام ضروری ہے علاوہ بریں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی دنیا میں بعثت ہی بیان دین کیلئے ہوتی ہے لہذا امور دین کی قید لگائی گئی ہے۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تبیانا لکل شیء من امور الدین اَمَّا فی الاحکام المنصوصۃِ فظاہر کذا فیما ثَبت بالسنۃ او بالاجماع او بقول الصحابۃِ او بالقیاس لان مرجِعَ الکل الی الکتاب حیث اَمَرَنا فیہ باتباع رسولہ و طاعتہ

(مدارک، ج 2، ص 229)

تبیانا لکل شیء سے امور دین کا بیان مراد ہے احکام منصوصہ میں تو بالکل ظاہر ہے اور اسی طرح جو احکام سنت یا اجماع یا قول صحابی یا قیاس سے ثابت ہیں کیونکہ ان سب کا مرجع کتاب اللہ ہی ہے کہ اس میں ہمیں آنحضرت ﷺ کی اتباع اور طاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں صرف امور دین مراد ہیں عام اس کے حلال وحرام سے متعلق ہوں یا امر و نواہی سے۔ اس آیت سے تو غیر شرعی وغیر دینی امور کا بھی اثبات نہیں ہو رہا چہ جائیکہ ہر ہر چیز کا کلی تفصیلی علم غیب۔

سورہ یوسف کی پیش کی گئی آیت کی تفسیر میں بھی علامہ نسفی رح فرماتے ہیں :

یَحْتَاجُ اِلَیْہِ فِی الدِّیْنِ (مدارک ج2ص139)

اور بیضاوی لکھتے ہیں:

وَ تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْئٍ یَحْتَاجُ اِلَیْہِ فِی الدِّیْنِ (بیضاوی ج2ص261)

اورامام جلال الدین لکھتے ہیں:

وَ تَفْصِیْلَ تَبْیِیْنَ کُلِّ شَیْئٍ یَحْتَاجُ اِلَیْہِ فِی الدِّیْنِ (جلالین ص200)

تفصیل کل شیء سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر وہ چیز بیان کی گئی ہے جسکی دینی لحاظ سے لوگوں کو حاجت ہو۔

(۳) امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ عُلُوْمَ الْقُرْاٰنِ ثَلَاثَۃُ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ عِلْم '' لَمْ یُطْلِعِ اللّٰہُ عَلَیْہِ اَحَداً مِّنْ خَلْقِہٖ وَ ھُوَ مَا اسْتَاثَرَ بِہٖ مِنْ عُلُوْمِ اَسْرَارِ کِتَابِہٖ مِنْ مَّعْرِفَۃِ کُنْہِ ذَاتِہٖ وَ غُیُوْبِہٖ الَّتِیْ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ وَ ھٰذَا لَا یَجُوْزُ لِاَحَدٍ الْکَلَامُ فِیْہِ بِوَجْہٍ مِنَ الْوُجُوْہِ اِجْمَاعاً

(الاتقان، ج2،ص263)

تو جان لے کہ علوم قرآن تین قسم کے ہیں اول وہ قسم ہے جس پر اللہ تعالی نے اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو مطلع نہیں کیا اور وہ ایسے علوم ہیں جن کو اللہ تعالی نے اپنی کتاب کے رموز میں اپنی ذات کی حقیقت کے اسرار اور ان غیوب کے جن کا علم اس کے بغیر اور کسی کو نہیں صرف اپنے ہی ساتھ مخصوص کر لیا ہے اور اس قسم کے علم میں کسی وجہ سے کسی کیلئے کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

وَاَمَّا مَا لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا اللّٰہُ تَعَالٰی فَھُوَ مَا یَجْرِی مَجْرَی الْغُیُوْبِ نَحْوَ الْاٰیِ الْمُتَضَمِّنَۃِ قِیَامَ السَّاعَۃِ وَ تَفْسِیْرَ الرُّوْحِ وَالْحُرُوْفَ الْمُقَطَّعَۃِ وَ کُلَّ

مُتَشَابِہٖ فِی الْقُرْآنِ عِنْدَ اَہْلِ الْحَقِّ فَلَا مَسَاغَ لِلْاِجْتِہَادِ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ

(الاتقان، ج 2 ص 262)

اور بہر حال وہ علم جس کو اللہ تعالی کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا تو وہ غیوب کی مد میں ہیں مثلاً وہ آیتیں جو قیامت اور روح کی تفسیر اور حروف مقطعات پر مشتمل ہیں اور اسی طرح قرآن کریم میں جملہ متشابہات کا بھی اہل حق کے نزدیک یہی نظریہ ہے کیونکہ ان کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے اور ان کے حاصل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

مفتی احمد یار گجراتی سورہ اعراف کی آیت نمبر 145 میں ''کل'' کا معنی کرتے ہیں:

''کل شیئ سے مراد احکام شرعیہ ہیں جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عمل فرماویں اور بنی اسرائیل بھی''۔

(تفسیر نعیمی، ج 9 ص 188)

لیجئے آپ ہی کے مفسر اعظم کی تفسیر سے معلوم ہوگیا کہ کل برائے تحدید ہے نہ کہ عموم۔

(۴) اگر کل یہاں علی الاطلاق عموم کیلئے ہے تو مولانا صاحب آپ نے اسے کیوں ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ سے مقید کر دیا؟

(۵) آپ نے جو عقیدہ لکھوایا ہے اس آیت کی تفسیر میں نبی کریم ﷺ کی حدیث یا کسی صحابی کا قول پیش کرو کہ اس سے مراد وہی کچھ ہے جو آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی کا اقرار

''بعض علماء نے کہا ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے لے کر قیامت تک کے تمام واقعات کا ذکر قرآن مجید میں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے''۔

(تبیان القرآن، ج 6 ص 547)

سورہ یوسف کی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''فرمایا اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اس میں حضرت یوسف کے قصہ کی پوری تفصیل ہے اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس قرآن میں بندوں کی دنیا اور

آخرت کی فلاح سے متعلق تمام احکام شرعیہ کی تفصیل ہے اور ان کی رشد و ہدایت اور اصلاح عقاید اور مبداء اور معاد کی تمام تفصیل اس میں موجود ہے۔ اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اس میں ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک رونما ہونے والے تمام واقعات کی تفصیل ہے اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام حقائق اور ان کے تمام اسرار و رموز اور ان کے تمام منافع اور مضار کی تفصیلات اس قرآن میں ہیں کیونکہ قرآن مجید تاریخ جغرافیہ اور سائنس کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ رشد و ہدایت کی کتاب ہے اور اس میں رشد اور ہدایت سے متعلق تمام تفصیلات ہیں"۔

(تبیان القرآن، ج5،ص883)

آیت نمبر ۷

وَما هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (سورۃ التکویر، آیت:24)

دیکھو قرآن کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ غیب بتلانے میں بخیل نہیں اور تم ان کے غیب کا انکار کرتے ہو۔

جواب:

(۱) کون کافر نبی کریم ﷺ کے اخبار غیوب کا انکار کر رہا ہے؟ یہ آیت ہمارے خلاف نہیں حضور ﷺ نے ماضی مستقبل کے غیوب کی خبر دی۔ بات تو علم غیب کلی یا ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کے علم کلی کی بات ہو رہی ہے جس کا اس آیت میں دور دور تک ذکر نہیں کیوں تحریف کرتے ہو؟

(۲) یہاں امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راجح یہی ہے کہ اس آیت میں غیب سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن کے احکام بتلاتے اس میں جو قصص و اخبار ہیں ان کی خبر دیتے ہیں اس معاملے میں آپ پر کوئی غلط بیانی کا الزام نہیں آپ ثقہ ہیں۔

وَما هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ اي: وَمَا مُحَمَّدٌ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِينٍ وَالْغَيْبُ هَاهُنَا الْقُرْآنُ وَمَا فِيهِ مِنَ الْانْبَاءِ وَالْقَصَصِ وَالظَّنِينُ الْمُتَّهَمُ

يُقَالُ: ظَنَنْتُ زَيْدًا فِي مَعْنَى اتَّهَمْتُهُ وَلَيْسَ مِنَ الظَّنِّ الَّذِي يَتَعَدَّى إِلَى مَفْعُولَيْنِ وَالْمَعْنَى مَا مُحَمَّدٌ عَلَى الْقُرْآنِ بِمُتَّهَمٍ اَيْ هُوَ ثِقَةٌ فِيمَا يُؤَدِّي عَنِ اللّٰهِ وَمَنْ قَرَا بِالضَّادِ فَهُوَ مِنَ الْبُخْلِ يُقَالُ ضَنَنْتُ بِهِ اَضِنُّ اَيْ بَخِلْتُ وَالْمَعْنَى لَيْسَ بِبَخِيلٍ فِيمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالَ الْفَرَّاءُ: يَاتِيهِ غَيْبُ السَّمَاءِ وَهُوَ شَيْءٌ نَفِيسٌ فَلَا يَبْخَلُ بِهِ عَلَيْكُمْ وَقَالَ اَبُو عَلِيٍّ الْفَارِسِيُّ: الْمَعْنَى اَنَّهُ يُخْبِرُ بِالْغَيْبِ فَيُبَيِّنُهُ وَلَا يَكْتُمُهُ كَمَا يَكْتُمُ الْكَاهِنُ ذٰلِكَ وَيَمْتَنِعُ مِنْ إِعْلَامِهِ حَتّٰى يَاخُذَ عَلَيْهِ حُلْوَانًا وَاخْتَارَ اَبُو عُبَيْدَةَ الْقِرَاءَةَ الْاُولَى لِوَجْهَيْنِ: اَحَدُهُمَا: اَنَّ الْكُفَّارَ لَمْ يُبَخِّلُوهُ وَإِنَّمَا اتَّهَمُوهُ فَنَفْيُ التُّهَمَةِ اَوْلَى مِنْ نَفْيِ الْبُخْلِ وَثَانِيهَا: قَوْلُهُ: عَلَى الْغَيْبِ وَلَوْ كَانَ الْمُرَادُ الْبُخْلَ لَقَالَ بِالْغَيْبِ لِاَنَّهُ يُقَالُ: فُلَانٌ ضَنِينٌ بِكَذَا وَقَلَّمَا يُقَالُ عَلَى كَذَا

(تفسیر کبیر ج 15 ص 170)

علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَا هُوَ يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْغَيْبِ اَيِ الْوَحْيِ وَخَبَرِ السَّمَاءِ وَمَا اطَّلَعَ عَلَيْهِ مِمَّا كَانَ غَائِبًا عَنْهُ مِنَ الْاَنْبَاءِ وَالْقَصَصِ

(تفسیر بغوی ج 8 ص 351)

مراد یہ ہے کہ یہاں غیب سے مراد علم غیب نہیں بلکہ انباء الغیب ہے یعنی وحی، آسمان کی خبریں جس پر اللہ نے آپ کو مطلع کیا۔

اب کچھ تو شرم کریں کیا یہ وہ چیز ہے جو آپ اور ہمارے درمیان مختلف فیہ ہے؟

غرض آیت میں اولاً قطعی طور پر غیب نہیں لہذا آیت قطعی المدلول نہ رہی اصول میں گزر چکا کہ ایسی آیت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ثانیاً غیب ہی مراد ہو تب بھی ہمارے خلاف نہیں ہم غیب کی خبروں کے منکر نہیں ایسے شخص کا حکم تو ہم اپنے دعوے میں واضح کر چکے ہیں۔

وَما هُوَ عَلَى الْغَيْبِ مَا مُحمد'' عَلَى الْوَحْيِ بِضَنِينٍ بِبَخِيل من الضَّنُّ وهو البُخلُ أي لا يَبْخَلُ بالوحي كما يبخل الكُهَّانُ رَغْبَةً في الحُلْوَان بل يُعَلِّمُهُ كما عُلِّمَ ولا يَكْتُمُ شيئاً مما عُلِّمَ بظنين مَكِّي '' وابو عمرو وعلي أي بمتَّهم فَيُنْقِصُ شيئاً مما أُوحي إليه أو يَزيدُ فيه من الظِّنَّة وهـ التُّهمة

(تفسیر نسفی، ج3،ص 608)

علامہ نسفی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ وحی بتلانے پر بخیل نہیں ضنین بمعنی بخیل ہے۔اور یہ ضن سے مشتق ہے۔جس کا معنی ہے بخل کرنا۔یعنی نبی کریم ﷺ وحی الٰہی بتلانے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔جیسا کے کہان نذرانے لینے کے شوق میں کوئی بات بتلانے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔بلکہ آپ وحی کی باتیں اسی طرح بتلاتے ہیں جس طرح آپ کو بتلایا جاتا اور سکھایا جاتا ہے۔آپ کو جو سکھایا جاتا ہے آپ اس میں کچھ نہیں چھپاتے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے بہترین تفسیر اس آیت کی یہ ہے کہ غیب سے مراد اللہ کی وحی ہے اس کے بتلانے میں اور اس کی تعلیم دینے میں یہ نبی ﷺ بخیل نہیں۔

اوْلَى التَّاوِيلَيْنِ بِالصَّوَابِ فِي ذَلِكَ تَاوِيلُ مَنْ تَاوَّلَهُ: وَمَا مُحَمَّدٌ عَلَى مَا عَلَّمَهُ اللَّهُ مِنْ وَحْيِهِ وَتَنْزِيلِهِ بِبَخِيلٍ بِتَعْلِيمِكُمُوهُ أَيُّهَا النَّاسُ بَلْ هُوَ حَرِيصٌ عَلَى أَنْ تُؤمِنُوا بِهِ وَتَتَعَلَّمُوهُ

(تفسیر طبری، ج24،ص 170)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور میں امام مجاہد، قتادہ، عکرمہ، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن مزدوی※، ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اس کی ایک ہی تفسیر نقل کی اور وہ یہ کہ یہاں غیب سے مراد قرآن ہے۔

وَأخرج عبد بن حميد وَابْن الْمُنْذر عَن مُجَاهِد {وَمَا هُوَ على الْغَيْب بضنين} يَقُول: مَا كَانَ يضن عَلَيْكُم بِمَا يعلم

وَأخرج عبد بن حميد عَن عِكْرِمَة {وَمَا هُوَ على الْغَيْب بضنين} قَالَ:

إن النّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لمر يضن بِمَا أنزل الله عَلَيْهِ وَأخرج عبد بن حميد عَن قَتَادَة {وَمَا هُوَ على الْغَيْب بضنين} قَالَ: كَانَ هَذَا الْقُرْآن غيباً أعطَاهُ الله تَعَالَى مُحَمَّدًا فبذله وَعلمه ودعا إِلَيْهِ وَمَا ضن بِهِ وَأخرج ابْن الْمُنْذر عَن الزُّهْرِيّ {وَمَا هُوَ على الْغَيْب بضنين} قَالَ: لَا يضن بِمَا أُوحِي إِلَيْهِ وَأخرج سعيد بن مَنْصُور وَعبد بن حميد وَابْن الْمُنْذر وَابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن مَسْعُود انه قَرَأهَا وَمَا هُوَ على الْغَيْب بظنين قَالَ: مَا هُوَ على الْقُرْآن بمتهم وَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن عَبَّاس وَمَا هُوَ على الْغَيْب بظنين قَالَ: لَيْسَ بمتهم على مَا جَاءَ بِهِ وَلَيْسَ بضنين على مَا أُوتِيَ بِهِ وَأخرج عبد بن حميد عَن زر قَالَ: الْغَيْب الْقُرْآن فِي قراءتنا بظنين مُتَّهم وَفِي قراءتكم {بضنين} ببخيل

(تفسیر درمنثور، ج 8، ص 436)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن غیب یعنی چھپی ہوئی چیز تھی اللہ تعالی نے محمد ﷺ پر نازل فرمایا اب آپ اسے چھپاتے نہیں بلکہ ہر ایک کیلئے اس کی تعلیم و تبلیغ آپ ﷺ کی طرف سے عام ہے۔

كَانَ الْقُرْآنُ غَيْبًا فَأَنْزَلَهُ اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ فَمَا ضَنَّ به على الناس بل نشره وبلغه وَبَذَلَهُ لِكُلِّ مَنْ أَرَادَهُ

(تفسیر ابن کثیر، ج 8، ص 337)

ایک الزامی جواب

بالفرض علی سبیل المحال آیت کا مطلب یہی ہو جو آپ بتلا رہے ہیں تو آیت میں تو ہے کہ آپ معاذ اللہ کلی علم غیب بتلانے میں بخل نہیں کرتے تو پھر تو آپ نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو اپنا کلی علم غیب بتلا دیا ہوگا تو اس معاملے میں تو صحابہ کرام اور آپ ﷺ برابر ہو گئے، اگر نہیں تو حضور ﷺ پر پھر بخل کا الزام آتا ہے معاذ اللہ۔

احادیث سے دلائل

ماقبل میں جو اصول نقل کئے ہیں ان کے مطابق ہی حدیث قبول کرنی ہے۔خاص کر اصول نمبر 7,3,2 یہاں بہت کام آئے گا۔

پہلی حدیث

جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیر آئمہ حدیث میں باسانید عدیدہ وطرق متنوعہ دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے اور یہ حدیث ترمذی کی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَرَاَیْتُہٗ عَزَّ وَجَلَّ وَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتْفَیَّ فَوَجَدتُّ بَرْدَ اَنَامِلِہٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْئٍ وَعَرَفْتُ

میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دست قدرت میری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔(انباء المصطفی ص 16)

جواب: حدیث کی سند: اس کی مکمل سند ملاحظہ فرمائیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ ھِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ خَالِدِ بْنِ لَجْلَاجٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

قال یحیی بن عمارۃ حدثنا عبد بن حمید حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن ایوب عن ابی قلابۃ عن ابن عباس

(ترمذی ج 2 ص 159)

اس روایت میں قتادہ عن ابی قلابۃ ہیں اور قتادہ مدلس ہیں۔

(طبقات المدلسین ص:43)

بلکہ ابن معین فرماتے ہیں قتادہ کا ابی قلابۃ سے سماع ثابت نہیں۔

قَالَ ابْنُ مَعِیْنٍ قَتَادَۃُ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ شَیْئاً
(التعدیل والتجریح ،ص 1203 ،تہذیب الکمال للمزی ،ج 23،ص 510 ،رقم 4848 ،من اسمہ قتادۃ)

قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ لَمْ یَسْمَعْ قَتَادَۃُ مِنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ
(تہذیب التہذیب ،ج 3،ص 430 ،حرف القاف ،من اسمہ قتادۃ ،تہذیب الکمال ،ج 14، ص 546 ،رقم 3283 فی ذکر عبداللہ بن زید)

مولانا احمد رضا خان کہتا ہے مختلف طرق سے مروی ہے جبکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
قَدْرُوِیَ مِنْ وَجْہٍ آخَرَ وَ کُلُّہَا ضَعِیْفٌ''
(کتاب الاسماء والصفات ،319 ،رقم 645)

یہ حدیث دوسرے طرق سے بھی مروی ہے مگر سب سندیں اس کی ضعیف ہیں۔
اور ابوقلابۃ کے بارے میں مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:
''اس کی دوسری سند میں ابوقلابہ ہے جو خارجی المذہب تھا یعنی ناصبی دیکھو تہذیب''۔
(جاء الحق ،ص 543)

ابوقلابہ کی روایت اگر آپ کے خلاف ہو تو خارجی و ناصبی ہونے کی وجہ سے ضعیف حجت نیست مگر اپنا عقیدہ ثابت کرنے کیلئے اسی سے استدلال کرتے ہو۔

معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کی جو روایت مولانا احمد رضا خان صاحب نے نقل کی ہے اس میں عبدالرحمن بن عائش الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور اس روایت کی تصحیح امام ترمذی سے اس طرح نقل کی:

هذا حديث حسن سالت محمد بن اسمعيل عن هذا الحديث فقال صحيح

یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے امام بخاری سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے۔
(انباء المصطفی ،ص 16)

لیکن ان عبدالرحمن بن عائش الحضرمی اور ان کی اسی حدیث کے بارے میں امام بخاری رحمۃ

اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں:

لَہٗ حَدِیْث ''وَّاحِد'' (وَھُوَ حَدِیْثُ الرُّؤیَۃِ) اِلَّا اَنَّھُمْ یَضْطَرِبُوْنَ فِیْہِ

(تہذیب التھذیب، ج 2، ص 521، تہذیب الکمال، ج 17، ص 202، تاریخ دمشق، ج 34، ص 473، الاسماء والصفات، ص 318)

ان سے صرف حدیث رویت (مندرجہ بالا روایت) ہی منقول ہے مگر حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ اس میں اضطراب کرتے ہیں

(وَقَالَ الذَّہَبِیُّ) حَدِیْثُہٗ 'عَجِیْب ''وَّ غَرِیْب''

(علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ) ان کی حدیث بڑی عجیب وغریب ہے۔

(میزان الاعتدال، ج 2، ص 571)

اور حدیث مضطرب ضعیف ہوتی ہے۔

اب اس اعتبار سے امام بخاری کی تصحیح وتحسین خود متعارض ہوگئی کہ لہٰذا اذا تعارضا تساقطا۔

حدیث مضطرب اور مفتی احمد یار گجراتی

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

'' اس حدیث میں ایک نہیں بہت خرابیاں ہیں یہ منکر بھی ہے مضطرب بھی مدلس یا موضوع بھی''۔

(جاء الحق، ص 540)

ما قبل میں ہم نے یہ بھی ذکر کیا کہ قتادہ اس حدیث میں مدلس ہے لہٰذا بقول مفتی صاحب اس حدیث میں دو خرابیاں ہیں ایک اضطراب دوسری تدلیس۔

اس کی دونوں سندیں منقطع ہیں یاد رہے کہ اس کو ابو قلابۃ ابن عباس سے روایت کر رہے ہیں حالانکہ ابن جابرؒ سے اس کی ایک اور سند ہے اس میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی جگہ حضرت عبد الرحمن بن عائشؒ الحضرمی کا نام ہے اور یہی سند صحیح ہے جس نے اسے عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کیا اس نے غلطی کی۔ اور حضرت عبد الرحمن بن عائش صحیح قول کے مطابق صحابی نہیں ہیں۔ حوالہ جات ملاحظہ ہو۔

قَالَ ابُوْ زُرْعَۃَ الدِّمَشْقِیُّ قُلْتُ لِاَحْمَدَ اَنَّ ابْنَ جَابِرٍ یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ اللَّجْلَاجِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ حَدِیْثَ رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ احسن صورۃ و یحدث بہ قتادہ عن ابی قلابۃ عن خالد بن اللجلاج عن ابن عباس قال ھذا لیس بشیء و القول ما قال ابن جابر

(تہذیب التہذیب، ج2، ص521)

قَالَ ابُوْ حَاتِمٍ ھُوَ تَابِعِیٌّ'' وَّ اَخْطَاَ مَنْ قَالَ لَہٗ 'صُحْبَۃٌ''

(تہذیب التہذیب، ج2، ص521)

شرم کرو ایسی ضعیف حدیث کو عقائد کے باب میں پیش کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

(۲) بالفرض حدیث صحیح ہو تب بھی خبر واحد ہے اور عقائد کے باب میں حجت نہیں۔

(۳) حدیث کے بعض طرق میں ''ما'' کا لفظ ہے اور بعض میں ''کل'' اور اس صورت میں اس سے استدلال تبھی صحیح ہو سکتا ہے جب ان الفاظ کو عموم کیلئے مانا جائے اور ما قبل میں وضاحت ہو چکی ہے کہ یہ دونوں الفاظ عموم کیلئے علی الاطلاق نہیں آتے۔

(۴) حدیث میں مذکور یہ واقعہ تکمیل قرآن سے پہلے کا ہے یا بعد کا اگر بعد کا تو اس پر دلیل؟ اگر پہلے کا ہے تو اس وقت تو آپ بھی نبی کریم ﷺ کیلئے اس کلی علم غیب نہیں مانتے پھر اس سے استدلال کیسے درست؟

(۵) اس حدیث کے الفاظ ہیں:

فقال یا محمد ھل تدری فیم یختصم الملاء الاعلی قال قلت لا فوضع یدہ بین کتفی حتی وجدت بردھا بین ثدیی او قال فی نحری فعلمت ما فی السموت و ما فی الارض قال یا محمد ھل تدری فیم یختصم الملا الاعلی قلت نعم فی الکفارات المکث فی المسجد بعد الصلوت و المشیء علی الاقدام الی الجماعات و اسباغ الوضوء فی المکارہ...الحدیث

(ترمذی، ج2، ص159)

اس حدیث میں اس کی صاف وضاحت ہے کہ جو علم آپ کو اس وقت حاصل ہوا وہ کفارات نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنے جماعت کی طرف چلنے وغیرھا کے فضائل کے متعلق تھا۔

(۸) امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثم لیعلم انہ یجب ان ینفی عنھم صفات الواجب جل مجدہ من العلم الغیب و القدرۃ علی خلق العالم الی غیر ذالک و لیس ذالک بنقص ...و ان استدل بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فتجلی لی کل کل شیء قلنا ھو بمنزلۃ قولہ تعالی فی التوراۃ تفصیلا لکل شیء والاصل فی العمومات التخصیص بما یناسب المقام ولو سلم فھذا عندوضع اللہ یدہ بین کتفیہ ثم لما سری عنہ ذالک فلا بعدمن ان یکون تعلیم تلک الامور ثانیا فی حالۃ اخری

(تفہیمات الٰہیہ، ج2، ص24،25)

پھر جاننا چاہئے کہ واجب ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے باری تعالی کی صفات کی نفی کی جائے مثلاً علم غیب اور جہاں کے پیدا کرنے پر قدرت وغیرہ اور اس میں کوئی تنقیص نہیں ہے ۔۔۔اور اگر (کوئی شخص نبی کریم ﷺ کے علم غیب پر) فتجلی لی کل شیء سے استدلال کرے تو ہم اس کو یوں جواب دیں گے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تورات کے بارے میں تفصیلا لکل شیء آیا ہے ۔اور اصل عمومات میں مقام کے مناسب تخصیص کرنا ہے اگر یہ تجلی ہر ایک چیز کیلئے تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ صرف اس وقت کیلئے تھی جب کہ اللہ تعالی نے دست قدرت آپ کی پشت پر رکھا تھا پھر جب اللہ تعالی نے دست قدرت اٹھایا تو یہ تجلی اور انکشاف بھی جاتا رہا سو اس میں کوئی بعد نہیں کہ اس کے بعد دوسری حالت میں آپ کو دوبارہ ان امور کی تعلیم دی گئی ہو۔

غور فرمائیں شاہ صاحب فرمارہے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے صفات باری تعالی یعنی علم غیب کی نفی کرنا واجب ہے اور اس میں ان کی کوئی تنقیص نہیں ۔اگر کوئی بریلوی اس حدیث سے استدلال

کرے تو میرا (شاہ صاحب) کا جواب یہ ہے کہ اس میں کل عموم حقیقی کیلئے نہیں بلکہ احکام دین اور امور شریعت وغیرہ سے مخصوص ہے جیسا کہ ماقبل میں بتادیا گیا کہ وہ علم پاؤں پر مسجد تک چلنے کی نماز کے انتظار کرنے کے متعلق تھا الخ اس حدیث میں فتجلی لی کل شیء کو اسی طرح سمجھنا چاہیے جس طرح قرآن پاک میں اللہ تعالی نے تورات کے متعلق تبیانا لکل شیء فرمایا جس طرح وہاں امور دین مراد ہیں اس میں بھی یہی مراد ہے۔اور بالفرض اس سے تمام امور دین کا علم مراد بھی ہو تو اجمالی اسی وقت کے متعلق تھا بعد میں اللہ تعالی ان امور کی تفصیل وحی کے ذریعہ آپ کو بتاتا رہا جیسا کہ واضح ہے۔

ائمہ کلام کا اس حدیث کے بارے میں فیصلہ

ائمہ کلام نے اس حدیث کو متشابہات میں ذکر کیا ہے لہذا اس حدیث سے استدلال بالکل بھی جائز نہیں۔امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث پر کلام کرنے کے بعد اپنا آخری فیصلہ یہی صادر فرماتے ہیں:

وَفِیْ ثُبُوْتِ هَذَا الحَدِیْثِ نَظر ''۔(الاسماء والصفات،ص 319)

اس حدیث کا ثبوت محل نظر ہے۔

امام ابن جوزی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال احمد رضی الله عنه اَصْلُ هَذَ الْحَدِیْثِ وَ طُرُقُهُ مُضْطَربة یرویه معاذعن رسول اللهﷺ و کل اسانیده مضطربة لیس فیها صحیح

(دفع شبہ التشبیہ ص 149)

خلاصہ کلام یہ کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام طرق میں اضطراب ہے (مختلف طرق سے جو مروی ہے اس میں سے کوئی بھی) صحیح نہیں۔

امام ابن جوزی اس کے بعد اس روایت کے اضطراب کو ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت والعجب مع اضطراب هذه الاحادیث و کون مثلها لا یثبت به حکم فی الوضو (کیف یحتجون بها اصول الدین والعقائد)

(دفع شبہ التشبیہ ص 151)

تعجب ہے ایسی مضطرب حدیث سے تو وضو کا کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا چہ جائکہ اس سے اصول دین وعقائد میں استدلال کیا جائے۔

حدیث نمبر ۲

امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ اور ابو یعلی وابن منیع وطبرانی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی ہے:

لَقَدْ تَرَكَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا ذَكَّرَنَا مِنْهُ عِلْمًا

نبی ﷺ نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔ (انباء المصطفی ص 17)

جواب: مسند امام احمد میں اس کی سند میں یہ الفاظ ہیں:

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُنْذِرٍ حَدَّثَنَا أَشْيَاخٌ مِنَ التَّيْمِ قَالُوا: قَالَ أَبُو ذَرٍّ

(مسند، ج 35، ص 290، رقم 21361)

اب معلوم نہیں کہ یہ اشیاخ کون اور کیسے تھے ضعیف یا ثقہ؟ ایسی مجہول راویوں کی سند سے مروی حدیث سے احتجاج کرنا اور پھر اسے صحیح بھی کہنا کیا کھلا دھوکا نہیں؟۔

(۱) بالفرض روایت صحیح ہو تو وضاحت ہو چکی ہے کہ عقائد کے باب میں خبر واحد حجت نہیں۔

(۲) روایت میں "منہ" میں من تبعیضیہ ہے مقصود بعض علم ہے اس سے کل علم کہاں ثابت ہوا؟

(۳) اس سے تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ نبی کریم ﷺ نے پرندوں کے بارے میں بتایا تھا اس سے ہر ہر چیز کا کلی علم غیب کہاں ثابت ہو گیا؟ نیز آپ کا دعوی کلی علم غیب یا ابتدائے آفرینش سے الی یوم القامۃ کا ہے جبکہ اس میں تو صرف پرندوں کے متعلق بیان کا ذکر ہے۔

(۴) کسی مستند بین الفریقین محدث کا حوالہ اس حدیث کی تشریح میں دو کہ اس سے نبی کریم ﷺ کا کلی علم غیب یا ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کا ذرے ذرے کا علم ثابت ہوتا ہے۔

(۵) علامہ محمد بن طاہر محدث حنفی فتنی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہیں:

ترکنا رسول اللہ ﷺ وما طائر یطیر الا عندنا منہ علم یعنی استوفی بیان الشریعۃ حتی لم یبق مشکل نضر بہ مثلا و قیل اراد انہ لم یترک شیاء الا بینہ حتی احکام الطیر وما یحل وما یحرم و کیف وما الذی یفدی منہ المحرم اذا اصابہ ونحوہ

(مجمع بحار الانوار، ج 2 ص 327)

کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں اس سال اس حال میں چھوڑا کہ کوئی اڑنے والا پرندہ ایسا نہیں جس کا علم ہمیں نہ ہو یعنی آپ نے شریعت کو کما حقہ پورا بیان فرمایا ہے حتی کہ کوئی مشکل باقی نہیں رہی اور یہ ارشاد بطور مثال آپ نے بیان فرمائی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی چیز آپ نے چھوڑی جو آپ نے نہ بیان کی ہو حتی کہ پرندوں کے احکام اور ان میں جو حلال وحرام ہیں اور اس قسم کی دیگر کیفیت اور یہ کہ جب محرم کسی جانور کو قتل کرے تو اس پر کیا کفارہ لازم آتا ہے وغیرہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے وہاں پرندوں کی نسل، تعداد، مادہ خلقت، پیدائش، موت، طریقہ خوراک، رہن سہن کے بارے میں معاذ اللہ معلومات نہیں دی تھیں بلکہ ان سے متعلق حرام وحلال کے جو مسائل تھے جن کا تعلق شریعت سے تھا اس کو بیان فرمایا اور یہی آپ ﷺ کی شان رسالت کے مناسب ہے۔

تفصیلی دلائل کیلئے ان کتب کا مطالعہ کریں

ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ صرف چند رضاخانی دلائل کا جواب دیا ہے باقی دلائل کا رد بھی اسی طرز سے کریں ہمارے موقف پر تفصیلی دلائل پڑھنے اور رضاخانیوں کے دلائل کا بالتفصیل جواب پڑھنے کیلئے فاتح رضاخانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب: ''بوارق الغیب'' اور امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ازالۃ الریب'' اور ''اظہار العیب'' کا مطالعہ فرمائیں ہم نے بھی اس سے کافی استفادہ کیا ہے۔

اس عنوان پر گستاخ کون؟

عموماً بدعتی حضرات سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کیلئے یہ دھوکا دیتے ہیں کہ یہ دیوبندی گستاخ ہیں یہ دیکھو یہ لوگ نبی کریم ﷺ کا علم غیب نہیں مانتے آپ ﷺ کو معاذ اللہ لاعلم مانتے ہیں آپ ﷺ کے معاذ اللہ علم کے منکر ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ رضاخانیوں نے اس عقیدہ کے در پردہ توہین رسالت ﷺ کا وہ باب کھولا ہے جس کا تصور بھی ممکن نہیں۔ آپ دیکھیں مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفی علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں"۔

(جاء الحق ص 79)

العیاذ باللہ! غور فرمائیں تاریک راتوں میں کیا ہوتا ہے؟ مفتی صاحب کیا سمجھانا چاہ رہے ہیں؟ یہی کہ کوئی زنا کرے، کوئی بیوی کے ساتھ شب باشی کرے، کوئی شراب نوشی کرے، کوئی رنگ و سرور کی محفل میں عیاشی کرتا پھرے سب کچھ نبی کریم ﷺ دیکھ رہے ہیں معاذ اللہ۔ کیا کوئی بدعتی رضاخانی اپنے ماں باپ کے بارے میں یہ تصور برداشت کرسکتا ہے کہ اس کے والدین رات میں جو کچھ کر رہے ہوں مفتی صاحب ان سب کو ملاحظہ فرما رہے ہوں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو خدارا انصاف فرمائیں کہ اس عقیدے کی آڑ میں کیا کیا زہر گھول کر پلایا جا رہا ہے۔

ماقبل میں ہم نے باحوالہ یہ بات پیش کی کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف علم غیب کی نسبت کو ناپسند مکروہ جانا اور تفسیر مظہری والا کہتا ہے کہ جو ایسے کام کریں جس کو نبی کریم ﷺ نے ناپسند فرمایا تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دے رہے ہیں۔ اور اب اسی علم غیب کے عقیدے کو بار بار نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر رہے ہیں بلکہ قرآن و حدیث سے اس کو اثبات کے مدعی ہیں کیا یہ سب نبی کریم ﷺ کو ایذا دینا نہیں؟

یہ اسی عقیدے ہی تو کارستانی ہے کہ شیطان کو نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں معاذ اللہ لایا جا رہا ہے کہ دیکھو شیطان کو علم غیب ہے تو نبی کریم ﷺ کو نہیں ہوسکتا؟۔

امام نسفی فرماتے ہیں کہ علم غیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شان ہی نہیں تو حصول کیسا؟ لہذا یہ محض رضاخانیوں کا دھوکا ہے کہ اس علم کو نبی کی شان بتلایا جائے۔

اِنْ اَنَا اِلَّا عَبْد'' اُرْسلتُ نذیر او بشیر او ما من شانی اَنْ اعلمَ الغیب

(تفسیر مدارک ،1 ص 623)

☆......☆......☆......☆